کتابیں
۱
ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

کتابیں

[۱]

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

ادبی دائرہ، اعظم گڑھ

- نام کتاب : کتابیں۔[۱]
- مصنف : ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی
- صفحات : ۲۴۰
- طبع اول : جولائی ۲۰۱۲ء
- ناشر : ادبی دائرہ اعظم گڑھ
- طباعت : اصیلہ پریس، دہلی
- قیمت : **Rs:200/-**

- رابطہ : 9838573645
- ای میل : azmi408@gmail.com

ملنے کے پتے

- دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، شبلی روڈ، اعظم گڑھ، یوپی، ۲۷۶۰۰۱
- ایجوکیشنل بک ہاؤس، شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ، ۲۰۲۰۰۲
- ادبی دائرہ، رحمت نگر عقب آواس وکاس اعظم گڑھ، ۲۷۶۰۰۱
- مکتبہ ضیاء الکتب، مدرسہ شیخ الاسلام شیخو پور، ضلع اعظم گڑھ

ooo

○

انتساب

حضرۃ الاستاذ

مولانا حافظ مجیب اللہ ندویؒ

کے

نام

وہ جس کی ذات سے روشن تھی میری لوح جبیں

محمد الیاس الاعظمی

○○○

ترتیب

ooo

ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی

کلمہ خیر

کتابوں کے تعارف وتبصرہ کی روایت عربی زبان میں بہت قدیم ہے۔ بلاشبہ ابن ندیم کی الفہرست اور خلیفہ چلپی کی کشف الظنون آج بھی محققین کا ایک مستند ماخذ خیال کی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں اس موضوع پر بڑی تقطیع کی چار ضخیم جلدوں پر مشتمل معجم المطبوعات اس لحاظ سے بے حد اہم اور قیمتی کتاب ہے کہ اس میں مختلف علوم وفنون کی بلا مبالغہ ہزاروں کتابوں کے مختصر تعارف کے ساتھ اُن کی موضوعی اہمیت اور صاحب کتاب کا شخصی جغرافیہ چند ہی سطروں میں سامنے آجاتا ہے۔ یہ کتاب عاجز کے نزدیک تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے بے حد مفید ہے۔ دارالمصنّفین کے دوران رفاقت عاجز راقم سطور نے اس قیمتی ماخذ سے بکثرت استفادہ کیا ہے۔

اردو میں ریویو نگاری کو صحیح معنوں میں فروغ بیسویں صدی میں حاصل ہوا، جب علمی و ادبی مجلّات و جرائد کے مدیر اور اُن کے اہل نظر تبصرہ نگاروں نے نئی مطبوعات پر نقد وتبصرہ کو ایک مستقل فنی روایت کی شکل عطا کی، لاریب اس باب میں رسالہ ''معارف'' اعظم گڑھ کو یہ امتیاز خاص حاصل ہے کہ اُس نے تنقیص وتعریض سے ماورا رہ کر خالص علمی اسلوب اور متوازن انداز میں زیر تبصرہ کتاب کے بارے میں اظہار خیال کی داغ بیل ڈالی اور پھر ملک کے دوسرے ادبی رسائل نے اس کو اپنا رول ماڈل بنایا۔ معارف نے اپنے وقت تاسیس سے ہی (علامہ شبلیؒ کے مجوزہ خاکہ کے مطابق) مطبوعات جدیدہ کے نام سے ایک مستقل باب قائم کیا، جس کے تحت اردو، عربی، فارسی اور انگریزی کی نئی کتابوں پر تعارف وتبصرہ کا سلسلہ بلاتخلّف گزشتہ تقریباً ایک صدی سے تاہنوز قائم ہے۔

لاریب تاثراتی تبصرہ نگاری ایک آسان ترین عمل ہے، لیکن کسی تحریر وتصنیف کا فکری وفنی تجزیہ کر کے اُس کے محاسن ومعائب کی دوٹوک اور جرات اندیشانہ نشاندہی کرنا بلاشبہ ایک عرق ریز اور تعب انگیز عمل ہے اور یہ کام وہی مبصر کر سکتا ہے جس کا مطالعہ وسیع اور موضوع زیر تبصرہ پر نظر عمیق ہو، اس حقیقت کو ہمیشہ ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے کہ تجزیاتی تبصرہ نگاری کے سرے فن جرح وتعدیل سے جڑے ہوئے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ رسالہ معارف میں حضرت سیّد صاحب، شاہ معین الدین احمد ندوی اور مولانا مجیب اللہ ندویؒ کے تبصرے اپنی جامعیت و توازن، فنی وسعت نظر اور تجزیاتی نقد وتبصرہ کے بہترین نمونے ہیں۔

بیسویں صدی کے اواسط میں دو مبصرین نے تجزیاتی نقد و تبصرہ کے میدان میں بڑی غیر معمولی شہرت و مقبولیت حاصل کی، یعنی ماہر القادری اور عامر عثمانی۔ اول الذکر عاجز راقم سطور کے ایک نادیدہ ادبی مربی تھے، جن کی زیارت کی حسرت ہی دل میں رہ گئی، مگر گزشتہ صدی کی چھٹی دہائی میں اُنھوں نے اس بے مایہ مبتدی کے قلم کو سدھارنے اور صیقل کرنے میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ عاجز رہتی زندگی اُس کو فراموش نہیں کر سکتا۔ ماہر صاحب ایک نہایت قادر الکلام شاعر اور بلند پایہ نقاد تھے۔ اُن کے اسلوب نگارش میں بلا کی شگفتگی اور رعنائی ملتی ہے۔ مرحوم اپنے رسالہ فاران کراچی میں نئی کتابوں پر ہر طرح کی ذہنی، ذاتی اور مسلکی وابستگی و تحفظات کو بالائے طاق رکھ کر نہایت مبسوط نقد و جرح لکھا کرتے تھے۔ جدید اصطلاح میں اُن کے تبصروں کو ''پوسٹ مارٹم'' کا نام دیا جا سکتا ہے، مگر بایں ہمہ اُس زمانہ کا ہر ادیب و شاعر (کہنہ مشق ہو یا مبتدی) اپنی کاوش فکر کو ماہر مرحوم کے نشتر قلم کی بے رحم جراحتوں کے لیے پیش کرنے پر فخر محسوس کرتا اور نہایت شدت کے ساتھ اپنی باری کا منتظر رہا کرتا تھا۔

ماہر القادری مرحوم کے نقد و تبصرہ کی بنیادی خصوصیات تجزیہ نگاری، غیر جانبداری، جرات اندیشہ اور بے لاگ پن تھیں، وہ ضخیم سے ضخیم کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے کے بعد اُس پر تبصرہ کے لیے قلم اٹھاتے اور پہلے اس کے محاسن و محامد کی نہایت فراخ دلی کے ساتھ تحسین کرتے اور پھر کتاب سے اقتباسات نقل کر کے موضوع اور زبان و بیان پر گرفت کیا کرتے تھے۔ صحت زبان کے معاملہ میں خاص طور پر وہ نہایت سخت گیر واقع ہوئے تھے۔ مرحوم کو بلا شبہ الفاظ و تراکیب اور مفردات لسانی کے صحیح و برمحل استعمال پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی اور وہ ہر ادیب کی نگارشات میں یہی وصف دیکھنے کے متمنی رہا کرتے تھے۔

یہاں یہ بات یقیناً لائق ذکر ہے کہ اردو کی پوری ادبی تاریخ میں صرف اور صرف ایک شبلی کی شخصیت ایسی تھی جس کی تصانیف کو ماہر مرحوم نے ہر حیثیت سے تحیہ عقیدت و ستائش پیش کیا ہے۔ چنانچہ مرحوم نے شعر العجم پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شبلی کی ہمہ موضوع تصانیف ادب و معانی کا گلدستہ ہیں، ان کے مطالعہ سے روح کو کیف، وجدان کو غذا اور نگاہ و دل کو مسرت بخش آسودگی فراہم ہوتی ہے، اگر کسی کو یہ سیکھنا ہو کہ لفظوں کو صحیح طور پر کیسے برتا جاتا ہے اور زبان کی سلاست و روانی تحریر کو کس طرح دلنشیں بناتی ہے تو وہ شبلی کی تحریروں کا بار بار مطالعہ کرے۔

اسی طرح عامر عثمانی مرحوم کے تبصرے بھی تجزیاتی نقد کا بہترین نمونہ ہوا کرتے تھے۔ اُن کا ماہنامہ ''تجلّی'' دیوبند خاص طور پر اپنے پُر مغز اداریوں اور نئی مطبوعات پر سیر حاصل تبصروں کے لیے اُس زمانہ میں بڑا مشہور و مقبول رسالہ شمار ہوتا تھا، مرحوم عامر صاحب خانوادۂ عثمانی کے نہایت ذہین و طباع چشم و چراغ تھے۔ اُن کو

نثر وشعر دونوں پر یکساں قدرت حاصل تھی، ماہرالقادری کی طرح ان کے تبصروں میں بھی نہایت دوٹوک انداز اور بے لاگ اسلوب میں زیر تبصرہ کتاب کے محاسن ومعائب کی نشاندہی ہوا کرتی تھی۔ نقد وتبصرہ میں اُن کی ذہانت و صلاحیت علمی اُس وقت خاص طور پر چمک اٹھتی تھی، جب وہ کسی دینی بالخصوص فقہی کتاب پر تبصرہ کے لیے قلم اٹھاتے تھے۔ چنانچہ عامر عثمانی کے ایک شعری مجموعہ پر پس از مرگ مقدمہ لکھتے ہوئے مولانا ماہرالقادری نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ ''ممکن ہے زبان وبیان کے نوک پلک سے میری واقفیت اُن سے زیادہ ہو مگر علمی و فقہی معلومات میں وہ مجھ سے کہیں زیادہ صاحب فضیلت تھے۔''

پیش نظر کتاب کے مؤلف عزیز گرامی ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی کی شخصیت اپنی پیہم ومتواصل ادبی خدمات کے باعث وہ مسک خالص بن چکی ہے جس کی عطر بیزی کسی تشہیر وتعارف کی محتاج نہیں رہ گئی ہے۔ موصوف کی ایک زیر طبع یادگار تالیف آثار شبلی کے بارے میں (جس کے مشمولات پر اس بے مایہ کو ایک نظر ڈالنے کا موقع ملا ہے) راقم سطور پورے وثوق کے ساتھ عرض گزار ہے کہ اُس کے منصۂ شہود پر آتے ہی ادبی دنیا اس غلغلہ سے معمور ہو جائے گی کہ ''ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی۔'' لاریب یہ ضخیم کتاب ڈاکٹر اعظمی کو ''ماہر شبلیات'' کی سند افتخار عطا کرے گی۔ اسی باعث اُستاذی المرحوم مولانا مجیب اللہ ندویؒ موصوف عزیز کو ہمیشہ ''قدرت الٰہی کی ایک روشن نشانی'' قرار دیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر الیاس اعظمی نے ماہنامہ ''الرشاد'' میں تقریباً تیرہ سال تک جدید مطبوعات پر تبصرہ نگاری کی اعزازی خدمت انجام دی ہے۔ اس طویل عرصہ کے دوران موصوف نے متنوع موضوعات کی بے شمار کتابوں کو ذوق شناسان ادب سے متعارف وروشناس کرایا ہے۔ پیش نظر کتاب ان ہی تبصروں کا پہلا مجموعہ ہے۔ یہ محض سرسری یا سطحی انداز کے تبصرے نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں مبصر نے زیر تبصرہ کتاب کے مطالعہ کا پورا حق ادا کر کے اس کے محاسن وفروگزاشتوں کو نہایت خوبصورت علمی انداز میں نمایاں کیا ہے۔ عاجز راقم سطور کے نزدیک الیاس صاحب کے نقد وتبصرہ کے بنیادی امتیازات اُن کی جامعیت، توازن واعتدال، دوٹوک انداز، جچی تلی رائے، تنقیص وتعریض سے گریز اور بے لاگ معروضی طرز تحریر ہے۔

پیش نظر کتاب کے مطالعہ سے خود مبصر کے تنقیدی وادبی رجحانات کی تعیین میں بھی بڑی مدد ملتی ہے۔ امید قوی ہے کہ لائق مطالعہ کتابوں کے جویا اور شائقین ادب کے لیے یہ کتاب نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوگی۔

یکم جون ۲۰۱۲ء **محمد نعیم صدیقی ندوی**

دیباچہ

مسلمانوں کا یہ بڑا عظیم الشان کارنامہ ہے کہ انہوں نے اپنی تاریخیں بھی تذکرہ وتراجم کے انداز میں قلم بند کیں۔ طبقات ابن سعد، تاریخ ابن خلکان، تاریخ طبری، الانساب، تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ اور دول الاسلام وغیرہ سیکڑوں کتابیں اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ مسلمان مورخین کے اس انداز نگارش سے تاریخ کو جہاں تہذیبی وتمدنی لحاظ سے اہمیت اور وسعت حاصل ہوئی وہیں ہر طبقہ کے اہل علم اور ارباب کمال کے حالات اور کارنامے نگاہوں کے سامنے آ گئے۔

تقریباً اسی اہمیت کے ساتھ مسلمانوں نے کتب وفہارس کی جانب بھی توجہ دی اور متعدد ایسی کتابیں سپرد قلم کیں جو مختلف علوم وفنون کی کتابوں کے تعارف وتجزیے پر مشتمل تھیں۔ اس کے آغاز کا سہرا فارابی (م ۳۳۹ھ) کے سر ہے۔ اس کی تصنیف احصاء العلوم اس سلسلے کی پہلی کاوش ہے۔ اس کے بعد خوارزمی (م ۳۸۷ھ) نے مفاتیح العلوم کے ذریعہ اس سلسلے کو آگے بڑھایا۔ توضیحی کتابیات کے حوالے سے ابن الندیم کی الفہرست اور حاجی خلیفہ کی کشف الظنون ایسی معرکہ آراء اور لازوال کتابیں ہیں جن کی مثال شاید ہی دنیا کی کوئی اور قوم پیش کر سکے۔ محض ان دونوں مصنفین کی بدولت سیکڑوں علوم کی ہزاروں کتابوں اور ان کے مشمولات کا ذکر یکجا مل جاتا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی مسلمان اہل قلم اور مصنفین نے اس میدان میں چند اہم کتابیں لکھیں، طوسی کی الفہرست، اشبیلی کی فہرست کتب، رازی کی حدائق الانوار، شیرازی کی درالتاج وغیرہ اسی سلسلہ زریں کی تصنیفات ہیں مگر اس کے بعد مسلمانوں نے اپنے دوسرے علوم وفنون اور ایجادات واختراعات کی طرح اس علمی کام میں بھی غفلت اور بے واہی سے کام لیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا ان کے اس سلسلے کے کارناموں سے پوری طرح واقف نہ ہو سکی اور جب یورپ دور ظلمت کے بعد علوم وفنون اور علم ودانش کی طرف متوجہ ہوا اور اشاریہ

وکتابیات کی ترتیب کی طرف توجہ دی تو وہ اس میدان میں بھی افضلیت اور اولیت کا دعویٰ کر بیٹھا حالانکہ قطعی طور پر یہ ایک بے دلیل دعوی اور اصلاً مسلمانوں کے کارناموں سے صریح ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

ہندوستان میں اردو زبان میں جب علمی کاموں کا آغاز ہوا تو اس کے سامنے عربی وفارسی کے جونمونے تھے فطری طور پر انہیں کی تقلید واتباع ہوئی اور انہیں کے زیر اثر اولاً تذکرے وجود میں آئے اور مختلف علوم وفنون کے ارباب فضل وکمال کے تذکرے قلم بند کئے گئے۔لیکن سیرت وسوانح اور تاریخ وتذکرہ کے علاوہ دوسرے موضوعات پر اردو میں جو تصنیفی کام ہوئے اس میں مشرق سے زیادہ مغرب سے اثرات قبول کئے گئے۔یہی وجہ ہے کہ اردو میں اشاریہ وکتابیات یا توضیحی کتابیات کا آغاز بہت بعد میں ہوا۔اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی اور لوگوں نے یہ رائے قائم کرلی کہ اشاریہ وکتابیات کی ایجاد وآغاز کا سہرا یورپ کے سر ہے حالانکہ یہ خیال سراسر غلط اور اسلام کی علمی وتمدنی تاریخ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

اردو میں کتابیات کی طرف سب سے پہلے علامہ شبلی نے توجہ دی۔ان کے مشورے سے اس سلسلے کی پہلی کتاب محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی نے الفہرست کے نام سے مرتب کی۔(وضاحتی کتابیات ترقی اردو بیورونئی دہلی ۱۹۸۰ء ص ۲۵) پھر اس سلسلے کو انجمن ترقی اردو میں شبلی کے جانشین بابائے اردو مولوی عبدالحق نے مزید ترقی دی۔قاموس الکتب کی تینوں جلدیں اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔اس کے بعد یہ کام منصوبہ بند طریقے سے ترقی اردو بیورونئی دہلی نے انجام دیا۔گوپی چند نارنگ اور ڈاکٹر مظفر حنفی کی ترتیب وتدوین کے ساتھ وضاحتی کتابیات کی ۲۳/جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔جو ۱۹۷۶ء سے ۱۹۹۸ء تک کی مطبوعات پر مشتمل ہیں۔

اردو میں توضیحی کتابیات کا ایک بڑا ذخیرہ نئی کتابوں کے تعارف وتبصرے ہیں۔اس میں مولانا الطاف حسین حالی (۱۸۳۷ء-۱۹۱۴ء) کا نام سرفہرست ہے۔انہوں نے متعدد کتابوں پر نقد وتبصرہ لکھا ہے۔ان کے معاصرین میں علامہ شبلی (۱۸۵۷ء-۱۹۱۴ء) اور بعض دوسرے اہل قلم نے بھی اس کی جانب توجہ دی۔علامہ شبلی نے کتابوں پر جو تعارف وتبصرے لکھے ہیں وہ تبصرہ سے زیادہ مفصل مطالعے وجائزے کے ذیل میں آتے ہیں۔ اردو کے عناصر خمسہ کے بعد کی نسل نے اور خاص طور پر اردو کے قدیم علمی وادبی رسائل کے مدیروں نے نئی کتابوں پر نقد وتبصرہ کا جو اہتمام کیا اصلاً اس سے اس فن کو جلا ملی۔یہ سلسلہ مختلف نوعیّتوں سے اب تک جاری ہے۔اس سلسلے میں ماہنامہ معارف اعظم گڑھ کا خاص طور پر ذکر ہونا چاہئے۔جس نے جولائی ۱۹۱۶ء اپنے اجراء کے ساتھ ہی اس سلسلے کا آغاز کیا اور اب تک بے شمار کتابوں پر تعارف وتبصرے سے شائع کر چکا ہے۔لیکن تبصرہ

نگاری کے موجودہ معیار و مذاق کو توضیحی کتابیات کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ وہ بہر حال تعارف وتبصرے ہی ہیں۔ توضیحی کتابیات اور نقد وتبصرہ کے اسلوب و انداز میں بنیادی طور پر فرق ہونے کے باوجود دونوں کا مقصد و مدعا ایک ہے اور افادیت کے لحاظ سے تو ان میں کوئی فرق نہیں۔ اسی خیال سے بعض مبصرین نے اپنے تبصروں کے مجموعے شائع کئے۔ ان میں بابائے اردو مولوی عبدالحق اور شمس الرحمٰن فاروقی کے تبصرے خاص طور پر اہمیت کے حامل ہیں یہ اور اس طرح کی دیگر کتب کی بدولت اردو میں توضیحی کتابیات کے ذخیرے میں گراں قدر اضافہ ہوا۔ اچھی کتابوں کی تلاش وجستجو، مطالعہ واستفادہ کا ذوق رکھنے والوں کے علاوہ محققین اور ریسرچ اسکالرز کے لئے یہ ایک انتہائی اہم اور مفید کام ہے۔ غالباً اسی افادیت کے پیش نظر اردو میں تبصروں کے مجموعے شائع کرنے کی روایت قائم ہوئی اور اسی فکر وخیال سے متاثر ہو کر راقم نے بھی اپنے تبصروں کا یہ مجموعہ شائع کرنے کی جسارت کی ہے اور اگر یہ واقعی محض جسارت ہو تو میں اہل علم سے ان کے تضیع اوقات کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

حضرۃ الاستاذ مولانا مجیب اللہ ندویؒ بانی مدیر ماہنامہ الرشاد اعظم گڑھ میرے والد مرحوم کے احباب میں سے تھے۔ اس تعلق کی بنا پر راقم ان کی شفقتوں سے بہرہ ور رہا۔ انہوں نے مجھے ماہنامہ الرشاد کی مجلس ادارت میں شامل کر کے بہت سے علمی کاموں کے لئے میری تربیت کی۔ الرشاد کے لئے مضامین ومقالات، علمی خبریں اور رشحات لکھوائے۔ اس سلسلے کا سب سے اہم کام جو انہوں نے مجھے سونپا وہ نئی کتابوں پر نقد وتبصرہ لکھنے کا اہتمام تھا، اس ناچیز نے حضرۃ الاستاذ کی سرپرستی میں ڈھائی سو سے زاید علمی، ادبی، تعلیمی، تنقیدی، تاریخی اور فقہی کتابوں کا تعارف وتجزیہ قلم بند کیا جو ماہنامہ الرشاد میں (۱۹۹۴ء-۲۰۰۶ء تک) ماہ بہ ماہ شائع ہوا۔ اس کے علاوہ اردو بک ریویو دہلی اور ہماری زبان دہلی وغیرہ میں بھی بعض تبصرے نکلے۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی مرحوم سابق ناظم دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ نے بھی راقم سے یہ کام شروع کرایا تھا۔ اس سلسلے میں اشاریہ معارف مرتبہ سہیل شفیق پر معارف میں باب التقریظ والانتقاد کے تحت تبصرہ لکھوایا۔ افسوس کہ ان کی بے وقت موت نے اس سلسلے کو مزید آگے بڑھنے کا موقع نہیں دیا لیکن ماہنامہ الرشاد میں جو تبصرے شائع ہوئے اہل علم نے اس کی بڑی پذیرائی کی۔ چونکہ کتابوں کے تعارف وتبصرے کے علاوہ بعض کتابوں کے بے لاگ تجزیے پیش کئے گئے جس پر اہل علم نے نہ صرف راقم کی حوصلہ افزائی کی بلکہ اسے جاری رکھنے کی بھی تاکید کی اور اسے ایک مفید سلسلہ قرار دیا۔ افسوس کہ میں اپنے بعض بزرگوں کے مشوروں پر بوجوہ کلی طور پر عمل نہیں کر سکا اور یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اب الرشاد میں شائع تبصروں کو بعض مخلص احباب کی خواہش پر زیر نظر کتاب میں شائع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے یہ اہل علم،

محققین اور اسکالرز کے لئے مفید ثابت ہوں گے۔

میرے یہ تعارفی تبصرے جس میں کہیں کہیں نقد وتحقیق بھی ہے، ماہنامہ الرشاد اعظم گڑھ کی بارہ سالہ ادارت کی یادگار ہیں۔ ان میں کوئی ندرت تو نہیں ہے البتہ کتاب اور صاحب کتاب کا تعارف وتذکرہ اچھے انداز میں کرایا گیا ہے اور جہاں کوئی بات قابل اعتراض تھی ان کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ زبان وبیان کے لحاظ سے یہ کوشش کی گئی ہے کہ بات صاف ستھرے انداز میں کہی جائے اور کہیں کوئی الجھاؤ نہ رہے۔

الرشاد میں تبصرہ وتعارف لکھنے کا سلسلہ اگرچہ منقطع ہو چکا ہے تاہم بعض احباب ومعاصرین اور بزرگ اب بھی اپنی تصنیفات تبصرے کے لئے بھیجتے ہیں اور بہ اصرار تبصرے کے خواہش مند رہتے ہیں، اس لئے راقم نے تبصروں کی اشاعت کا ایک مستقل کتابی سلسلہ شروع کیا ہے اور جس کا نام ''کتابیں'' رکھا ہے۔ یہ اس کی پہلی جلد ہے۔ اس میں زیادہ تر پرانے تبصرے شامل ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ دوسری جلدیں بھی وقفہ، وقفہ سے شائع ہوں گی۔ جن میں نئی مطبوعات پر باقاعدگی سے لکھنے کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق بخشے۔

اس جلد میں کل ۱۸؍موضوعات پر ۱۵۰؍کتابیں شامل ہیں۔ شروع میں فہرست موضوعات، فہرست کتب اور آخر میں اشاریہ (اشخاص، کتب، مقامات، اشاعتی ادارے وغیرہ) شامل ہے۔ یہ اشاریے الف بائی ترتیب پر ہیں۔ آئندہ شائع ہونے والی جلدوں کی بھی یہی ترتیب ہوگی تاکہ اس مستقل سلسلے سے استفادہ بآسانی کیا جاسکے۔

محمد الیاس الاعظمی

۱۸؍مئی ۲۰۱۲ء

فہرست موضوعات

○○○

فہرست کتب

ادبیات: ۲۱

اسلامیات: ۲۹

تاریخ ہند:۷۳

تعلیم وتربیت:۹۱

حدیث:١٠١

خطبات:١٠٧

خواتین:١١٣

خودنوشت:١١٩

سفرنامے:۱۲۷

سوانح:۱۳۵

سیرت نبوی: ۱۶۳

شعری مجموعے: ۱۷۳

عبادات:۱۹۱

فقہ:۱۹۷

○○○

ادبیات

(۱)

اردو شاعری میں انسان دوستی

ڈاکٹر فاطمہ تنویر صاحبہ

سنہ اشاعت-نومبر ۱۹۹۴ء۔صفحات-۲۸۰

قیمت ۱۲۰/روپے، ملنے کا پتہ: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس کوچہ پنڈت، دہلی

یہ کتاب ڈاکٹر فاطمہ تنویر صاحبہ کا تحقیقی مقالہ ہے جو انہوں نے اودھ یونیورسٹی فیض آباد سے پی، ایچ، ڈی۔ کے لیے لکھا ہے۔ اسے فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی کے مالی تعاون سے شائع کیا گیا ہے۔ اس میں پہلے انسان دوستی (Humanism) کے فلسفہ وتصور کی تعریف اور وضاحت کے بعد اردو شاعری میں اعلیٰ اخلاقی قدروں کی تعلیم وتبلیغ کا مبسوط جائزہ لیا گیا ہے۔ اردو میں یہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک منفرد کاوش ہے۔

یہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں مصنفہ نے کتاب کے ابواب کا جامع ومختصر تعارف کرایا ہے۔ پہلے باب میں انسان دوستی کی تشریح اسلامی فکر وفلسفہ کی روشنی میں تصوف کے حوالے سے کی گئی ہے۔ پھر ہندوستانی فکر وفلسفہ کی روشنی میں بھگتی تحریک کا ذکر کیا گیا ہے۔ نیز اس سلسلہ میں مغرب کے افکار وخیالات کو تحریک ہیومنزم کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے، اس طرح مشرق ومغرب کے انسان دوستی کے تمام تصورات کی مختصر مگر جامع تعریف وتشریح سے قارئین باخبر ہو جاتے ہیں۔ مصنفہ نے خود اس کو سب سے اہم بحث کی حیثیت دی ہے۔ دوسرے باب میں سنسکرت، فارسی اور ہندی ادبیات کے سرمائے میں انسان دوستی کے جذبات کی نشان دہی کرتے ہوئے دکنی ادب کی

ابتدا سے دلی دکنی تک ممتاز شعرا کی کاوشوں میں اس اعلیٰ صفت کی تابانیوں کو سمیٹا گیا ہے۔اسی طرح دبستان دہلی میں میر و مرزا اور نظیر اور دبستان لکھنؤ میں نواب واجد علی شاہ تک جن شعرا نے انسان دوستی کا پیغام اپنے کلام کے ذریعہ عام کیا ہے، ان کا ذکر ہے۔ایک باب میں جدید اردو شاعری اور علی گڑھ تحریک کے زیر اثر اردو شاعری میں تصور انسانیت کو بیان کیا گیا ہے۔اس میں خاص طور پر مولانا حالی، علامہ شبلی، مولوی محمد حسین آزاد اور اکبرالہ آبادی کی شاعری کے پس منظر میں گفتگو کی گئی ہے۔اسی باب میں بیسویں صدی کے چند نامور شعرا مثلاً چکبست، احسان دانش، سیماب اکبرآبادی، جوش ملیح آبادی اور علامہ اقبال کے کلام کا بڑی خوبی سے تجزیہ کیا گیا ہے۔علی سردار جعفری، فیض، فراق، مخدوم اور مجاز جیسے اہم ترقی پسند شعرا کے علاوہ جدیدیت کے علمبردار شعرا کی شاعری کا بھی اسی پس منظر میں تجزیہ کیا گیا ہے۔آخر میں خاتمہ کلام کے زیر عنوان اردو شاعری میں اس موضوع کی اہمیت، مقام اور اثرات کا ایک مجموعی جائزہ پیش کر دیا گیا ہے، کتابیات سے مصنفہ کی تلاش و محنت کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن کتاب میں کہیں کہیں اختصار کی وجہ سے تشنگی محسوس ہوتی ہے۔جیسے اسلامی فکر و فلسفہ کی روشنی میں انسان دوستی کی جو تشریح کی گئی ہے وہ صرف تصوف کے حوالہ سے ہے، اگر اخلاق اسلامی کے دوسرے مکاتب فکر کی روشنی میں بھی ان کا جائزہ لیا جاتا تو اسلام کا تصور انسانیت زیادہ مکمل اور واضح ہو کر سامنے آجاتا۔اسی طرح مغربی فلسفہ ہیومنزم کی بحث بھی تشنہ ہے، سنسکرت، فارسی اور ہندی شاعری کے تجزیہ کی ضرورت نہیں تھی۔اردو شاعری ہی کو موضوع بحث رہنا چاہیے تھا۔نظیر اکبرآبادی کو عموماً دبستان دہلی کا شاعر نہیں سمجھا جاتا ہے۔کتابت اور پروف ریڈنگ پر بھی خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی ہے مگر طباعت، کاغذ، جلد اور ٹائٹل دیدہ زیب ہے۔۲۸۰ صفحات کا یہ تحقیقی مقالہ اپنے منفرد موضوع کی وجہ سے ایک عمدہ اور قابل قدر کوشش ہے۔امید ہے کہ اس کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔

---

(۲)

اردو شاعری میں نئے تجربے

جناب علیم صبا نویدی صاحب

مرتبہ ڈاکٹر جاوید حبیب صاحب، صفحات ۲۹۴، قیمت پانچ سو روپے، سنہ اشاعت فروری ۲۰۰۲ء، ملنے کا پتہ۔ تمل ناڈو اردو پبلیکیشنز ۲۶/امیر النساء بیگم اسٹریٹ چنئی ۶۰۰۰۰۲

جناب علیم صبا نویدی صاحب اردو کے نامور ادیب و شاعر ہیں۔ اردو زبان و ادب کے مختلف موضوعات پر دو درجن سے زیادہ کتابیں اور مضامین ان کے قلم سے نکل چکے ہیں۔ ان کا شمار اردو ادب کے بڑے خدمت گزاروں میں ہوتا ہے۔ وہ تمل ناڈو میں اردو زبان و ادب کا چراغ روشن کیے ہوئے ہیں اور خاص طور سے یہ علاقہ ان کی تصنیف و تالیف اور تحقیق و تدوین کی توجہ کا مرکز ہے یہاں کے ادبا و شعرا اور علما وغیرہ کی خدمات پر وہ گراں قدر کتابیں لکھ چکے ہیں۔ زیر نظر کتاب ان کی تازہ پیش کش ہے، جسے ان کی لائق صاحب زادی ڈاکٹر جاوید حبیب نے مرتب کیا ہے۔ بیسویں صدی میں عالمی اور بعض علاقائی ادب کے زیر اثر مختلف اصناف سخن اور ہیئتوں کا اضافہ ہوا، اس کتاب میں انہیں کا تعارف و تجزیہ اور تجربہ کرنے والے اولین شاعروں اور ان کی کاوشوں کا مطالعہ کیا گیا ہے، ان میں جدید نظم، سانیٹ، ترائیلے، آزاد غزل، ہائیکو، غزل نما، تنکا اور رینکا، نثری غزل، ماہیا، تروینی، کہہ مکرینا، دوہا گیت، دوہا غزل، کنڈلیاں، دوہکا، دوپدے، تکونی، چوبولے، چھلے، نظمانے، ماہیا غزل، غزنم، غزلیہ، موشح نما، غزل، دوبیتی، لوری اور گیت وغیرہ شامل ہیں۔

ان ہیئتوں میں طبع آزمائی کرنے والے شعرا کی کاوشوں کا ایک عمدہ انتخاب بھی پیش کیا گیا ہے، جس میں خود مؤلف نے اپنے کلام کو بھی جگہ دی ہے، اس سے خود ان کی کاوشوں اور معاصر ادب پر ان کی گہری نظر اور وسیع مطالعے کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

ان ہیئتوں کے بارے میں نقادوں اورادب کے پارکھوں کے درمیان اختلاف رہاہے، نویدی صاحب نے ان کا ذکر بھی کیا ہے، یہاں یہ بات واضح کر دینی ضروری ہے کہ ان تجربات سے یقیناً اردو کا دامن وسیع ہوا ہے لیکن دوسری زبانوں کے اصناف سخن کی ہو بہو عکاسی ممکن نہیں لیکن ان اضافات اور تجربات کی بنیاد پر قدیم مقبول اور مروجہ اصناف سے صرف نظر اوران پر قدغن لگانا مثبت طریقہ کار نہیں ہے۔

بہرحال نویدی صاحب کی یہ تنقیدی وتالیفی کاوش اردو میں ایک نئے انداز کا مطالعہ ہے جس کے لیے وہ قابل ستائش اور لائق مبارک باد ہیں۔ البتہ اس میں بعض ایسے الفاظ کا استعمال ہوا ہے جو نویدی صاحب کے شایان شان نہیں، مثلاً افکارات، لچکیلا وغیرہ۔ بعض جملے سرے سے غلط ہیں جیسے نیا تشخص بخشنے کی کوششیں برسر پیکار ہوئیں (ص ۵۷) وغیرہ۔ کمپوزنگ کی بھی سیکڑوں غلطیاں ہیں جن میں بعض بڑی بھونڈی ہیں جیسے عش عش کی جگہ عشق عشق وغیرہ۔ آئندہ ایڈیشن میں ان کی تصحیح ضروری ہے۔

---

(۳)

اردو صحافت کا استغاثہ

جناب پروانہ رودولوی

سنہ اشاعت: اپریل ۱۹۹۴ء، صفحات-۹۶ قیمت ۶۰ روپے ملنے کا پتہ: حیا پبلشنگ ہاؤس پی او باکس نمبر ۴۰۹۳، نئی دہلی، ۱۱۰۰۱۷

جناب پروانہ رودولوی صاحب اردو کے معروف اور کہنہ مشق صحافی ہیں۔ ان کی پوری عمر اسی دشت کی سیاحی میں گذری ہے، صحافت کے ذریعہ انہوں نے اردو زبان وادب کی بھی بڑی خدمت کی ہے۔ زیر تبصرہ کتاب فن صحافت میں ان کے وسیع مطالعے اور عملی تجربات کا نچوڑ ہے۔ اس میں انہوں نے اردو صحافت کی ابتدا، اس کے قائدانہ کردار، کارناموں، عہد بہ عہد تبدیلیوں اور صحافت کے ساتھ ناروا سلوک وغیرہ پر بڑے مؤثر انداز میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ کتاب کا دیباچہ جناب شمس کنول

نے لکھا ہے اوراس کی ابتدا نپولین کے اس قول سے کی ہے کہ'' چار اخبار ایک ہزار سنگینوں سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں''۔

جناب پروانہ رودولوی صاحب نے موجودہ دور کے صحافیوں کی نفسیات کا جو تجزیہ کیا ہے وہ خاص طور پر بہت دلچسپ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اردو صحافت کے معیار کے سطحی اور غیر ذمہ دار ہونے کے بعض صحافی ذمہ دار ہیں لیکن اس میں حکومت وقت بھی حصہ دار رہی ہے۔ البتہ پروانہ صاحب کا یہ خیال کہ اردو صحافت ہی کی وجہ سے اردو زندہ ہے اور اردو صحافت ہی اردو ادب ہے۔ یہ کلیہ اور محض دعویٰ بلا دلیل اور ایک ذاتی اظہار خیال ہے، ہاں ماضی میں ایسی مثالیں ضرور ملتی ہیں جنہوں نے صحافت و ادب کو اس طرح شیر وشکر کیا کہ ان کے یہاں کسی ایک لیے امتیاز کرنا مشکل ہے۔ فاضل صحابی کا اسلوب مؤثر ہے مگر کہیں کہیں لب ولہجہ اور تبصرہ سخت ہوگیا ہے۔ یہ خیال کہ صحافت اللہ رب العزت کا محبوب ترین پیشہ ہے (ص ۵۳) مبہم سے زیادہ مہمل اور نامناسب ہے، کتاب کمپیوٹر کے ذریعہ لکھی گئی ہے احتیاط نہ رکھنے کی وجہ سے غلطیاں رہ گئی ہیں ۔ بہرحال یہ کتاب مفید، مؤثر، معلوماتی اور اردو صحافت کی تاریخ وتنقید میں اچھا اضافہ ہے۔ امید ہے دلچسپی سے پڑھی جائے گی۔

---

(۴)

تماشائی

جناب ڈاکٹر آدم شیخ صاحب

صفحات ۲۷۔ سائز ۲۲/ ۱۸۔ قیمت پچاس روپے۔ سنہ اشاعت طبع اول فروری ۲۰۰۰ء

ملنے کا پتہ: انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ۹۲۔ دادا بھائی نوروجی روڈ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۰۱

بہت کم لوگوں کو علم ہے کہ اردو غزل کے مشہور شاعر مجروح سلطان پوری مزاحیہ شاعری مجروحؔ کے بجائے تماشائی کے تخلص سے کرتے تھے، زیر نظر کتاب میں انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

بمبئی کے ڈائریکٹراورنوائے ادب کے مدیر جناب ڈاکٹرآدم شیخ صاحب نے مجروح سلطان پوری کی مزاحیہ شاعری کا بھرپور جائزہ لے کرواضح کیا ہے کہ وہ ایک بڑےاورمنفردغزل گوہونے کے ساتھ اسی درجہ کے مزاحیہ وفکاہیہ شاعربھی تھے۔ انھوں نے مجروح کی ایسی تمام نظموں کوآخرمیں جمع بھی کردیا ہے۔ یہ نظمیں روزنامہ انقلاب بمبئی میں شائع ہوئی تھیں۔

جناب آدم شیخ صاحب کومجروح سے خاص تعلق ہے جس کااندازہ ان کی کتابوں ''مجروح شخص اورشاعر''اور'' کائنات مجروح'' سے ہوتاہے۔اب اس تازہ کتاب سے انھوں نے مجروح کے شیدائیوں اوران کی زندگی پرتحقیقی کام کرنے والوں کے لیےایک اورمفید کاوش پیش کردی گئی ہے۔

---

(۵)

جذبی کی شاعری کاتنقیدی مطالعہ

ڈاکٹرنسرین رئیس خان

سنہ اشاعت۱۹۹۳ء، کتابت وطباعت عمدہ،صفحات ۱۳۶، قیمت: پچاس روپے

ناشر: رئیس کاٹج ۳۳ پارک اینڈ پریت وِیگرو کاس نگر، مارگ نئی دہلی

اردو میں ترقی پسندادبی تحریک کےابتدائی دورمیں جن شعرانے ادبی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کرحصہ لیاان میں معین احسن جذبی کا نام سرفہرست ہے۔انھوں نے غزلوں سے اپنی شاعری کا آغاز کیا۔جذبی کے ابتدائی کلام پراصغرفانی اورجگر کے اثرات محسوس ہوتے ہیں مگرجلد ہی انھوں نے دنیائے غزل میں اپناایک منفردمقام بنالیااور بقول خلیل الرحمٰن اعظمی ''ترقی پسندتحریک کےابتدائی دورکےنوجوان شعرامیں جذبی ہی ایک ایسے شاعرتھےجن کوغزل کےفن پرقابوتھا۔'' جذبی نےصرف غزلیں ہی نہیں کہی ہیں بلکہ شاعری کےمختلف اصناف میں طبع آزمائی کی ہے،ان کی چندنظمیں تواتنی مشہورہوئیں کہ گمان ہونے لگا کہ یہ نظموں کےشاعرہیں۔جذبی ترقی پسندتحریک سےوابستہ ضروررہے مگراس حلقے میں بھی اپنی وسیع النظری کی بناپرقابل تنقیدرہے۔

زیرنظر کتاب ان کی شاعری اور حالات زندگی پر مشتمل ہے معین احسن جذبی جیسے لوگوں پر اردوادب میں جس قدر کام ہونا چاہیے تھا افسوس ہے کہ نہیں ہوا، ڈاکٹر نسرین رئیس خان نے جذبی کواپنے مطالعے کا موضوع بنا کر اس کمی کو پر کرنے کی عمدہ کوشش کی ہے،اس کتاب میں انہوں نے جذبی کی سوانح اور شاعری کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی ہے۔کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔پیش لفظ میں مصنفہ کی ادبی زندگی کا تعارف اور جذبی سے متعلق کام کی تعریف ڈاکٹر تنویر احمد علوی کے قلم سے ہے۔مصنفہ کے قلم سے پیش گفت ہے اور باب اول میں ''بیسویں صدی میں اردو شاعری'' باب دوم میں ''بیسویں صدی میں جدید نظم'' باب سوم میں ''ترقی پسند تحریک کا اثر اردو شاعری'' (غزل اور نظم) پر روشنی ڈالی گئی ہے۔باب چہارم میں جذبی کے مختصر حالاتِ زندگی دیے گئے ہیں۔آخری باب میں جذبی کی شاعری پر بحث کی گئی ہے۔آخر میں کتابیات درج ہے۔

۱۳۶ صفحات پر مشتمل یہ کتاب جذبی کے حالات وشاعری پر کم اور جذبی سے متعلق غیر ضروری معلومات پر زیادہ مشتمل ہے۔ اگر مصنفہ نے جذبی کے حالات،شاعری، فنی قدر و قیمت اور افکار وخیالات کو واضح کرنے کی مزید کوشش کی ہوتی تو یہ کتاب اپنے موضوع کی ایک اچھی تحقیقی کاوش ہوتی۔

بہرکیف جذبی پر یہ کتاب کتابت وطباعت کی بعض خامیوں کے باوجود ایک اچھی تحقیقی اور تنقیدی کتاب ہے۔امید ہے اسے ادبی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

اسلامیات

(۶)

آزادی فکر ونظر اور اسلام

جناب مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب

صفحات ۱۲۶، قیمت ۴۰ روپے، سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء، ناشر: ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی

پان والی کوٹھی دودھ پور، علی گڈھ ۔۲۰۲۰۰۲

جناب مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب معروف عالم دین واہل قلم ہیں ۔ان کا مطالعہ وسیع اورنظر عمیق ہے۔اب تک ان کے قلم سے ایک درجن سے زیادہ کتابیں نکل چکی ہیں ۔زیرنظر کتاب ان کی نئی پیشکش ہے جس میں اس دور کے ایک اہم مسئلہ آزادی فکر ونظر کوموضوع بحث وتحقیق بنایا گیا ہے، فاضل مصنف نے اپنے گہرے مطالعہ سے کام لیتے ہوئے پہلے آزادی فکر ونظر کے حدود کا تعین کیا ہے پھراس سلسلہ میں اسلامی نقطہ نظر کی وضاحت کی ہے اور ہر پہلو سے تنقیدی جائزہ لے کر دکھایا ہے کہ جس قدر آزادی فکر ونظر کی ضرورت ہے اسلام اس کی پوری حمایت کرتا ہے مگر آزادی فکر ونظر کا جو تصور یورپ پیش کرتا ہے وہ اسلام کے تصور آزادی سے اگر متصادم ہے تو وہ لائق اعتنا نہیں ۔البتہ اس رد و قدح میں بعض مقامات پر فاضل مصنف کا قلم دفاعی محسوس ہوتا ہے۔

مولانا سلطان احمد صاحب اصلاحی اہل علم کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس منفرد موضوع پر قلم اٹھایا اوراس کا حق ادا کردیا۔

---

(۷)

اسلام خصوصیات اور عقائد

مترجم جناب مولانا حبیب ریحان خان ندوی

صفحات ۲۲۴۔ قیمت پچاس روپے سنہ طباعت ۱۹۹۵ء، ناشر دار التصنیف والترجمہ

رفیقہ اسکول روڈ، بھوپال ۴۶۲۰۰۱

زیر نظر کتاب مشہور مصری عالم شیخ محمد یوسف موسیٰ کی کتاب ''الاسلام وحاجۃ الانسانیۃ الیہ'' کے ابتدائی تین ابواب کا مشہور اہل قلم مولانا حبیب ریحان خاں ندوی ازہری کے قلم سے سلیس، رواں شگفتہ اور عام فہم اردو ترجمہ ہے۔

پہلے باب میں اسلام کی حقانیت، صداقت، اہمیت اور خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ دوسرے باب میں علم کلام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جس میں اس کی ابتدا، ارتقا، ذات باری کی معرفت اور ذات باری کے صفات وحدانیت، حیات، سمع وبصر، کلام ارادہ اور قدرت کے مباحث ہیں۔ اسی باب میں ہدایت وضلالت اور وعدہ وعید کا بھی ذکر ہے۔ تیسرے باب میں نبوت ورسالت اور آخرت کا بیان ہے، آخر میں فاضل مترجم کے قلم سے تین ضمیمے ہیں جس میں ایمان کی تعریف، فاسق اور دائمی عذاب نار کا مفہوم اور اسلامی توحید کے اصول بتائے گئے ہیں۔

کتاب کا انتساب علامہ شبلی کے نام ہے جس سے علامہ مرحوم کی دور حاضر میں معنویت ومقبولیت کے علاوہ فاضل مترجم کی عقیدت وشیفتگی کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔

یہ کتاب اپنے موضوع ومباحث کے لحاظ سے وقیع اور اہم ہے۔ فاضل مترجم کے مفید حواشی سے کتاب کی افادیت اور بڑھ گئی ہے۔ امید ہے کہ اس کی پذیرائی شایان شان ہوگی۔

---

(۸)

اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات

حضرت مولانا مجیب اللہ ندوی، سنہ اشاعت ۱۹۹۸ء، صفحات ۱۹۴، قیمت ۸۰/ روپئے، ملنے کا

پتہ: ندوہ التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد، رشادنگر اعظم گڑھ، یوپی

علماء کبار کی موجودہ صف اولین میں استاذ نا حضرت مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب مدظلہ العالی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ سیرت نگار رسول اعظمؐ علامہ سید سلیمان ندویؒ کے تلامذہ وفیض یافتگان میں سے ہیں، ان کا قلم دبستان شبلی کا ترجمان ہے۔

عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق جدید اسلوب میں موضوعات اسلامی پر ان کی تحریریں مقبول ومفید ثابت ہوئی ہیں۔ زیرنظر کتاب اسی فہرست میں شامل ہے جس میں انھوں نے اسلام کے آفاقی نظام اور بین الاقوامی اصول وتصورات کو قرآن واحادیث اور تاریخ ورجال وسیر کی روشنی مین تفصیل سے بیان کیا ہے، اپنے موضوع کے لحاظ سے اغلباً یہ پہلی کتاب ہے جو اردو زبان میں لکھی گئی اور شاید عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں میں بھی اسے شرف اولیت حاصل ہے۔

اصلاً یہ حضرت مولانا موصوف کا وہ مقالہ ہے جسے انھوں نے آج ۴۱ برس پہلے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں طلبہ یونین کی دعوت وفرمائش پر ڈاکٹر یوسف حسین خاں کی صدارت میں پیش کیا تھا، ۱۹۸۸ء میں سید محمد متین ہاشمی نے اسے دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور سے شائع کیا، ہندوستان میں یہ کتاب دستیاب نہ تھی، اس لئے اب اس کا دوسرا ایڈیشن ندوۃ التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ نے شائع کیا ہے، اس میں جابجا مولانا موصوف نے مفید حواشی کا اضافہ کیا ہے جس سے اس کی افادیت پہلے ایڈیشن کے مقابلہ میں اور زیادہ بڑھ گئی ہے، ضرورت ہے کہ اس کا ہندی وانگریزی میں ترجمہ بھی شائع کیا جائے تاکہ اس کی افادیت اور عام ہوسکے۔

امید ہے کہ اب اس کتاب کی عدم دستیابی کا شکوہ نہ ہوگا۔

---

(۹)

اسوۂ حسنہ

مولانا مجیب اللہ ندویؒ

صفحات ۵۴۲۔ قیمت ۱۳۰روپئے، ملنے کا پتہ: ندوۃ التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد
اعظم گڑھ ۲۷۶۰۰۱ (یوپی)

اسلامی فقہ اور دو درجن علمی و تحقیقی کتابوں کے مصنف حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی مدظلہ، کی ایک اہم نئی کتاب ''اسوۂ حسنہ'' کے نام سے شائع ہوکر بازار میں آگئی ہے جسے ہر مسلمان کو پڑھنا چاہیے، اردو زبان میں کوئی کتاب اس انداز سے اس سے پہلے نہیں لکھی گئی۔ انشاءاللہ اس کا مطالعہ بہت سی کتابوں سے بے نیاز کردے گا، اس کی حیثیت ماخذ کی ہے۔ اس میں ہر عنوان کی تفصیل کے لیے پہلے قرآن پاک کی آیتیں لائی گئی ہیں، پھر ارشادات نبوی کی روشنی میں اس کی وضاحت کی گئی ہے اور پھر اسوۂ نبوی اور اسوۂ صحابہ سے اسے مزین کیا گیا ہے گویا یہ قرآن پاک کی موضوعاتی تفسیر بھی ہے اور ارشادات نبوی کا خزانہ بھی ہے اور اسوۂ نبوی اور اسوۂ صحابہ کا مرقع بھی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اسلامی تاریخ اور اسلامی تہذیب کا نمونہ بھی۔ علمی سنجیدگی، عقلی ونقلی دلائل کے ساتھ اس کی زبان اور انداز بیان اتنا آسان ہے کہ خواص وعوام دونوں اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اس کا پہلا حصہ تاج کمپنی دہلی سے شائع ہو چکا ہے۔ دوسرا حصہ زیر ترتیب ہے، پہلے حصہ میں عقائد وعبادات اور جہاد فی سبیل اللہ کی مذکورہ بالا ماخذ کی روشنی میں تفصیل ہے اور دوسرے حصہ میں معاشرت اور معاملات پر بحث ہے۔ یہ مولانا محترم کی تین سالہ کاوش اور گہرے مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ اہل ذوق اس کتاب کو تاج کمپنی دہلی سے منگا سکتے ہیں۔ ندوۃ التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد سے بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔

---

(۱۰)

امت مسلمہ

رہبر اور مثالی امت: ماضی وحال کے آئینے میں

جناب مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی

صفحات ۲۰۵، قیمت ۷۰/ روپئے، سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء، کتاب وطباعت مناسب

ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، پوسٹ بکس نمبر ۱۹۹ ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ یوپی

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں انسانوں کی رہبری ورہنمائی کرتا ہے۔ امت مسلمہ اسی پر عمل پیرا ہوکر معراج کمال تک پہنچی اور مثالی امت قرار پائی۔ اس کی متعدد خصوصیات ہیں سب سے بڑی خصوصیت اعتدال وتوازن اور میانہ روی ہے۔ زیر نظر کتاب میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے قرآن وسنت اور تاریخ وسیر کی روشنی میں امت مسلمہ کا مقام ومنصب، امتیازات وخصوصیات، تہذیب وتمدن اور اس کے غیر معتدل رجحانات، اس کے مضمرات، مسلمانوں کی اثر پذیری وغیرہ متعدد موضوعات پر بحث کی ہے اور اسلامی معاشرہ کو درپیش خطرات کی بھی نشان دہی کی ہے۔ مسلمانوں کے موجودہ حالات اور ان کی علمی وعملی کمزوریوں کی بھی فاضل مصنف نے وضاحت کی ہے اور آخر میں اس کے علاج کی تدبیریں بھی بیان کی ہیں۔ ان تمام مباحث سے یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ امت مسلمہ جب تک اپنے منصب ومقام پر فائز رہی اور اس کو نباہا تب تک رہبر ومثالی امت رہی لیکن جب وہ اپنی ذمہ داریوں کو فراموش کرنے لگی تو زوال اور انحطاط سے دوچار ہوئی اور اگر وہ آج بھی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرے تو پھر مثالی اور نمونہ بن سکتی ہے، اس اہم اور مفید تصنیف کے لیے ہم حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی مدظلہ کے شکرگزار ہیں۔

یہ کتاب اصلاً مولانا کے عربی مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس کے بعض مضامین بین الاقوامی سمیناروں میں پیش کیے گئے تھے۔ یہ کتاب انہیں کا اردو ترجمہ ہے۔ ترجمے کی زبان عموماً متن سے

کمزور ہوتی ہے۔ یہ ترجمہ بھی اسی طرح کا ہے۔

---

(۱۱)

ایمان وعقیدہ

حضرت مولانا مجیب اللہ ندوی

طبع اول ۱۹۹۸ء صفحات ۱۴۱، قیمت ۴۰ روپے، ملنے کا پتہ: ندوۃ التالیف والترجمہ
جامعۃ الرشاد، رشادنگر، اعظم گڑھ (یوپی)

استاذی المحترم مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی کا شمار ملک کے صف اول کے اہل قلم میں ہوتا ہے ۔ وہ ندوۃ العلماء کے نامور فرزند اور علامہ سید سلیمان ندوی کے شاگرد ہیں۔ ان کی ہشت پہل شخصیت کا سب سے تابناک اور روشن پہلو تصنیف وتالیف ہے۔ اب تک ان کے قلم سے تقریباً دو درجن کتابیں نکل کر اہل علم وفکر سے داد تحسین حاصل کرچکی ہیں، خاص طور سے کتاب اسلامی فقہ۔ جس کے اب تک دسیوں ایڈیشن طبع ہوچکے ہیں زیر نظر کتاب ایمان وعقیدہ اسی بے حد مقبول کتاب کا ایک باب ہے جسے مزید ترمیم واضافہ کے بعد افادہ عام کی خاطر ندوۃ التالیف نے علاحدہ کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔

اس میں ایمان وعقیدہ اور اس کے ارکان واجزا یعنی توحید، آخرت اور رسالت کے مباحث کا بیان ہے۔ عقائد کے مفہوم کی وضاحت کے بعد شرک وبدعت، قبر پرستی، نفس پرستی، اور موجودہ زمانے کے نئے مظاہر شرک وبدعت اور ان کے مضمرات کی نشان دہی گئی ہے۔ تصور آخرت کے ساتھ عقیدہ آخرت کی اہمیت اور مابعد موت کے دواہم مراحل عالم برزخ اور جنت وجہنم کا بھی تفصیل سے ذکر ہے۔ آخر میں تصور رسالت کو دلنشیں انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ مولانا مدظلہ نے اس نکتہ پر خاص توجہ مرکوز کی ہے کہ رسالت کا واسطہ نہ ہوتو توحید وآخرت کے صحیح تصور سے آشنا نہیں ہوا جاسکتا۔

اس موضوع پر اردو میں تحریروں کی کمی نہیں مگر مولانا مدظلہ نے نقلی دلائل کے ساتھ عقلی دلائل اور اپنے منفرد دلنشیں اور مؤثر انداز تحریر اور اسلوب نگارش سے کتاب کی اثر انگیزی اور افادیت میں کئی

گنا اضافہ کردیا ہے۔ اسے ہر مسلمان کو ضرور پڑھنا چاہیے بلکہ اس کا ہر مسلمان کے گھر میں موجود ہونا ضروری ہے، اگر اس کا ہندی اور انگریزی میں ترجمہ ہو جائے تو یہ غیر مسلموں کے لیے ایک اچھا تحفہ ہوگا۔

---

(۱۲)

ایمانی اعمال

محمد ریاض الدین احمد

صفحات ۵۷، قیمت پندرہ روپے، سنہ اشاعت ۱۹۹۸ء، ملنے کا پتہ: ۲/۱/۸۲۲

نوراللہ روڈ (وصی آباد) الہ آباد، یوپی

یہ کتابچہ بقول مرتب دینی تعلیمی کونسل کے منصوبہ ترویج القرآن کا حصہ اور بچوں کی ذہنی تربیت کے لیے ایک تیز رفتار کورس ہے۔ مرتب نے آسان زبان میں عبادت کے موضوع پر قرآن و احادیث کا ترجمہ نقل کر کے بچوں کی تربیت کا سامان فراہم کیا ہے اور اس کے ذریعہ قرآن کی روح اور پیغام کو عام کرنے کی مبارک کوشش کی ہے۔ خدا انہیں کامیابی سے ہمکنار کرے۔

---

(۱۳)

ایمان کے تابندہ نقوش

ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی

سنہ اشاعت: ۲۰۱۰ء، صفحات ۲۵۶، قیمت: بلا قیمت

ناشر: ندوۃ التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ، ۲۷۶۰۰۱

اہل علم ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی سے بخوبی واقف ہیں۔ وہ ندوۃ العلماء کے ممتاز فرزند، دارالمصنّفین کے سابق رفیق اور متعدد بلند پایہ کتابوں کے مصنف ہیں جس میں تبع تابعین، علامہ سید سلیمان ندوی شخصیت وادبی خدمات، ایمان ویقین کی باتیں اااور حقیقت ایمان خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پچاس سے زاید اہم علمی، ادبی، تحقیقی، تنقیدی اور مذہبی مقالات موقر رسائل معارف، برہان، الفرقان، فاران، جامعہ اورالرشاد وغیرہ میں شایع ہو چکے ہیں۔ ان کا ایک خاص اسلوب نگارش ہے۔ جس میں بڑی دلآویزی اور کشش ہے۔ اور قاری اس کے سحر میں کھو جاتا ہے۔ خود مجھ پر یہی اثر پڑا۔

زیر نظر کتاب ان کی ایک بڑی اہم پیش کش ہے۔ اس میں انہوں نے تاریخ وتذکرہ کی کتابوں سے بصائر وعبر کے سیکڑوں اہم، سبق آموز، بصیرت افروز اور حرارت ایمانی میں ترقی پیدا کرنے والے واقعات خوب صورت انداز میں یکجا کئے ہیں۔

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہماری پندرہ سوسالہ اسلامی تاریخ میں دعوت و عزیمت کے جو واقعات پیش آئے اور اہل عزیمت نے حق وراستی، جرات وبے باکی، فروتنی خاکساری، عزم وحوصلہ، ایمان ویقین، سخاوت وفیاضی کے جو نمونے پیش کئے اس کا ایک عمدہ مرقع سامنے آ گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کا دنیا میں جو وقار قایم ہوا وہ دراصل انہیں نفوس قدسیہ کے عزم وحوصلہ بلکہ جرات رندانہ کی بدولت وقوع پذیر ہوا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ آج بھی آگ کو انداز گلستاں پیدا کرنے کے لئے اسی براہیمی ایماں کی ضرورت ہے۔

یہ کتاب تاریخ وتذکرہ کی سیکڑوں کتابوں کا نچوڑ ہے۔ اس سے فاضل مصنف کے وسیع مطالعے اور تاریخ اسلام پر گہری نظر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے شروع میں اپنی اہلیہ مرحومہ کا بڑا دلدوز نثری مرثیہ لکھا ہے جن کے ایصال ثواب کے لئے یہ کتاب شایع کی گئی ہے۔ اللہ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت نعیم عطا فرمائے۔ آخر میں دیوبند کے ایک سفر کی روداد ہے۔ اس عمدہ اور بصیرت افروز کتاب کے لئے ہم فاضل مصنف کے نہ صرف شکر گذار بلکہ ان کی صحت اور درازی عمر کی دعا کرتے ہیں۔

---

(۱۴)

حقائق اسلام

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی صاحب

صفحات: ۲۱۶، قیمت ۵۰ روپے، سنہ اشاعت ۲۰۰۴ء، ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز
ڈی ۳۰۷، دعوت نگر ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

اسلام دشمن قوتوں نے ہر دور میں اسلام کو ہدف تنقید وتنقیص بنایا اور خاص طور سے اسلامی عقائد، عبادات، معاملات، تعلیمات نیز مسلمانوں کے پیغمبر ان کی سیرت طیبہ، ان کی کتاب اوران کے علوم وفنون، تاریخ وتہذیب اور تمدن پر ہر طرح کے ناروا، رکیک اور بے سراپا الزامات واعتراضات وارد کیے اور اسلام کو ظلم وجبر کا مذہب اور مسلمانوں کو ظالم وجابر ثابت کرنا چاہا، ان الزامات کے پس پشت ان کے اپنے مفادات تھے، اپنے مذہب کی برتری، خود کو امن عالم کا علم بردار ثابت کرنا اور اپنی تاریخ وتہذیب کی بالا دستی دکھلانی مقصود تھی، مگر علمائے اسلام اور محققین نے ان کے مدلل اور شافی جوابات دیے اور ہر طرح سے ان کی بیخ کنی کی۔

زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، اس میں قرآن پاک، سیرت نبوی، اسلامی عبادات، شعائر اسلامی اور اسلامی تہذیب وتمدن کے مختلف گوشوں پر مشرکین، منکرین ومخالفین اسلام اور مستشرقین نے جو اعتراضات والزامات عائد کیے ہیں ان کا علمی اور معروضی انداز میں جائزہ لے کر ان کی تردید کی گئی ہے، ان کے دلائل کی بے ثباتی دکھلائی گئی ہے، اسلامی اصول واحکام اور تعلیمات کی صداقت وحقانیت واضح کی گئی ہے اور مخالفین کے اعتراضات والزامات کی بے سروپائی اس طرح ثابت کی گئی ہے کہ ۔

الزام ہم ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

فاضل مصنف نے مخالفین کے اعتراضات کے اسباب بھی بیان کیے جس سے اپنی کوتاہی

کا بھی احساس ہوتا ہے،اس کے تدارک کی جوصورتیں انہوں نے بیان کی ہیں وہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔(۱)مسلمان اسلام کا سچانمونہ نہیں (۲) غیر مسلموں سے اختلاط اور ربط بڑھایا جائے (۳) مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دیے جائیں۔

کتاب کے چند اہم مباحث کے عنوانات سے اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے،قرآن اللہ کا کلام۔عصر حاضر میں قرآن کی معنویت۔کیا قرآن مخالفین سے لڑنے اورانہیں قتل کرنے کا حکم دیتا ہے۔؟ کثرت ازواج کے مصالح۔حضرت عائشہ کی کم سنی۔نکاح زینبؓ کا واقعہ۔خانۂ کعبہ کی اہمیت و مرکزیت۔حجراسود کی حقیقت۔پردہ کی حکمت۔طلاق اور حلالہ۔حقوق حیوانات۔گوشت خوری وغیرہ۔

بلاشبہ فاضل مصنف نے کتاب بڑی دیدہ ریزی سے لکھی ہے۔ان کی نظر دینی علوم بالخصوص قرآن وحدیث اوراسلامی تاریخ پر بڑی گہری ہے۔اس کا اندازہ کتاب کے صفحہ صفحہ اور سطر سطر سے ہوتا ہے،موجودہ دور کے پس منظر میں انہوں نے جومفید مشورے دیے ہیں ان پر عمل پیرا ہوکر مخالفین کے الزامات واعتراضات کے موجودہ طوفان سے نپٹا جاسکتا ہے،فاضل مصنف اس مفید کاوش کے لیے اہل علم کے شکریہ کے مستحق ہیں۔اس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے تا کہ وہ حقائق اسلام سے واقف ہوکر مخالفین کے بے سروپا الزامات کا صحیح اور شافی جواب دے سکیں۔

---

(۱۵)

دلوں کی خیر

جناب اکرام اللہ

صفحات ۱۹۸، قیمت،تاریخ اشاعت: جولائی ۱۹۹۳ء

ملنے کا پتہ: اودھ بک سینٹر لکھنؤ (یوپی)

اس کتاب میں مصنف نے دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی اسلحہ سازی،ذخیرہ اندوزی،اوراس کی خریدوفروخت،نیوکلیائی اور کیمیاوی جنگوں کے خطرات اوراس کے نقصانات اور عالمی غریبی ومفلسی

کا ذکر بڑے ہی دلدوز اور عبرت انگیز طریقے سے کیا ہے اور بتایا ہے کہ ایک طرف ضروریات زندگی خوراک، پانی، کپڑا، مکان اور دوالوگوں کو میسر نہیں ہے اور دوسری طرف انسانوں کا قیمتی سرمایہ اسلحہ سازی، ذخیرہ اندوزی اور جنگوں پر صرف کیا جاتا ہے۔

مصنف نے یہ بھی بتانے کی کوشش کی ہے کہ دنیا اس وقت جس سراب کے پیچھے ترقی و کامیابی کے نام پر بھاگ رہی اور جسے اصل کامیابی سمجھ رہی ہے وہی دراصل تباہی و بربادی کا ذریعہ ہے۔

فاضل مصنف نے دنیا کے مختلف حصوں میں اب تک ہونے والی جنگوں کے مصارف، افواج کے اخراجات، مہلک ہتھیاروں کے بے جا استعمال کے نقصانات اور ہلاک ہونے والے سپاہیوں کے اعداد و شمار سے یہ ثابت کیا ہے کہ جدید اسلحہ سازی انسانیت کے لیے کس قدر مہلک اور خطرناک ہے۔

جناب اکرام اللہ صاحب ستائش کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھا کر لوگوں کو دعوت غور و فکر کا سامان مہیا کیا۔

کتاب میں کتابت کی بہت سی غلطیاں ہیں جنہیں درست کرنا نہایت ضروری ہے لفظ ذخیرہ حرف زا سے لکھا گیا ہے، کتابت کی ان معمولی غلطیوں کے باوجود اس کتاب کا مطالعہ ہر شخص کو کرنا چاہیے۔ امید ہے کہ اسے قدر کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔

---

(۱۶)

دینی تقاریب کا گلشن

مرتبین حافظ نعیم الظفر نعمانی و حافظ زبیر احمد ملی

صفحات ۸۸، قیمت ۲۰ روپے، سنہ اشاعت جون ۲۰۰۱ء، ملنے کا پتہ: مکتبہ عامرہ ۴۵۵ بیل باغ مالیگاؤں، مہاراشٹر

حضرت مولانا محمد حنیف ملی مرحوم نامور عالم دین، خطیب اور اہل قلم تھے۔ انہوں نے متعدد علمی، دینی اصلاحی اور مذہبی تحریریں یادگاریں چھوڑی ہیں۔ زیر نظر کتاب میں ان کا ایک انتخاب پیش

کیا گیا ہے۔ اس میں ہجرت، شہادت، نکاح، عیدالفطر، قربانی اور بعض دوسرے مذہبی موضوعات پر مختصر مضامین شامل ہیں۔ اس کا مطالعہ افادیت سے خالی نہیں۔ اس کے لیے مرتبین بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔

---

(۱۷)

شاہراہ حیات

جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب

طبع اول ۱۹۹۶ء، صفحات ۳۶۸، قیمت پچاس روپیے، ملنے کا پتہ: دانش بک ڈپو، ٹانڈہ ضلع امبیڈکرنگر (یوپی)

زیرنظر کتاب علامہ نووی کی مشہور کتاب ریاض الصالحین کا اردو ترجمہ وتلخیص ہے البتہ نکاح اوراس کے متعلقات کا بیان مشکوۃ المصابیح سے ماخوذ ہے۔ ریاض الصالحین کے کئی ترجمے ہو چکے ہیں، اس کے باوجود یہ ترجمہ وتلخیص ایک اچھی کوشش ہے جس کے لئے مولانا محمد اسماعیل صاحب (باغ نگربستی) مبارک باد کے مستحق ہیں۔ امید ہے کہ اس سے بھرپور استفادہ کیا جائے گا۔

---

(۱۸)

علم وحکمت کا خزانہ (حصہ اول)

جناب مولانا سرفراز احمد صاحب قاسمی

صفحات ۱۵۲، قیمت ۴۰ روپے، سنہ اشاعت درج نہیں، ملنے کا پتہ: سرفراز احمد قاسمی خادم جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ مبارک پور، اعظم گڑھ یوپی ۲۷۶۴۰۱

اس میں مختلف علمی وعملی اور مذہبی موضوعات پر لائق مصنف نے معلومات جمع کر دیے ہیں اور

انہیں بجا طور پر علم وحکمت کا خزانہ قرار دیا ہے۔ البتہ اس خزانے کی کوئی کنجی نہیں۔ ظاہر ہے کہ علم وحکمت کے خزانے سے اسی وقت فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے جب اس کی کوئی کلید ہو۔

---

(۱۹)

کاروانِ فکر، جلد اول

جناب مولانا عزیز الحسن صدیقی صاحب

صفحات ۲۴۰، قیمت ۶۰ روپے، سنہ اشاعت درج نہیں، ملنے کا پتہ: مکتبہ حسن زیر قلعہ ضلع غازی پور (یوپی) پن کوڈ ۲۳۳۰۰۱۔

یہ کتاب تذکرہ مشاہیر غازی پور اور شمع آزادی کے پروانے کے فاضل مصنف اور مدرسہ دینیہ غازی پور کے ناظم جناب مولانا عزیز الحسن صدیقی صاحب کے چند متفرق مضامین اور شذرات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے وقتاً فوقتاً قلم بند کیے اور تذکیر میں شائع ہوئے، بعض مضامین سمیناروں میں پیش کیے گئے اور بعض غیر مطبوعہ ہیں۔

یہ مضامین ملک وملت کے اہم مسائل پر مشتمل ہیں، ان میں اردو، تحریک آزادی، اس میں مسلمانوں بالخصوص علماء کا کردار، خواتین کی حصہ داری، بابری مسجد کا قضیہ وشہادت، مسلمانوں کی تعلیمی پستی وزبوں حالی، اس کے اسباب، مسلمانوں کی دین وملت سے دوری وغفلت، جہالت، ذلت ونکبت، علما کی ناقدری، بے حسی، حکومت کی زیادتیاں اور تعصب، فرقہ وارانہ فسادات، برادران وطن کے پست جذبات وخیالات، مولانا وحیدالدین خان کے ہفوات، مسلمانوں کے درپیش مسائل وچیلنج اوران کا حل وغیرہ موضوعات پر فاضل مصنف نے انتہائی درد وسوز کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ محض ان کی تحریر نہیں بلکہ خون کے آنسو ہیں جو ملت کی زبوں حالی، پستی اور بے وزنی پر بے ساختہ بہے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ مسلمان بیدار ہوں، تعلیم حاصل کریں، چیلنجوں کا

مقابلہ کریں، اپنے کھوئے ہوئے منصب ووقار کو حاصل کریں اوراس روئے زمین پران کی حیثیت کسی سے کم نہ ہو۔

انہوں نے ملکہ برطانیہ کی تقریر قصر بکنگھم کے حوالے سے عالم اسلام کو جھنجھوڑا ہے، ان کے ناپاک عزائم سے ہوشیار رہنے کی تلقین کی ہے اور مسلمان حکمرانوں کی بے حسی اور تعیش پسندی کو واضح کرتے ہوئے اسے سم قاتل قرار دیا ہے۔

ایک مضمون میں شیخ طریقت حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کا تذکرہ ہے، ایک دوسرے مضمون میں انصاف پسند پولیس آفیسر، ہندی ادیب، فرقہ وارانہ فسادات اور پولیس اور ناول شہر میں کرفیو کے مصنف جناب وبھوتی نرائن رائے کے افکار وخیالات اوران کی حق گوئی و بے باکی کی تعریف کی ہے، مجموعی طور سے یہ کتاب تحریک آزادی میں مسلمانوں کے کردار اور پھر تقسیم وطن اورآزادی کے بعد مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں ناانصافیوں اور سازشوں کے ذکر پر مشتمل ہے، اس میں قوم کا مرثیہ بھی ہے اور روشن مستقبل کی امیدیں بھی، مسلمانوں کی کاہلی، سستی، بے تدبیری علم وفن سے دوری کا تذکرہ بھی ہے اوران کے درد کا درماں بھی، غرض درد بھی ہے، علاج بھی ہے، دریا بھی ہے ساحل بھی ہے۔ اس کا واضح مقصد یہ ہے کہ کسی طوفان کے ذریعہ بحر کی موجوں میں اضطراب پیدا ہو جائے۔

فاضل مصنف کا اسلوب نگارش شستہ وشگفتہ ہے ایک ایک بات دل میں اترتی چلی جاتی ہے، انتہائی خلوص اور دردمندی کے ساتھ لکھے گئے یہ مضامین تازیانہ ہیں، عبرت ونصیحت کا مرقع ہیں، اس کے مطالعہ سے یقیناً بیداری، ہوش مندی اور ساحل مراد تک پہنچنے کا عزم وحوصلہ پیدا ہوگا۔ اسے ہر شخص کو ایک بار ضرور پڑھنا چاہیے، اس کی افادیت کی ضمانت دی جاسکتی ہے۔

---

(۲۰)

مکارم اخلاق

جناب مولانا انیس الرحمٰن صاحب قاسمی

صفحات ۲۷، قیمت آٹھ روپے، سنہ اشاعت ۱۹۹۴ء، ناشر مرکز نشریات پھلواری شریف پٹنہ

زیر نظر کتابچہ جناب مولانا انیس الرحمٰن صاحب قاسمی نائب قاضی امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کی مفید تحریروں کا مجموعہ ہے۔ اس میں انہوں نے سلام، ملاقات، گفتگو، دخول مکان، مجلس، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، مہمانی ومیزبانی، عیادت وتقریب وغیرہ معاشرتی آداب اور طور طریقوں کے اسلامی احکام بیان کیے ہیں۔ یہ مفید کتابچہ ہر شخص کے مطالعہ کے لائق ہے۔

اشاریے

(۲۱)

اشاریہ ماہنامہ الرحیم حیدرآباد

جناب ڈاکٹر سفیر اختر صاحب

صفحات ۷۶، قیمت: سو روپے، سنہ اشاعت جون ۲۰۰۴ء ناشر دار المعارف، لوہسر شرفو

واہ کینٹ، روالپنڈی، پاکستان

ٹھٹھ سندھ کی ایک نیک دل، خدا رسیدہ اور علم نواز خاتون بی بی زینب النساء نے ۱۹۴۶ء میں ۱۱۳۵/۱ ایکڑ زمین اپنے خسر سید محمد رحیم شاہ کے نام پر وقف کی۔ جس کا بنیادی مقصد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے افکار وتعلیمات اوران کے فلسفہ وحکمت کی ترویج واشاعت تھا۔ چنانچہ ۱۹۶۲ء میں اس وقف کے تحت مشہور مصنف ومؤرخ شیخ محمد اکرام کی کوششوں سے شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ کا قیام عمل میں آیا اوراس کا ترجمان ماہنامہ الرحیم جاری ہوا۔ یہ خاص طور پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے افکار وخیالات، تعلیمات فکر وفلسفہ اوران کے کارناموں پر علمی وتحقیقی مضامین ومقالات پر مشتمل ہوتا تھا۔ جنوری ۱۹۶۳ء سے اکتوبر ۱۹۶۵ء تک اس کی اشاعت جاری رہی۔ زیر نظر کتاب اسی ماہنامہ الرحیم کا اشاریہ ہے۔

یہ اشاریہ تین حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصہ میں مختلف موضوعات پر شائع ہونے والے مقالات کا شمار ہے۔ دوسرے حصہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ان کے کارناموں تصنیفات و تالیفات، تراجم، افکار وخیالات اوران کے خانوادے سے متعلق مقالات کی تفصیل ہے۔ تیسرے حصہ میں متفرقات یعنی شاہ ولی اللہ اکیڈمی، ماہنامہ الرحیم اور کانفرنس وغیرہ کی اطلاعات وغیرہ سے متعلق تحریروں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ آخر میں پورے اشاریے کا ایک جامع اشاریہ ہے۔

فہرست شماری اور کتابیات سازی کی اہمیت وافادیت سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ یہ اشاریہ بھی اس لحاظ سے اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں خاص طور سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے

متعلق تحریروں کا احاطہ ہوگیا ہے،اس کے فاضل مرتب جناب ڈاکٹر سفیر اختر صاحب بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد کے ادارہ تحقیقات اسلامی سے وابستہ اور کئی اہم کتابوں کے مصنف ہیں۔ برصغیر کی اسلامی تاریخ پر ان کی گہری نظر ہے۔اس کام کے لیے وہ اہل علم کے شکریہ کے مستحق ہیں۔

---

(۲۲)

اشاریہ ششماہی علوم القرآن علی گڑھ

ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی صاحب

صفحات ۵۶، قیمت بیس روپے، سنہ اشاعت ۲۰۰۵ء ملنے کا پتہ: ادارہ علوم القرآن

پوسٹ بکس نمبر ۹۹، سرسید نگر، علی گڑھ، ۲۰۰۲ء

فلاح اور کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ قرآن پاک سے بہر صورت رشتہ استوار رکھا جائے، اور اس کے علوم و اسرار اور معارف کا فیضان عام کیا جائے، اس مقصد کے حصول کے لیے علی گڑھ میں ادارہ علوم القرآن کا قیام عمل میں آیا اور اس کا ترجمان ششماہی علوم القرآن جاری ہوا۔ گذشتہ بیس سالوں میں اس رسالہ نے قرآنیات پر بیش بہا قیمتی اور فکر انگیز مضامین و مقالات شائع کیے ہیں۔

علوم القرآن، تعلیمات قرآن، تفاسیر مفسرین، تفسیر و تاویل اور دوسرے قرآنی موضوعات پر سیر حاصل مقالات کی اشاعت کے لیے یہ رسالہ امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔ مقالات کے علاوہ قرآنیات سے متعلق متعدد کتب کا جائزہ، دنیا بھر میں قرآنیات پر ہونے والے کام کا ذکر، مسابقۂ قرآن، تجوید و قرأت کی کتابوں اور دوسری سرگرمیوں کی تفصیلات بھی اس میں شائع ہوتی رہی ہیں، افادیت کے پیش نظر ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی صاحب نے اس کا اشاریہ تیار کیا ہے کہ اس سے علوم القرآن سے استفادے کی راہ اور ہموار ہوگئی ہے۔

یہ موضوعاتی اشاریہ ہے، علوم القرآن کے مستقل عنوانات اور موضوعات کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، مگر اشاریہ سازی کے اصولوں کا اگر لحاظ

رکھا گیا ہوتا تو اس کی افادیت اور بڑھ جاتی۔ باوجود اس کے یہ اہل علم بالخصوص علماء کے لیے بے حد مفید ہے۔ ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی صاحب ممتاز عالم، اہل قلم، اور مورخ ہیں۔ قرآن پاک سے انہیں بڑا لگاؤ ہے۔ زیر نظر اشاریہ بھی اسی کا مظہر ہے، ورنہ یہ کام وہ کسی طالب علم سے بھی لے سکتے تھے۔

---

(۲۳)

اشاریہ معارف

جناب سہیل شفیق صاحب

صفحات: ۵۴۲، قیمت: ۵۵۰ روپے، سنہ اشاعت: اپریل ۲۰۰۵ء

ملنے کا پتہ: قرطاس پوسٹ بکس نمبر ۸۴۵۳۔ کراچی یونیورسٹی، کراچی

ماہنامہ معارف اعظم گڑھ اردو کا سب سے اہم اور معیاری علمی و تحقیقی رسالہ ہے۔ اسے علامہ شبلی کی خواہش کے مطابق جولائی ۱۹۱۶ء میں مولانا سید سلیمان ندوی نے جاری کیا۔ تقریباً ایک صدی سے یہ مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ اس کی ایک طویل اور شان دار تاریخ ہے۔ جس پر متعدد اہل قلم نے روشنی ڈالی ہے، تاہم اب بھی تفصیلی جائزے کی ضرورت باقی ہے۔

علم و فن کا شاید ہی کوئی ایسا گوشہ ہو جس پر معارف میں اظہار خیال نہ کیا گیا ہو۔ اس حیثیت سے وہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام سے کم نہیں۔ علامہ اقبال نے ایک خط میں لکھا تھا کہ "اس سے حرارت ایمانی میں تازگی پیدا ہوتی ہے"۔

معارف کی افادیت کے پیش نظر ضرورت تھی کہ اس کا اشاریہ مرتب کیا جائے، تاکہ اس کے صفحات میں محفوظ سرمایۂ علم و فن سے بہ آسانی استفادہ کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں اب تک کئی کوششیں ہو چکی ہیں۔ سب سے پہلے ڈاکٹر عابد رضا بیدار نے اس کی طرف توجہ دی اور ۱۹۱۶ء سے ۱۹۷۰ء تک اشاریہ مرتب کر کے شائع کیا۔ اس کی ترتیب موضوعاتی ہے۔ معارف کے بعض مستقل کالم مثلاً وفیات وغیرہ کو بھی موضوع میں شامل کیا گیا ہے۔ ان کے نمبر شمار کی بنیاد پر اشاریۂ مصنّفین درج کیا گیا ہے۔

آخر میں اشاریے کا بھی ایک اشاریہ ہے۔

اس اشاریہ میں گو بعض اہم شذرات کا ذکر مختلف موضوعات کے ضمن میں کیا گیا ہے تاہم مجموعی اعتبار سے شذرات کا اشاریہ نہیں بنایا ہے۔ اسی طرح معارف کے بعض دوسرے مستقبل عنوانات مثلاً مطبوعات جدیدہ وغیرہ کا بھی علاحدہ اشاریہ مرتب نہیں کیا گیا۔ آثار علمیہ وادبیہ وتاریخیہ اور تلخیص وتبصرہ کا بھی ضمنی طور پر ذکر ہے۔ حوالے کے طور پر محض جلد اور شمارے کی نشان دہی کی ہے، ماہ وسال اور صفحات نمبر کی سرے سے نشان دہی نہیں کی گئی تھی۔

دوسرا اشاریہ جناب محمد سہیل شفیق شعبۂ تاریخ اسلام، کراچی یونیورسٹی نے مرتب کیا ہے۔ اس میں ۱۹۱۶ء سے ۲۰۰۵ء تک کے مضامین کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس کی ترتیب اس طور پر کی گئی ہے کہ پہلے جولائی ۱۹۱۶ء سے جون ۲۰۰۵ء تک کے مقالات کے عنوانات اور مقالہ نگاروں کے نام زمانی ترتیب کے مطابق جلد، شمارہ اور ماہ وسال کی تعیین کے ساتھ درج کیے گئے ہیں، پھر موضوعات کے لحاظ سے ان کا اندراج ہے، اس کے بعد اشاریۂ مصنّفین ہے۔ مطبوعات جدیدہ کی مکمل فہرست بھی زمانی ترتیب کے لحاظ سے دی گئی ہے۔ اس کی ایک فہرست عنوانات کے لحاظ سے بھی مرتب کی گئی ہے۔ وفیات کا علاحدہ اشاریہ ہے جو الف بائی ترتیب پر ہے۔ آخر میں معارف میں سنین کے غلط اندراج کی نشان دہی کی گئی ہے۔ یہ اشاریہ گزشتہ اشاریہ کے مقابلے میں زیادہ مربوط اور زیادہ مفید ہے، البتہ جدید اصول اشاریہ سازی کے لحاظ سے اس میں بھی بعض کمیاں راہ پا گئی ہیں۔ اس میں زمانی ترتیب کی کوئی ضرورت نہ تھی، اس لیے کہ کسی مقالے کی تلاش میں تمام اشاریہ دیکھنا ہوگا، تبصرہ کتب میں بھی تقریباً وہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ عنوانات کے ساتھ مصنّفین اور مبصرین کے لحاظ سے بھی اشاریہ ہوتا تو بہتر اور زیادہ مفید ہوتا۔ ایک بڑی کمی یہ رہ گئی ہے کہ تلخیص وتبصرہ، تقریظ وانتقاد، آثار علمیہ وادبیہ وتاریخیہ، استفسار وجواب، معارف کی ڈاک اور ادبیات وغیرہ کا سرے سے ذکر نہیں آسکا ہے، محض جلد اور شمارہ کی نشان دہی کی گئی ہے، ماہ وسال اور صفحات نمبر کی نشان دہی نہیں کی گئی ہے۔ اندرجات میں بھی تسامح ہوا ہے۔

ان تمام کمزوریوں کے باوجود یہ ایک انسان کی مفید کاوش ہے، اس کے لئے ارباب علم کے وہ شکریہ کے مستحق ہیں۔ امید ہے اس سے استفادہ کر کے معارف اور مشمولات کے مطالعہ کا آغاز ہوگا۔

(۲۴)

بچوں کی صحافت کے سو سال

جناب ضیاء اللہ کھوکھر صاحب

صفحات ۱۱۰، قیمت ۱۰۰ روپے، سنہ اشاعت ۲۰۰۴ء

ناشر: عبدالمجید کھوکھر یادگار لائبریری گوجرانوالہ

جناب ضیاء اللہ کھوکھر صاحب گوجرانوالہ کا کتب خانہ عبدالمجید کھوکھر یادگار لائبریری نادر اور کمیاب کتب ورسائل کے ایک بڑے ذخیرہ پر مشتمل ہے، جو ان کی سالہا سال کی مسلسل جدو جہد، ایثار اور قربانیوں کے نتیجہ میں جمع ہوا ہے اس لحاظ سے وہ ایک قابل رشک شخص ہیں، جنہوں نے مادی اور دنیاوی منفعتوں سے بلند ہو کر اپنے آباء کی کتابیں اور علم وفن کے گراں قدر ذخیرہ کی حفاظت و صیانت کا کارنامہ انجام دیا ہے، اور اب اس سے موتی نکال نکال کر اہل علم ودانش کے سامنے پیش کررہے ہیں اس سے پہلے ان صفحات میں فہارس الاسفار کا ذکر آ چکا ہے۔ اب انہوں نے اپنے کتب خانہ میں محفوظ بچوں کے دوسو سے زائد رسائل کی فہرست شائع کی ہے جن کے تین ہزار سے زائد شمارے ان کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔

یہ دراصل بچوں کے رسائل کا ایک اشاریہ ہے، جس میں رسائل کے نام، ان کے مدیر، جلد، شمارہ، ماہ وسال وغیرہ کی تمام تفصیل الف بائی ترتیب سے دی گئی ہے، بیشتر رسائل کے آغاز اشاعت اور آخری شماروں کی بھی نشان دہی کی گئی ہے، سنہ اشاعت کے لحاظ سے بھی ایک فہرست ہے، ابتدا میں ایک مفصل مقدمہ ہے جس میں بچوں کے رسائل کے آغاز وارتقا اور اس کی اہمیت وافادیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، فاضل مرتب نے اس سلسلے کی تمام معلومات کو سلیقے سے جمع کر دیا ہے اس کی حیثیت ایک دستاویز کی ہے بچوں کے رسائل اور ادب اطفال پر کام کرنے والوں کے لیے یہ ایک

انتہائی مفیداور معلومات افزااور بیش قیمت اشاریہ ہے۔اس پیش کش کے لیے فاضل مرتب لائق صد مبارک باد ہیں۔امید ہے کہ اس سے بھرپور استفادہ کیا جائے گا۔

---

(۲۵)

حفظان صحت (کتابیات)

جناب ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی صاحب

صفحات ۶۴، قیمت ۴۰ روپے، سنہ اشاعت ۱۹۹۸ء

ملنے کا پتہ: اسلامک بک فاؤنڈیشن ۱۷۸۱ حوض سوئیوالان نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

کتابیات کی اہمیت وافادیت پوشیدہ نہیں۔ خاص طور سے تحقیق اور ریسرچ کرنے والوں کے لیے کتابیات سے استفادہ ضروری ہے۔ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی صاحب نے اسی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر حفظان صحت سے متعلق یہ کتابیات تیار کی ہے اس میں حفظان صحت کے تمام پہلوؤں یعنی ہوا، پانی، مساکن، ماکولات ومشروبات ،غذائیں،نوم ویقظہ ،ریاضت، حمام حفظ صحت تدبیروغیرہ پراب تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس کی جامع اور مکمل فہرست درج کی گئی ہے۔حفظان صحت کے دائرۂ کار اور عربی وفارسی کے ان طبی مصادر کا جن میں حفظان صحت کے مباحث ہیں ایک جامع تعارف بھی پیش کیا گیا ہے، یہ طبی کتب ورسائل جن کتاب خانوں میں مطبوعہ یا مخطوطہ کی شکل میں محفوظ ہیں،ان کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔اس سے ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی صاحب کی وسعت معلومات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ مفید کتابیات اہل علم بالخصوص محققین کے لیے ایک اہم پیش کش ہے۔

---

(۲۶)

فہارس الاسفار

جناب ضیاء اللہ کھوکھر

صفحات: ۳۰۰۔ قیمت ۱۸۰ روپے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۴ء

ناشر: عبدالمجید کھوکھر لائبریری ۸۳، بی ماڈل ٹاؤن گجرانوالہ، پاکستان

جناب ضیاء اللہ کھوکھر صاحب کی علم دوستی اور معارف پروری اب ایک مثال بن چکی ہے، انہوں نے اپنے شہر گجرانوالہ میں علم وفن کا ایک بڑا خزانہ جمع کر رکھا ہے جسے اپنے والد مرحوم کے نام موسوم کر کے عبدالمجید کھوکھر لائبریری کا نام دیا ہے، اس میں تقریباً ۲۵ ر ہزار کتابیں اور ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ رسائل وجرائد محفوظ ہیں کھوکھر صاحب اپنا قیمتی سرمایہ لگا کر اس میں روز بہ روز اضافہ کر رہے ہیں اس مادی دور میں بلاشبہ یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔

انہوں نے نہ صرف کتابیں جمع کیں بلکہ متعدد اہل علم کی علمی، ادبی اور سوانحی کتابیں شائع کر کے بھی اس ذخیرہ میں اضافہ کرنے کی کوشش کی ہے، زیر نظر کتاب بھی ان کے اسی حسن ذوق اور علم پروری کا نتیجہ ہے۔

عبدالمجید کھوکھر لائبریری میں سیکڑوں سفرنامے محفوظ ہیں یہ اس کا ایک اشاریہ ہے جسے خود جناب ضیاء اللہ کھوکھر صاحب نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔

یہ اشاریہ پہلے الف بائی ترتیب پر ہے پھر مصنفین اور مترجمین کے ناموں کی الف بائی ترتیب سے سفرناموں کا اندراج ہے، البتہ موضوعات کے لحاظ سے ان کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے، لیکن اس کی تفصیل مقدمہ میں پیش کی گئی ہے۔ مثلاً لائبریری میں محفوظ کل تیرہ سو سفرناموں میں مختلف ممالک سے متعلق سفرناموں کی تفصیل اس طرح ہے۔

حرمین شریفین ۲۵۰، پاکستان ۱۳۰، ہندوستان ۱۲۰، امریکہ ۵۷، ایران ۴۶، چین ۴۵، برطانیہ ۴۰، افغانستان ۲۸، سوویت یونین روس ۲۶، ترکی ۱۸، جاپان ۱۵، عراق ۱۴، کویت ۱۰، اسپین ۹۔

سب سے زیادہ سفرنامے (۵۵) حکیم محمد سعید مرحوم نے لکھے، اسی طرح سب سے زیادہ سفرناموں کی اشاعت کا سہرا لاہور کے سر ہے۔ یہاں سے ۵۵۵ سفرنامے شائع ہوئے، جبکہ کراچی سے ۲۵۰ اور دہلی سے محض ۵۷ سفرنامے شائع ہوئے، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور سب سے زیادہ اردو سفرنامے (۶۹) شائع کرنے والا ادارہ ہے۔ خواتین کے ۱۱۵ سفرنامے شائع ہو چکے ہیں، اسی طرح ۱۴ منظوم سفرنامے بھی عبدالمجید کھوکھر لائبریری میں محفوظ ہیں۔

اس اشاریہ اور اس میں پیش کیے گئے اعداد و شمار سے جناب ضیاء اللہ کھوکھر صاحب کی محنت اور پتہ ماری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اس کے لیے وہ اہل علم کے شکریہ کے مستحق اور لائق صد ستائش ہیں۔

مقدمہ میں فاضل مرتب نے سفرناموں اور سیاحوں کی خدمات پر بھی اجمالاً روشنی ڈالی ہے۔ ہندو پاک میں سفرناموں پر جو تحقیقی کام ہوئے ہیں کھوکھر صاحب نے ان کا بھی ذکر کیا ہے، اس طرح یہ اشاریہ ایک قیمتی دستاویز بن گیا ہے، اہل علم خاص طور سے سفرناموں پر کام کرنے والوں کے لیے کھوکھر صاحب کی پیش کش ایک گراں بہا تحفہ ہے۔

---

(۲۷)

کتابیات قانون

جناب ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی صاحب

صفحات ۴۸، قیمت ۲۰ روپے، سنہ اشاعت ۲۰۰۲ء، ملنے کا پتہ: ادارہ تحقیق

پوسٹ بکس نمبر ۹۳، پان والی کوٹھی دودھ پور، علی گڑھ (یوپی)

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی صاحب کی علم طب پر بڑی گہری نظر ہے۔ وہ برابر اس موضوع پر داد تحقیق دیتے رہتے ہیں۔ طب سے متعلق کئی کتابیں اور متعدد مقالات ان کے قلم سے نکل چکے ہیں۔

اب انہوں نے شیخ الرئیس ابن سینا کی مشہور اور گراں مایہ کتاب القانون فی الطب کی تمام جلدوں کی شروح، حواشی اختصار یے اور تراجم کا مفصل اشاریہ ترتیب دیا ہے۔ آخر میں مشہور کتاب خانوں کی فہرست بھی ہے۔ مقدمہ سے ڈاکٹر صاحب کی وسعت معلومات اور اس کتابیات میں کی گئی محنت ظاہر ہوتی ہے اس کی افادیت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ خاص طور سے علم طب پر علمی کام کرنے والوں کے لیے یہ بے حد مفید اور معلومات افزا ہے۔

---

(۲۸)

مولانا آزاد ڈاکومینٹیشن سروس (اردو ۳-۴)

مرتبین ڈاکٹر عطا خورشید، ڈاکٹر شائستہ خان

صفحات ۱۶۷، قیمت درج نہیں، ناشر: مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ۔ پن کوڈ ۲۰۲۰۰۲

یہ سہ ماہی رسالہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے شائع ہونا شروع ہوا ہے، اس میں ان رسائل و جرائد اور مجلّات کے مضامین کی فہرست اور اشاریہ ہے جو ملک کے مختلف مقامات سے شائع ہوئے ہیں اور مولانا آزاد لائبریری میں بھیجے جاتے ہیں جس میں ماہنامہ الرشاد بھی شامل ہے۔

اس میں رسائل کی اصل فہرست مضامین کے ساتھ ان کے مشمولات کا موضوع، مصنف اور عنوان کے لحاظ سے اشاریہ بھی درج کیا گیا ہے، یہ رسالہ اس لحاظ سے بڑا مفید ہے کہ متعدد رسائل و جرائد میں شائع ہونے والی تحریروں اور مضامین و مقالات کی تفصیل بیک وقت معلوم ہو جاتی ہے، اپنی نوعیت کا یہ منفرد رسالہ اہل علم خاص طور سے محققین کے لیے ایک بڑا علمی اور قیمتی تحفہ ہے۔ اس کے لیے مولانا آزاد لائبریری کے ذمہ داران بالخصوص شکیل احمد خان اور لائق مرتبین قابل ستائش و مبارک باد ہیں۔ خدا کرے یہ رسالہ جاری رہے اور اہل علم کو شاد کام کرتا رہے۔

---

(۲۹)

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اوران کا ماہنامہ رحیق

جناب ڈاکٹر سفیر اختر صاحب

صفحات ۵۶۔ قیمت ر۵۰ روپے۔اشاعت ۲۰۰۴ء۔ناشر: دارالمعارف لوہسر شرفو

داہ کینٹ (سرحد) پاکستان

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نامور اہل حدیث عالم ومصنف تھے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کی تاسیس میں انھوں نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ درس وتدریس،تصنیف وتالیف اوراشاعت کتب سے انھیں خاص دلچسپی تھی۔ انھوں نے کئی کتابوں کو تعلیق وتخریج اور حواشی کے ساتھ شائع کیا،سنن نسائی کا حاشیہ التعلیقات السّلفیہ ان کی ایک بڑی کاوش ہے۔ ماہنامہ رحیق کا اجراء اوراس کی اشاعت ان کا دوسرا بڑا کارنامہ ہے۔ یہ رسالہ تقریباً چار برس تک شائع ہوتا رہا، اس دوران مختلف موضوعات پر متعدد گراں قدر تحقیقی وتنقیدی مضامین شائع ہوئے۔ کتابوں پر تبصرے بھی خاصے وقیع ہوتے تھے۔ زیرنظر کتاب دراصل اسی ماہنامے کا اشاریہ ہے۔ جسے ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کے ڈائرکٹر جناب ڈاکٹر سفیر اختر نے مرتب کیا ہے۔ وہ ماہنامہ الرحیم کا بھی اشاریہ مرتب کر کے شائع کر چکے ہیں۔ انھیں اشاریہ سازی سے خاص دلچسپی ہے اور بلاشبہ یہ بڑا اہم اور وقیع کام ہے۔ اس سے دفن خزینوں سے اہل علم کے لئے استفادہ کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ اس کی حیثیت صدقہ جاریہ سے کم نہیں۔

ڈاکٹر سفیر اختر صاحب لائق ستائش ومبارک باد ہیں کہ وہ مسلسل یہ کام انجام دے رہے ہیں، اشاریہ کے ساتھ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے مختصر حالات زندگی اوران کے علمی کاموں کا تعارف بھی اس میں آ گیا ہے۔ مولانا مرحوم کے ساتھ ڈاکٹر سفیر اختر صاحب کے تعلقات کی علمی روداد

اوران کے تاثرات سے اس کی افادیت اور بڑھ گئی ہے، البتہ یہ اشاریہ محض موضوعاتی ہے۔عنوانات کے لحاظ سے بھی ترتیب ہوتی تو اس کی افادیت اور بڑھ جاتی۔اس کے باوجود مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اوران کے رسالہ رحیق سے استفادہ اوران کی یادتازہ کرنے کے لئے یہ رسالہ کافی ہے۔ (الرشاد جنوری فروری ۲۰۰۵ء)

---

(۳۰)

نظم البیان بلطائف القرآن

مولانا ابوالمعالی محمد علی فیضی

صفحات ۲۳۳۔سنہ اشاعت نومبر ۱۹۹۳ء۔ناشر: ادارۃ البحوث الاسلامیہ جامعہ سلفیہ بنارس

قرآنی مضامین کی موضوعاتی فہرستیں اب بہت سارے لوگوں نے مرتب کردی ہیں لیکن آج سے سوسال پہلے اس طرح کی فہرستیں کمیاب تھیں۔زیر نظر کتاب محمد علی فیضی مرحوم نے سوسال پہلے مرتب کی تھی۔انھوں نے قرآنی مضامین کی اس طرح فہرست تیار کردی کہ کسی بھی موضوع پر کام کرنے والے بآسانی اپنے مقصد اور کام کی چیزیں دیکھ سکتے ہیں۔خصوصیت سے مصنّفین اور محققین کے لئے یہ ایک عمدہ تحفہ ہے۔

اس کی ترتیب میں مصنف نے پہلے موضوع لکھ دیا ہے اور پھر موضوع سے متعلق پارہ سورہ اور پھر رکوع وآیات لکھے ہیں اور آخر میں آیات کا خلاصہ درج کردیا ہے۔

یہ کتاب اس سے پہلے بھی شائع ہوچکی ہے مگر اس کتاب کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ مصنف کی اپنی کتابت کردہ ہے اور کتابت اس قدر خوبصورت اور دلکش تھی کہ دوبارہ کتابت کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور جناب مولانا مقتدیٰ حسن ازہری نے مصنف کے مخطوطہ کو مطبوعہ کردیا۔

امید ہے یہ اشاریہ مضامین قرآنی اپنی قدامت کے باوجود علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور اس سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔

افسانوی مجموعے

(۳۱)

آدھا آدمی (افسانوی مجموعہ)

جناب ڈاکٹر مشتاق اعظمی

صفحات ۱۱۲، قیمت ۵۰ روپے سنہ اشاعت ۲۰۰۰ء، تقسیم کار: تنویر بک ڈپو

جی ٹی، روڈ آسنول (مغربی بنگال)

پچھلی صدی کو بعض نقادوں نے فکشن کی صدی قرار دیا تھا۔ ان سے اتفاق واختلاف دونوں کی گنجائش ہے مگر اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اس دور میں اردو کے بڑے بڑے افسانہ نگار پیدا ہوئے جن کی وجہ سے افسانوی ادب نے دوسری اصناف ادب کے مقابلہ میں ترقی کے زیادہ مراحل طے کئے، پرانی نسل نے زندگیوں کی کمائی کو نئی نسل کے حوالہ کیا تو نئی نسل نے اس امانت کی نہ صرف حفاظت وصیانت کی بلکہ اس میں اور بھی اضافے کئے۔ اس نئی نسل کے ایک معتبر افسانہ نگار ہمارے دوست اور کرم فرما ڈاکٹر مشتاق اعظمی بھی ہیں انھوں نے معاشرتی زندگی کا گہرائی وگیرائی سے مطالعہ ومشاہدہ کیا ہے اور انھیں کو اپنے افسانوں میں سلیقہ سے پیش کیا ہے۔ یعنی دلچسپی اور جاذبیت کے ساتھ جمالیاتی عناصر بھی موجود ہیں جس کی وجہ سے وہ احساس کی پرتیں کھول دیتے ہیں۔ انھوں نے لفظوں کا استعمال بھی بڑی ہنرمندی سے کیا ہے جس سے زبان واسلوب پر ان کی گرفت کا اندازہ ہوتا ہے۔ افسانے کے فن اور تکنیک پر ان کی مضبوط پکڑ ہے۔ اس فنکاری کی وجہ سے ان کے افسانوں میں زور واثر پیدا ہو گیا ہے۔ آدھا آدمی، چتا جنک، تہی دست، عرش تا فرش، اپنی شکست کی آواز وغیرہ افسانے خاص طور سے ذوق ووجدان پر اثر انداز ہوتے ہیں، یہ مجموعہ افسانوی ادب میں ایک اضافہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے لئے ڈاکٹر مشتاق اعظمی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

---

(۳۲)

ایک قطرہ آنسو

امتیاز فاطمی

سنہ اشاعت ۲۰۰۵ء، صفحات ۲۳۶، قیمت ۲۰۰/روپے

ملنے کا پتہ: بک امپوریم سبزی باغ، پٹنہ

شعور ذات وکائنات انسانی مزاج کا حصہ ہے۔ البتہ اس کی نوعیتیں مختلف ہوتی ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو ارتقا کی منزلیں طے نہیں ہوسکتیں تھی یہی وجہ ہے کہ انسان کا ہر قدم ارتقا کا غماز ہے۔ زندگی کا ہر شعبہ اسی فلسفہ سے عبارت ہے۔ فنون لطیفہ کے بارے میں یہی بات کہی جاسکتی ہے۔ اس میں بھی خاص طور سے افسانہ نگاری کا ذکر کیا جاسکتا ہے، افسانہ نگاری کی ایک طویل تاریخ ہے جس میں نت نئے تجربات ومشاہدات ہوئے۔ ہمارے نقادوں نے فہم وشعور اور نقد وجرح سے کام لیتے ہوئے اس کے فن پر نہ صرف روشنی ڈالی بلکہ اس کے خال وخط ہر دور میں واضح کیے اور ہمارے افسانہ نگاروں نے ان کو برت کر دکھایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اردو ادب میں افسانہ نگاری کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ شعر وشاعری کے بعد شعور ذات وکائنات کا سب سے زیادہ مطالبہ ومشاہدہ افسانہ نگاروں نے کیا اور اپنے افسانوں سے ہمارے معاشرے کے ان پہلوؤں کو صاف کیا جن پر غور وفکر کا رواج نہ تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ افسانہ نگاروں نے جن جن پہلوؤں پر قلم اٹھایا اس کے تعیین کی ضرورت ہے اور یہ واضح کرنے کی بھی ضرورت ہے کہ اس سے انسانی معاشرے نے کس قدر ترقی کی منزلیں طے کیں۔

اس فن کا ایک مظاہرہ معروف ادیبہ اور افسانہ نگار امتیاز فاطمی کا یہ ''ایک قطرہ آنسو'' بھی ہے۔ قطرہ قطرہ دریا ہوتا ہے لیکن دریا دریا قطرہ نہیں ہوتا اور اگر ایسا ممکن ہوتو میں اپنے مطالعہ کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں امتیاز فاطمی نے دریا کو قطرہ قطرہ کردیا ہے۔ یہ ان کا خلوص ہے، ان کے فکر وفن کی سچائی ہے، ان کے قلم کی رعنائی ہے کہ وہ دریا کو کوزہ میں بند کرنے کے بعد اسے ایک قطرہ قرار دیتی

ہیں۔ میں انہیں اس اشاعت پر مبارک دیتا ہوں۔

''ایک قطرہ آنسو'' سے پہلے بھی ان کا افسانوی مجموعہ ''ڈھلتی شام'' شائع ہو چکا ہے، اور اس کے ساتھ ایک اور مجموعہ فسانہ خون دل کا بھی منظر عام پر آ چکا ہے گویا وہ مسلسل غور وفکر میں لگی رہتی ہیں، ان کے افسانوں سے بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ غور وفکر اور مسلسل شعور و تفہیم میں مصروف رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے موضوعات معاشرے کے ان پہلوؤں پر محیط ہیں جن تک کم نظر جاتی ہے۔

امتیاز فاطمی فکر وفن کو نظر انداز نہیں کرتیں۔ فن افسانہ نگاری کا وہ پختہ شعور رکھتی ہیں اور اسے برتنے اور عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتی ہیں اس لحاظ سے ان کے افسانے دامن دل کھینچتے ہیں لیکن بصیرت وبصارت کے ہجوم میں کبھی کبھی وہ خود کو بھی فراموش کر دیتی ہیں۔ شاید وہ اس وقت خود بھی یہ تصور کر لیتی ہیں کہ وہ ایک عورت ہیں۔ عورتوں نے عورتوں پر کتنے ظلم روا رکھے ہیں اکثر عورتیں بھول جاتی ہیں۔ امتیاز فاطمی بھی بھولی ہیں لیکن شعوری نہیں غیر شعوری طور پر۔ انہیں بھولنا بھی چاہیے تھا کیوں کہ وہ خود بھی ایک خاتون ہی ہیں۔

خواتین کے مسائل ومصائب پر ان کا قلم جادۂ اعتدال سے ہٹا نہیں ہے۔ وہ منزل کا پتہ رکھتی ہیں اور زادسفر سے بھی بخوبی واقف رہتی ہیں لیکن رشتہ درد میں وہ درد کو قانون میں تقسیم کرتی ہیں حالانکہ درد کسی کو ہو روتی ہے آنکھ۔

بہرحال امتیاز فاطمی نے افسانے کے فن کو برتا ہے بلکہ سنوارا ہے اور سجایا ہے، نئے نئے موضوعات پر لکھا ہے اور ان گوشوں اور پہلوؤں کے نقوش ابھارے ہیں جہاں نظر کم پہونچتی ہے۔ ان کے افسانوں کی ایک بڑی خوبی ان کا شستہ وشگفتہ انداز ہے وہ باتوں باتوں میں پتے کی اور لگتی ہوئی باتیں کہہ جاتی ہیں اور جذبات میں ایک طوفان برپا کر دیتی ہیں جو انسان کو عمل وکردار کے نمونے پیش کرنے پر اکساتا ہے۔

اقبالیات

(۳۳)

اقبال ایک سیاسی مفکر

پروفیسر مشیر الحق مرحوم

مرتبہ طلعت علوی ایم ،اے، صفحات ۸۲، قیمت ۱۰۰/روپئے، سنہ اشاعت ۱۹۹۶ء

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمٹیڈ جامعہ نگر نئی دہلی۔

زیر نظر کتاب پروفیسر مشیر الحق مرحوم کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو انہوں نے علامہ اقبال کے افکار و خیالات پر اقبال انسٹی ٹیوٹ کشمیر کے سمیناروں میں پیش کیے تھے۔ اب ان کی لائق صاحبزادی ماہ طلعت علوی نے اسے مرتب کر کے نہایت عمدہ کتابت وطباعت کے ساتھ شائع کیا ہے۔ تعارف پروفیسر آل احمد سرور کے قلم سے ہے۔

ان مضامین میں اقبال کے سیاسی افکار کو سمجھنے کے لیے علامہ مرحوم کے خطبات کے مطالعہ کی دعوت دی گئی ہے۔ پروفیسر مرحوم کی یہ تحریریں فکر انگیز ہیں۔ ان کے بعض نتائج مطالعہ سے اختلاف ممکن ہے، شاعری سے قطع نظر محض خطبات کی روشنی میں اقبال کے سیاسی افکار کا مطالعہ بھی انصاف نہیں۔ بہر حال پروفیسر مرحوم کا پہلا مقالہ علامہ اقبال ایک ماڈرن مسلم سیاسی مفکر کے عنوان سے ہے، اس میں اقبال کے افکار و خیالات کے ارتقاء اور اس میں تبدیلی کے ذکر کے ساتھ تقسیم ہند کا باب بھی زیر بحث آیا ہے۔ اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ نظریہ پاکستان کے بانی کی حیثیت سے علامہ کا نام لینا درست نہیں، بلکہ اس سلسلہ میں علامہ اقبال کا موقف وہی تھا جس کو جمعیۃ العلماء نے پیش کیا اور جسے عرف عام میں جمعیۃ فارمولہ کہا جاتا ہے اس سلسلہ میں پروفیسر مرحوم نے یہ دلچسپ خیال بھی ظاہر کیا کہ چونکہ اقبال کے خطبات انگریزی میں تھے اس لیے مترجمین نے ''تھوڑی سی لفظی بے وفائی'' سے اپنے مقصد و مدعا کے مطابق ترجمہ کر لیا۔ (ص۱۰-۱۲)

علامہ اقبال نے اپنی عمر کے آخری دنوں میں خطوط کے ذریعہ قائداعظم محمد علی جناح کی توجہ

مسلم اکثریتی صوبوں کی طرف مبذول کرائی تھی۔ان خطوط پر یہ تبصرہ کیا گیا ہے کہ اقبال کی مسلم قوم کل ہندسطح کے بجائے صرف اکثریتی صوبوں کے مسلمانوں پر مشتمل رہ گئی تھی۔(ص۱۳) سیاق وسباق اگر سامنے رہے تو یہ تبصرہ مبنی برانصاف نظر نہیں آتے۔

ایک اور مقالے میں علامہ اقبال کی معنویت کی نشاندہی تیسری دنیا خاص طور سے برصغیر کے حوالہ سے کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ یہ نہ صرف عالم اسلام بلکہ تیسری دنیا کے لیے بھی بہت اہم ہے۔ تیسرے مضمون اقبال کے نظریہ اجتہاد کے جائزہ میں، اجتہاد کے اصل ماخذ یعنی قرآن واحادیث اور اجماع وقیاس سے تعرض کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ان کی تشریح میں علامہ اقبال کی راہ بہت حدتک عام ڈگر سے مختلف ہے۔ اس کی تشریح فاضل مضمون نگار نے اپنے خاص انداز میں کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا کہ اقبال کا پیغام اجتہاد صرف مسلمانوں کے لیے مخصوص نہیں بلکہ وہ مسلم اور غیر مسلم سب کے لیے ہے۔(۲۳)

چوتھا مضمون اقبال شاعر خطبات کے عنوان سے ہے جس میں خطبات کی روشنی میں علامہ اقبال کے افکار کا جائزہ لیتے ہوئے ان کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ چھٹے خطبہ کے متعلق ان کا خیال ہے کہ اقبال کے اصل افکار ان کے یہی خطبات ہیں۔اس کی اہمیت کو تسلیم کرنے کے باوجود عام قاری اس میں خود فاضل مضمون نگار کو زیادہ سنجیدہ نہیں پاتا۔

اقبال آواز شکست کے عنوان سے یہ دکھایا گیا ہے کہ اقبال کے افکار تغیر پذیر تھے اور آخر میں وہ اس نتیجہ پر مطمئن ہو گئے جس کے لیے وہ پہلے تیار نہ تھے۔آخری مضمون میں اکیسویں صدی کی آمد کے پس منظر میں اقبال اور ابوالکلام آزاد کی شخصیات اور ان کے افکار وخیالات کی معنویت کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

چونکہ یہ کتاب مختلف اوقات میں لکھے گئے مضامین کا مجموعہ ہے،اس لیے ان میں تکرار کا احساس بھی ہوتا ہے مثلاً نظریہ اجتہاد اور شاعر خطبات، دونوں میں بڑی یکسانیت ہے۔ تضاد بیانی سے الجھن ہوتی ہے مثلاً ایک جگہ تو لکھا گیا کہ نظریہ پاکستان کے خالق اقبال نہیں تھے اور خطبۂ صدارت الہ آباد اور بعض دوسرے خطبات میں جو کچھ ہے وہ مترجمین کی دین ہے (ص۱۰-۱۲) مگر دوسری جگہ اقبال کو نظریہ پاکستان کا خالق تسلیم کرتے ہوئے تنقید بھی کی گئی ہے۔اسی طرح اقبال کے

ایک خط کے حوالہ سے یہ ظاہر کرنا کہ شاعری ان کے لیے تہمت سے کم نہیں اور پھر ان کے ہی ایک اور خط کی روشنی میں ان کی رائے کو اہمیت دینا کہ مولانا سید سلیمان ندوی ایک بڑے شاعر تھے۔ قرین انصاف نہیں۔

بہرحال مطالعہ اقبال میں یہ کتاب اس لحاظ سے اضافہ ہے کہ اس سے کچھ نئے گوشوں پر بحث ومباحثہ کی راہیں کھلتی ہیں۔

---

(۳۴)

بچوں کے اقبال

عادل اسیر دہلوی

صحافت ۵۲، قیمت ۱۰ روپے، ملنے کا پتہ: سورج پرکاش ۱۰۲۴، چتلی قبر، دہلی ۱۱۰۰۰۶

علامہ اقبال کو بچوں سے خاص محبت وانسیت تھی۔ انہوں نے بچوں کے لیے متعدد نظمیں لکھی ہیں جو نہایت سبق آموز اور دلچسپ ہیں۔ زیر نظر کتابچہ میں جناب عادل اسیر دہلوی نے علامہ اقبال کی ایسی نظموں کو جمع کر دیا ہے۔ شروع میں علامہ اقبال کا مختصر سوانحی خاکہ اور ''بچوں کے اقبال'' کے عنوان سے ایک مختصر سی تحریر ہے، جس میں علامہ اقبال کی بچوں سے دلچسپی کے واقعات کم اور نظموں کی تشریح زیادہ ہے۔ بہتر ہوتا۔ اگر بچوں سے متعلق علامہ اقبال کے خیالات کو بھی تفصیل سے پیش کیا گیا ہوتا۔ اس کی کتابت وطباعت عمدہ ہے۔ امید ہے کہ یہ کتابچہ اپنے مقصد میں کامیاب ومقبول ہوگا۔

تاریخ اسلام

(۳۵)

اسلام اکیسویں صدی میں

جناب ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی صاحب

صفحات ۵۶، قیمت -/۳۰ روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۰ء، ملنے کا پتہ: یونیورسل بک ہاؤس
عبدالقادر مارکیٹ علی گڑھ (یوپی)

بیسویں صدی عیسوی اختتام کو پہنچی اور اکیسویں صدی عیسوی کا آغاز ہوا تو مستقبل کی فکر لاحق ہوئی۔ چنانچہ روشن مستقبل کے لئے خود احتسابی کے عمل کے ساتھ آنے والے وقت کی تصویر دیکھنے کے عمل کا بھی آغاز ہوا۔ اس سلسلے میں متعدد سمینار اور مذاکرے ہوئے غرض متعدد تحریریں وجود میں آئیں۔ جناب ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی صاحب کی یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

ڈاکٹر صاحب نامور عالم دین، مصنف اور صاحب شعور اہل قلم ہیں۔ اسلام اور عالم اسلام کے ساتھ بین الاقوامی مسائل و معاملات پر بھی ان کی نظر ہے۔ زیرنظر کتاب میں انھوں نے اسلام اور مسلمانوں سے مغرب کے تعصب وعناد، کشمکش اور اس کے تاریخی عوامل کا بالغ نظری سے جائزہ لیا ہے اور مسلمانوں کے روشن مستقبل کے امکانات کو واضح کیا ہے۔ اس سلسلہ میں درپیش چیلنج اور مسلمانوں کی بعض کمزوریوں کی بھی نشاندہی کی ہے۔ کتاب کے آخری حصے میں اکیسویں صدی کے ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے مسائل ومشکلات، ہندوسماج کے تضادات، ہندوستان کی بعض خصوصیات وغیرہ کو قلم بند کیا ہے اور مسلمانوں کو اپنی داخلی کمزوریوں کو دور کرنے کا مشورہ دیا ہے اور اس سلسلہ کی دوسری مفید باتیں بھی تحریر کی ہیں۔ بلاشبہہ فاضل مصنف نے دل سوزی اور دردمندی کے ساتھ یہ جائزہ لے کر روشن مستقبل کی نشاندہی کی ہے۔ البتہ اس سلسلہ میں چند امور کی طرف توجہ ضروری معلوم ہوتی ہے۔ یقیناً، مغرب اسلام اور مسلمانوں سے سخت تعصب وعناد رکھتا ہے اور وہ اسلام اور مسلمانوں کی نہ صرف دل آزاری کرتا ہے بلکہ وہ انھیں جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے درپے ہے، اس کے لئے اس نے

منصوبہ بندی اور سخت محنت کی ہے اور زندگی کے مختلف شعبوں میں ایجادات واختراعات سے ایک دنیا پر غلبے کے بعد وہ پوری دنیا کو اپنا غلام بنانے اور زیر کرنے کا نہ صرف خواب دیکھ رہا ہے بلکہ عملی طور پر اس کو شرمندۂ تعبیر کرنے کا عمل بھی شروع کر دیا ہے۔ فلسطین، افغانستان اور عراق کے حالیہ واقعات اس کی واضح مثالیں ہیں۔ اس کے برعکس عالم اسلام اور مسلمانوں میں خود کو مستحکم کرنے کی نہ کوئی منصوبہ بندی اور نہ اتحاد واتفاق کی دولت ان کے پاس ہے۔ مسلمانوں کو مغرب سے زیادہ نقصان اپنے اختلافات ونزاعات کی وجہ سے ہوا۔ آج صورتِ حال یہ ہے کہ کرۂ ارض پر شاید کوئی ایسا خطہ مسلمانوں کا ہو جہاں وہ خودمختار ہوں اور مغربی طاقتوں کے دست نگر نہ ہوں۔ ان حالات اور نازک صورت حال میں روشن مستقبل کی امید محض نصرت خداوندی پر ہی کی جاسکتی ہے نہ کہ مسلمانوں کے طرز عمل اور ان کی کوششوں پر۔ ڈاکٹر صاحب نے اسلام کے خلاف مغربی دنیا کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا بھرپور جائزہ لیا ہے مگر اس سلسلہ میں عالم اسلام شعوری طور پر کیا کر رہا ہے اس کو واضح نہیں کیا ہے۔ ضرورت تھی کہ اس پہلو سے بھی جائزہ لیا جاتا۔ بہرحال یہ مفید کتاب ہر مسلمان کو ضرور پڑھنی چاہئے تاکہ روشن مستقبل کے لئے اپنا حق ادا کر سکے۔

---

(۳۶)

بنو ہاشم اور بنوامیہ کے معاشرتی تعلقات

جناب پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی صاحب

صفحات ۱۷۲، قیمت ۹۰؍ روپے، سنہ اشاعت جولائی ۲۰۰۱ء، ملنے کا پتہ: ادارہ علوم اسلامیہ

علی گڈھ مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ (یوپی)

زیرنظر کتاب میں بنو ہاشم اور بنوامیہ کے معاشرتی تعلقات کی وضاحت وتفصیل قلم بند کی گئی ہے۔ زمانہ جاہلیت، اور بعد میں عہد نبوی، عہد خلافت راشدہ، اور عہد بنوامیہ میں ان دونوں خانوادوں مین جو باہمی روابط اور بردرانہ تعلقات رہے ان کی جزوی تفصیلات کو بڑی محنت اور دیدہ ریزی سے یکجا

کیا گیا ہے۔

عام طور سے مورخین نے ہر دو خاندانوں کے تعلقات کو حریفانہ رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کیا ہے اور انھیں ایک دوسرے کا مدمقابل قرار دیا اور ان کے معاشرتی تعلقات سے چشم پوشی اور دانستہ اس سے صرف نظر کیا۔ جس کی وجہ سے ان دونوں خاندانوں کے تعلقات کی اصلی اور واقعی تصویر سامنے نہ آسکی۔ فاضل مصنف پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی صاحب کی نظر تاریخ اسلام پر بڑی گہری ہے چنانچہ انھوں نے اس کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا اور بڑے توازن اور غیر جانبداری سے حقائق تک رسائی کی کوشش کی۔ اس کے لئے وہ سزاوار تحسین وستائش ہیں۔

البتہ یہ احساس ضرور ہوتا ہے کہ جس طرح سیاسی تعلقات کے صرف ایک پہلو کا مطالعہ کیا گیا اسی طرح معاشرتی تعلقات کی یہ تفصیل بھی ایک رخی تو نہیں، موضوع کی تحدید شاید حائل رہی ورنہ سیاسی اور معاشرتی دونوں تعلقات کا یکجا جائزہ اور مفید ثابت ہوتا کیوں کہ اس کے بعد جو تصویر سامنے آتی وہ زیادہ مکمل اور واضح ہوتی، بہرحال ایک خاص نقطۂ نظر کی گرم بازاری کے ماحول میں اس قسم کی معاشرتی تاریخ کا کوئی مرقع تیار کرنا ہمت وحوصلہ اور وسیع مطالعہ وتحقیق کے بغیر ممکن نہیں، اس لحاظ سے بلاشبہ صدیقی صاحب کی یہ کاوش بڑی اہم ہے۔ بنوامیہ اور بنوعباس کے تعلقات اور تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ ایک قیمتی کتاب ہے۔

---

(۳۷)

تاریخ اسلام

جناب سلام اللہ صدیقی

صفحات ۲۵۶، سنہ اشاعت ۱۹۹۳ء، ناشر: ادارہ البحوث الاسلامیہ جامعہ سلفیہ بنارس (یوپی)

اس کتاب میں آغاز اسلام سے عہد بنوامیہ تک کی مختصر اسلامی تاریخ لکھی گئی ہے، مصنف نے اسے چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصہ میں آغاز اسلام سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

تک کے حالات وواقعات اور عہد رسالت کی برکتوں اور سعادتوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ دوسرے حصہ میں خلافت راشدہ کی تاریخ ہے اور تیسرے حصہ میں عہد حضرت امیر معاویہؓ سے بنی امیہ کے آخری حکمراں تک کے حالات درج ہیں اور آخر میں یعنی چوتھے حصہ میں اندلس میں اموی خلفاء کی حکومتوں اوران کے عروج وزوال کی داستان ہے۔ غرض یہ کتاب ابتدائے اسلام سے عہد بنوامیہ تک مسلمانوں کی علمی ودینی اور مذہبی واخلاقی کارناموں کی مختصر تاریخ ہے اور بقول مصنف ''یہ مسلمانوں کی ان تمام بڑی حکومتوں کی مختصر تاریخ ہے جوانھوں نے پہلی اور دوسری صدی ہجری کے عہد زریں میں بڑے عزم وحوصلہ کے ساتھ روئے زمین پر قائم کی تھی۔''

کتاب آسان زبان اور عام فہم انداز میں لکھی گئی ہے اور یہ طلبہ اور کم پڑھے لکھے لوگوں کے لئے مفید اور موزوں کتاب ہے لیکن عام قاری کے لئے بھی یہ فائدہ سے خالی نہیں۔ کتاب میں جابجا اسلامی آثار اور قدیم مساجد کی تصاویر دے کر مصنف نے اسے دلچسپ اور قابل دید بنادیا ہے، اب تک اس کتاب کے تین ایڈیشن لاہور سے شائع ہوکر قبولیت عام حاصل کر چکے ہیں۔ اب یہ چوتھا اضافہ شدہ ایڈیشن جناب مقتدیٰ حسن ازہری نے ادارہ البحوث الاسلامیہ بنارس سے شائع کیا ہے، امید ہے اسے یہاں بھی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

کتاب میں کہیں کہیں تضاد بھی ہے۔ مثلاً ایک جگہ لکھا ہے کہ ''ایک دن جب حضرت عمر فاروقؓ صبح کی نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تو اس نے (فیروز) آگے بڑھ کر آپ پر کئی خنجر مارے جب تک لوگ پکڑیں وہ (فیروز) خود ہی خنجر مار کر مرگیا (ص ۴۷) مگر دوسری جگہ لکھا ہے کہ ''فیروز نے حضرت عمرؓ کو قتل کیا تھا، حضرت عمرؓ کے بیٹے عبداللہ نے فیروز اوراس کی کو قتل کرڈالا۔'' (ص ۸٦) وغیرہ، اسی طرح مدینہ پر لشکرکشی، خانہ کعبہ پر سنگباری اور کربلا کے سانحے کو یزید کی اولیات میں شمار کرنا مناسب نہیں اور کیا ان واقعات کو یزید یا کسی شخص کی اولیات میں شمار کیا جاسکتا ہے اور حقیقتاً کیا یہ اولیات ہیں؟ بعض جدید اصطلاحات مثلاً وزیر ومشیر، سکریٹری، چیف سکریٹری، کمانڈر انچیف وغیرہ کو صحابۂ کرامؓ اور تابعین کے ناموں کے ساتھ لکھنا مناسب نہیں اور کہیں کہیں تو بڑا اگراں گذرتا ہے۔

۲۵٦ صفحات کی اس کتاب کی طباعت بہتر ہے مگر کتابت کی اتنی غلطیاں ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے۔ پروف ریڈنگ میں بہت ہی بے توجہی ہوئی ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں اس پر توجہ کرنے

کی سخت ضرورت ہے۔

---

(۳۸)

عالم اسلام کی سیاسی صورت حال

جناب اسرار عالم صاحب

سنہ اشاعت طبع دوم ۱۹۹۵ء، صفحات ۳۲، کتابت وطباعت عمدہ، ناشر: اسلامک فقہ اکیڈمی
۱۶۱، جوگا بائی جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی نے مدارس اسلامیہ کے طلبہ کو عصری علوم وفنون سے واقف کرانے کے لئے خطبات کا اہتمام کیا تھا، یہ کتابچہ اسی سلسلہ خطبات کا ایک حصہ ہے اور افادہ عام کی غرض سے شائع کیا گیا ہے۔

جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے، اس میں عالم اسلام کی سیاسی صورت حال کا رواں صدی کی تاریخ اور اس میں رونما ہونے والے اہم واقعات کی روشنی میں مختصر جائزہ لیا گیا ہے، اور یہ دکھایا گیا ہے کہ عالم اسلام جن مسائل ومشکلات سے دوچار ہے وہ یہودیوں کی زبردست سازشوں کا نتیجہ ہے، لیکن اس میں خود مسلمانوں کی داخلی کمزوریوں کا مطلق ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ عالم اسلام جس دور سے گذر رہا ہے اور جن دقتوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہے، اس میں اس کی کوتاہیوں اور کمزوریوں کا بھی بڑا دخل ہے۔ محض دوسروں کو مورد الزام قرار دینا ہی کافی نہیں۔ اس کے باوجود یہ کتابچہ معلوماتی اور لائق مطالعہ ہے۔

---

(۳۹)

عربوں کے علمی کارنامے

جناب پروفیسر عبدالعلی صاحب

انگریزی سے اردو ترجمہ جناب مولوی محمد اسلام عمری صاحب، صفحات ۱۳۵

قیمت/۴۵ روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۰ء، ملنے کا پتہ: اسلامک بک فاؤنڈیشن ۱۷۸۱

حوض سوئیوالان نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲، ہند

مسلمانوں نے اپنے دورِ اقتدار میں علوم وفنون اور صنعت وحرفت کو جس قدر ترقی دی، ایجاد واختراع اور جس قدر اس کے فروغ واشاعت اور اس کی سرپرستی ورہبری کی اس سے پہلے اس کی نظیر موجود نہ تھی۔ خاص طور سے علمی میدان میں ان کے جو کارنامے ہیں وہ آج بھی بطور مثال پیش کئے جاسکتے ہیں۔ آج دنیا کو جن ترقیوں پر ناز ہے، اس کی بنیاد بھی مسلمانوں ہی نے اپنے عہد میں رکھی تھی۔ زیرِنظر کتاب میں مسلمانوں کے انہی علمی کارناموں کی مرقع آرائی کی گئی ہے۔ عربی زبان پر سنسکرت کے اثرات، عربوں کی بیداری میں اسلام کا حصہ، مسلمان سائنس دانوں کی خدمات، مستشرقین کا اعتراف، علم طب وجراحت وتشریح، زراعتی ونباتاتی علوم عربوں کی ملاحی، مشہور سیاح وجغرافیہ داں وغیرہ موضوعات پر فاضل مصنف نے سیر حاصل بحث وتحقیق اور معلومات پیش کی ہیں۔ ان مباحث میں علوم وفنون سے متعلق ایک ایک چیز کی تفصیل بھی قلم بند کی گئی ہے۔ اپنے موضوع پر بلاشبہہ یہ ایک گراں قدر اور بڑی معلومات افزا تصنیف ہے۔

البتہ عربوں کے بجائے مسلمانوں کے علمی کارناموں کا نام دے کر اسے اور جامع بنایا جاسکتا ہے، یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ مولانا سید سلیمان ندویؒ کی اصل کتاب عرب وہند کے تعلقات کے بجائے اس کے عربی ترجمہ جو ثقافۃ الہند میں شائع ہوا ہے، اس سے استفادہ کیا گیا، عرب وہند کے تعلقات کے موضوع پر لکھنے والوں میں مورخ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر مبارکپوریؒ کا بھی نام اہم

ہے۔ چونکہ یہ کتاب مقالات کا مجموعہ ہے اس لئے تصنیف وتالیف کی بعض کمیوں کا بھی احساس ہوتا ہے مثلاً ربط وتسلسل وغیرہ، اردو جامہ پہنانے کے لئے جناب مولوی محمد اسلام عمری صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں۔

---

(۴۰)

قمر اور معجزہ شق القمر

جناب مولانا عبدالاحد قاسمی داناپوری

تقطیع متوسط مجلد، صفحات ۱۵۱۔ قیمت/۶۰ روپئے، کتاب وطباعت بہتر، اشاعت ۱۹۹۵ء،

ملنے کا پتہ: کتب خانہ عزیزیہ اردو بازار جامع مسجد دہلی، ۱۱۰۰۰۶

انسان شمس وقمر کے سحر میں شروع سے گرفتار رہا ہے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ بعض قوموں نے ان مخلوقات کو معبود اور لائق پرستش سمجھ لیا حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور صناعی کا مظہر ہیں جن کو دیکھ کر اور جن کے بارے میں غور کر کے معرفت رب کی راہ روشن ہو جاتی ہے۔

جدید سائنسی تحقیقات نے ان کو معبود کا درجہ نہیں دیا لیکن اپنے تجسس اور شوق کی آماجگاہ ضرور بنالیا ہے۔ اس کتاب میں قدیم وجدید اور اسلامی فکر وتصور کے عناصر کو عمدہ طریقے سے پیش کر کے معجزہ شق القمر کے واقعہ کو موضوع بحث بنایا گیا ہے اور چاند کے بارے میں مختلف اقوام ومذاہب کے عقائد وتصورات اور ان کی حقیقت، قدیم وجدید فلاسفہ کی تحقیقات، متعدد خلائی اسفار وغیرہ کے بارے میں دلچسپ معلومات جمع کئے گئے ہیں۔ نیز معجزہ شق القمر کی روایات اور جدید سائنسی تحقیقات سے بحث کر کے اس کی صداقت ثابت کی گئی ہے۔ اس کے منکرین ومعترضین کے اقوال کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ معجزہ شق القمر کے ہندوستان کے چشم دید راویوں کی روایات بھی نقل کی گئی ہیں۔ ضمنی طور پر بعض دوسرے موضوعات بھی زیر بحث آ گئے ہیں۔ جن سے کتاب کی افادیت میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ اپنے موضوع پر یہ قابل قدر کاوش ہے۔

تاریخ ہند

(۴۱)

آزاد ہندوستان میں مسلم تنظیمیں-ایک جائزہ

جناب ڈاکٹر سید عبدالباری صاحب

صفحات ۳۶۸، قیمت ۲۵۰/ روپے۔سنہ اشاعت ۲۰۰۱ء، ملنے کا پتہ: قاضی پبلشرز اینڈ
ڈسٹری بیوٹرس ۲۰۳۵ گلی قاسم جان، اسٹریٹ بلی ماران دہلی ۱۱۰۰۰۶

اکیسویں صدی کا آغاز ہو چکا ہے۔ دنیا کی مختلف قومیں نئے عزم وحوصلہ کے ساتھ اپنی تعمیر وتشکیل نو میں منہمک ہیں۔اس لئے ضرورت ہے کہ ہندوستان کے مسلمان بھی اپنا جائزہ لیتے ہوئے نئے چیلنجوں کے مقابلے اور اپنے مؤثر کردار کے ساتھ اس صدی میں قدم رکھیں۔ زیرنظر کتاب اسی احساس کے پیش نظر لکھی گئی ہے۔ اس میں آزاد ہندوستان کی مسلم تنظیموں کی کوششوں اور کاوشوں کا جائزہ لیا گیا ہے، اوران امور کی طرف اشارے بھی کئے گئے ہیں جن سے اکیسویں صدی کو فیض بخش بنانے کے امکانات روشن ہو سکتے ہیں۔ چارابواب پر مشتمل اس کتاب میں پہلے آزادی سے قبل اسلام اور مسلمانوں کی صورت حال کا ذکر ہے، پھر بیسویں صدی کے نصف اول میں اسلام کے فروغ کی کوششوں کی تفصیل ہے۔اسی باب میں مسلم تنظیموں جمعیۃ علماء ہند، امارت شرعیہ بہار واڑیسہ، تبلیغی جماعت، جمعیۃ اہل حدیث، جماعت اسلامی ہند، مسلم لیگ، کل ہند تعمیر ملت، مجلس اتحاد المسلمین، مسلم مجلس مشاورت، مسلم مجلس، مسلم پرسنل لاء بورڈ، ایس آئی ایم، انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹیو اسٹڈیز اور ملی کونسل کے قیام، مقاصد، خصوصیات اور گزشتہ صدی میں ان کی خدمات کی تاریخ قلم بند کی گئی ہے۔ان کی بعض کوتاہیوں اور فروگذاشتوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔آخر میں مستقبل کے ہندوستان میں ان کے متوقع منصب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس طرح یہ کتاب ہندوستان کے مسلمانوں کی بیسویں صدی کی ایک مفصل سیاسی، مذہبی، تعلیمی اور معاشرتی تاریخ ہوگئی ہے، مسلمانوں پر کیا بیتی حکومت اور فرقہ پرست عناصر نے مسلمانوں کا کس طرح اور کس قدر منصوبہ بند استحصال کیا اور مسلمانوں نے کیا کھویا اور

کیا پایا، یہ تمام تفصیلات فاضل مصنف نے نہایت عرق ریزی اور سلیقہ مندی کے ساتھ پیش کردی ہیں۔ اپنے موضوع پر ایک بھر پور کتاب جو نہ صرف ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ ہے بلکہ مستقبل کے ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے مؤثر رول کے خطوط کی بھی نشاندہی کرتی ہے۔

فاضل مصنف نے نہایت سنجیدگی سے مسلم تنظیموں کا جائزہ لیا ہے اور دکھایا ہے کہ کس نے قوم وملت کی کتنی خدمت کی اور اس سے کس قدر قوم کو فائدہ پہنچا، البتہ انھوں نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ ان جماعتوں کو کیا کرنا چاہئے تھا اور وہ نہ کرسکیں۔

اس کے تفصیلی مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملک میں ہونے والے مسلسل خوں ریز فسادات مسلمانوں کے جانی ومالی نقصانات کی بھرپائی اور اجڑے ہوئے مسلمانوں کی بازآبادکاری کے لئے متعدد تنظیموں نے بڑی تگ ودو کی جس کی وجہ سے مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے قدم پھر جم گئے لیکن افسوس ہے کہ ان تنظیموں میں سے چند کو چھوڑ کر کوئی تنظیم ذہن سازی کا کام نہ کرسکی جس کی وجہ سے آہستہ آہستہ یہ تنظیمیں افراد کی کمی کی نذر ہوتی جارہی ہیں۔

قوم کی پستی وزبوں حالی کے متعدد اسباب کا ذکر مختلف مقامات پر ہوا ہے، اس میں بڑا سبب خودغرضی، مفاد پرستی اور آپسی اختلاف ونزاع اور دوسروں کو نقصان پہنچانے اور نیچا دکھانے کی خصلت ہے، فقہی اور مسلکی اختلافات اور اس میں حد سے زیادہ شدت وغلو وغیرہ بھی مقاصد سے دوری اور غیروں کے استحصال کا ایک سبب اور ذریعہ بنے یقیناً اپنی خرابیوں کو دور کر کے مسلمان ایک صحیح نصب العین کے ساتھ ترقی کرسکتے ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر ہندوستان میں ایک باوقار شہری کی طرح زندگی گزارنا ہے تو مسلمانوں کو اپنی صفوں میں اتحاد، یک جہتی اور محبت کو جگہ دینی ہوگی، تعلیمی پسماندگی کو دور کرنا ہوگا اور زندگی کے ہر شعبہ میں منصوبہ بندی کے ساتھ ترقی کرنی ہوگی۔

بہرحال اس کتاب کا مطالعہ ہر فرد کو ضرور کرنا چاہئے اور خاص طور سے ان جماعتوں کے ذمہ داروں کو جن کا ذکر اس میں کیا گیا ہے تاکہ مستقبل کے ہندوستان میں اپنے تشخص وبقا کے ساتھ نئے چیلنج ہندوتوا وغیرہ کا مقابلہ کیا جاسکے اور نئے عزم وحوصلہ کے ساتھ اکیسویں صدی میں خود کو بطور نمونہ پیش کیا جاسکے۔

اس کتاب کے فاضل مصنف ڈاکٹر سید عبدالباری صاحب اردو کے نامور ادیب وانشاء پرداز

شاعر اور نقاد ہیں، ان کا مطالعہ بہت وسیع و عمیق ہے، ان کا طرزِ نگارش بڑا شستہ وشگفتہ ہے، ان کی اس کتاب میں بھی یہ خوبی موجود ہے، البتہ ترتیب و تدوین کی بعض کمیاں بھی راہ پاگئی ہیں، مثلاً انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹیو اسٹڈیز کا ذکر ضرورت سے زیادہ کیا گیا ہے اور اس کے ضمن میں دارالمصنفین اور بعض دوسرے علمی اداروں کا ضمنی تذکرہ نامناسب ہے، اسی طرح دینی تعلیمی کونسل اور تحریک پیام انسانیت کا سرے سے ذکر ہی نہ کرنا کتاب کی تصنیف کے مقاصد کے خلاف ہے، کمپوزنگ اور اس کی تصحیح میں بھی بڑی بے احتیاطی ہوئی ۱۸۵۷ء کو کئی جگہ ۱۹۵۷ء کمپوز کیا گیا ہے، سہی متعدد جگہ سم ہو گیا ہے۔

ان معمولی کمیوں کے باوجود کتاب کی افادیت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، اس سے دلچسپی افادیت کی ضامن ہے۔

---

(۴۲)

اسلامی قوانین کی ترویج وتنفیذ

عہد فیروز شاہی کے ہندوستان میں

جناب ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی صاحب

صفحات ۱۴۹، قیمت ۶۵ روپئے، طبع اول ۱۹۹۸ء، ناشر: ادارہ علوم اسلامیہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲

جناب ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی صاحب کی نظر عہد وسطیٰ کی تاریخ پر وسیع اور گہری ہے۔ یہ ان کا خاص موضوع ہے جس پر ان کی متعدد اہم نگارشات اہل علم سے داد تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ زیر نظر کتاب کا تعلق بھی اسی موضوع سے ہے۔ اس میں فاضل مصنف نے عہد فیروز شاہی کی فقہی خدمات یعنی کتب فقہ و فتاویٰ اور ان کے مباحث کی روشنی میں غیر مسلموں سے تعلقات اور بعض دوسرے مسائل کی تفصیلات بڑی محنت و عرق ریزی اور سلیقے سے یکجا کی ہیں۔ نظم محاصل اور فیروز شاہ کی سماجی اصلاحات کے ساتھ ایک مستقل باب میں غیر مسلموں کے ساتھ فیروز شاہ تغلق کے سلوک اور طرز عمل

پر بعض معترضین کے خیالات کا مفصل ناقدانہ جائزہ بھی لیا ہے۔ اسی طرح فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں اسلامی قوانین کی ترویج وتنفیذ کا جو اہم کارنامہ انجام پایا اس کی تفصیلات کا بڑا جامع احاطہ کرلیا گیا ہے۔ البتہ بعض مضامین مثلاً جزیہ وغیرہ کی مختلف ابواب میں تکرار بھی ہوگئی ہے، یہ یکجا ہوتیں تو زیادہ مفید ہوجاتیں، کتابت کی غلطیاں بھی راہ پا گئی ہیں، لفظ مندر کو مؤنث لکھا گیا ہے (ص۹۹) بعض عبارتوں میں جھول پیدا ہوگیا ہے۔ مثلاً ''انھیں ان کے پرانے بانیوں کے نام سے باقی رکھا۔'' (ص۷۰) اسی طرح ''خراج کی تشخیص وتحصیل میں اصلاح پیدا کی۔'' (ص۱۰۲) اس کے باوجود یہ کتاب اپنے موضوع پر اہم حیثیت کی حامل ہے جس پر فاضل مصنف مبارک باد کے مستحق ہیں۔ امید ہے اس سے بھرپور استفادہ کیا جائے گا۔

---

(۴۳)

ان سنی آوازیں

جناب انوار عالم خاں ایڈوکیٹ

صفحات ۲۲۴، قیمت ۱۰۰/ روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۳ء، ملنے کا پتہ: غازی ملت پبلی کیشن ۴۲/ اسماعیل اسٹریٹ کلکتہ، پن ۷۰۰۰۱۴

جناب انوار عالم خاں ایڈوکیٹ، ضلع غازی پور کے لائق فرزند ہیں، کلکتہ ہائی کورٹ میں وکالت کرتے ہیں لیکن وہ محض قانون داں ہی نہیں بلکہ ایک دانشور بھی ہیں، ملکی وعالمی سیاسی مسائل پر ان کی گہری نظر ہے، جس پر وہ اپنے مضامین کے ذریعہ برابر اظہار خیال کرتے رہتے ہیں۔ زیر نظر کتاب ان کے انھیں سیاسی مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس میں انھوں نے متعدد ملکی وعالمی مسائل پر اظہار خیال کیا ہے۔ ملک کے سماجی وسیاسی حالات کا انھوں نے بہت اچھا تجزیہ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے مسلم لیڈر شپ کی بے بضاعتی، مرکزی وریاستی حکومتوں کی مسلم دشمنی اور مسلم قائدین کی ناعاقبت اندیشی وغیرہ موضوعات پر بڑے حقیقت پسندانہ تبصرے کئے ہیں۔ ایک مضمون میں مسلمان

بی جے پی اور اصغر علی انجینئر کو موضوع بنایا ہے۔ نرسمہا راؤ کے بیانات کا تجزیہ بھی اس کتاب میں ہے۔ علماء کی ذمہ داریوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے، سیکولرزم کے ساتھ جو مذاق ہوتا رہا ہے اس کی تفصیل بھی انھوں نے قلم بند کی ہے۔

دوسرے باب میں ہندوستان کے ماضی وحال کا ایک آئینہ دکھایا ہے۔ بہار کی نازک صورت حال اور گجرات کے سفاکانہ قتل عام پر بھی مضامین ہیں۔ آر ایس ایس، وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل اور شیوشینا کی حرکتوں اور ان کی ملک دشمن سرگرمیوں کا بھی تفصیلی ذکر ہے۔ فاضل مرتب نے ان پر پابندی عائد کرنا ضروری قرار دیا ہے، سلمان رشدی کے سلسلے میں حکومت کے طرزِ عمل پر سخت تنقید کی گئی ہے۔ ٹی این شیشن سابق الکشن کمشنر پر بھی ایک مضمون ہے۔ آخری چند مضامین پاکستان کے حالات اور افغانستان کی جنگ پر ہیں۔

یہ کتاب محض چند مضامین کا مجموعہ نہیں بلکہ اصلاً یہ گذشتہ ۱۵؍۲۰ برس کے ہندوستان کے حالات کی تصویر ہے۔ اس دوران مسلمانوں پر ظلم وستم کے جو پہاڑ توڑے گئے اور جس جس انداز سے ان کی ایذا رسانی کا کام کیا گیا، اس کی ایک ایک تفصیل اس میں آ گئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اندازہ ہوتا ہے کہ مسلم دشمنی کس قدر لوگوں کے گھٹی میں پڑی ہے۔

یہ کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے بلکہ اسے ہر شخص کو ضرور پڑھنا چاہئے تاکہ اسے معلوم ہو سکے کہ مسلمانوں کے خلاف کون لوگ کیا کیا سازشیں کر رہے ہیں اور ان کو کس قدر نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ فاضل مصنف نے جہاں جہاں تجزیے کئے ہیں بلاشبہ انھوں نے حق ادا کر دیا ہے، ان کا یہ خیال درست ہے کہ اس زبوں حالی میں خود اپنا بھی ہاتھ ہے۔

فاضل مصنف کا طرزِ تحریر صاف اور شستہ ہے۔ اس میں بڑی روانی اور سلاست ہے۔ جو بات لکھی ہے صاف لکھی ہے، الجھاؤ نہیں ہے۔

ہندوستان کے گذشتہ دو دہوں کا یہ منظر نامہ اپنے اندر بڑے عبرت ونصیحت کا سامان رکھتا ہے۔ جس کی تفصیل کتاب کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے بلکہ اس کی وضاحت سرورق ہی سے ہو جاتی ہے۔ امید ہے کہ مسلمان اپنے مسائل ومشکلات کے حل کرنے میں اس کتاب سے ضرور

استفادہ کریں گے۔(ماہنامہ الرشاد: مارچ، اپریل ۲۰۰۵ء)

---

(۴۴)

تاریخ جیراج پور

جناب ضیاءالرحمٰن اعظمی

صفحات ۸۰، سن اشاعت دسمبر ۱۹۹۳ء، قیمت ۱۵/روپے

ملنے کا پتہ: ۹۲ چکلہ تکیہ شہر اعظم گڑھ (یوپی)

اعظم گڑھ کے قصبات ومواضعات اپنی مردم خیزی کے لئے معروف ہیں۔ان کی خاک سے ایسے بہت سے باکمال پیدا ہوئے جو آسمانِ علم وادب پر آفتاب وماہتاب بن کر چمکے، جیراج پور بھی اعظم گڑھ کے ایسے مواضعات میں سے ایک ہے جہاں مولانا حکیم عبداللہ، مولانا سلامت اللہ جیراج پوری اور مولانا حافظ اسلم جیراج پوری جیسے جید اور نامور علماء وفضلاء پیدا ہوئے۔ضرورت تھی کہ اس گاؤں کی تاریخ مرتب کی جاتی، جناب ضیاءالرحمٰن اعظمی صاحب لائق ستائش ہیں کہ انھوں نے اس خوشگوار فریضہ کو انجام دیا، وہ ایک اچھے شاعر وافسانہ نگار اور شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ کے لائق استاد، آج کل ادب اطفال ان کا موضوع ہے، تاہم انھوں نے تاریخ نگاری کی اپنی اس کاوش میں تاریخ وادب کی آمیزش کا دلکش نمونہ پیش کیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''تاریخ جیراج پور'' میں مصنف نے جیراج پور کا تاریخی پس منظر، وجہ تسمیہ، رقبہ، حدودِ اربعہ، آبادی، اہم مقامات، تعلیم، علمی شخصیات، مسلک، پیشہ اور مزاج وغیرہ موضوعات پر مختصر طریقے سے خامہ فرسائی کی گئی ہے اور اپنے وطن کی محبت کا حق ادا کر دیا ہے۔

۸۰ صفحات پر مشتمل اس کتاب کی طباعت بہتر ہے، مگر کتابت کی بہت سی غلطیاں ہیں، جو پروف ریڈنگ میں بے توجہی کا ثبوت ہیں۔انھیں دوسرے ایڈیشن میں درست کرنا نہایت ضروری ہے۔اس کمی کے باوجود یہ کتاب اہل اعظم گڑھ بالخصوص کے لئے ایک اچھا تحفہ ہے۔

---

(۴۵)

تحریک آزادی میں علماء کا کردار (۱۸۵۷ء سے پہلے)

جناب مولانا فیصل احمد بھٹکلی ندوی

صفحات ۵۸۲، قیمت ۱۰۰/روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۳ء،

ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو (یوپی)

ملک کی موجودہ مسموم فضا اور اسلام دشمنوں کی بالادستی نے مسلمانوں کے عظیم الشان کارناموں، کاوشوں اور انقلابی ومجاہدانہ کوششوں پر پردہ ڈال دیا ہے اور علی العموم اس کا اعتراف نہیں کیا جاتا۔ علمی وتعلیمی اور فکری زبوں حالی کی وجہ سے خود مسلمانوں کو بھی اپنے روشن ماضی کی داستان کا علم نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس ملک کی آزادی، سالمیت، بقا وتحفظ اور اس کی تعمیر وترقی میں مسلمانوں نے جو اہم اور بے مثال کردار ادا کیا ہے اس کی تاریخ قلم بند کی جائے۔ زیر نظر کتاب کو اسی سلسلہ کی ایک کاوش قرار دیا جاسکتا ہے، اس میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے تحریک آزادی میں علماء کی علمی وعملی اور مجاہدانہ کارناموں کی تفصیل قلم بند کی گئی ہے۔ یہ ضخیم اور مبسوط کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس کے ابواب کے عنوانات سے لگایا جاسکتا ہے۔ جو یہ ہیں:

(۱) جنگ آزادی اسلامی نقطۂ نظر سے۔ (۲) یورپین قومیں ہندوستان میں۔ (۳) علما کا پرتگالیوں سے جہاد۔ (۴) انگریزوں کے خلاف اولین محاذ آرائی۔ (۵) فتاویٰ دارالحرب اور ان کے مفتیان کرام کے مجاہدانہ کارنامے۔ (۶) حضرت سید احمد شہید کا تحریک آزادی میں کردار۔ (۷) جماعت مجاہدین کا انگریزوں سے تصادم (۸) روہیل کھنڈ میں علماء کا جہاد آزادی (۹) بنگال میں علماء کے زیر قیادت آزادی کی تحریکیں (۱۰) حیدرآباد دکن میں علماء کی جدوجہد آزادی (۱۱) کیرالا کی تحریک آزادی اور علما۔ (۱۲) مختلف مقامات پر علما کی متفرق سرگرمیاں وغیرہ۔

بلاشبہ ملک کی آزادی کے لئے سب سے زیادہ جانی ومالی قربانیاں علمانے پیش کیں، بلکہ

انھیں نے آزادی کا بگل بجایا اور اس کے لئے بخوشی دار و رسن قبول کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر انھوں نے آزادی کی تحریک برپا نہ کی ہوتی تو شاید اب تک ملک آزادی کی نعمت سے محروم رہتا۔

جناب مولانا فیصل احمد بھٹکلی صاحب اہل علم بالخصوص مورخین کے شکریہ اور مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے یہ معرکہ آرا کتاب قلم بند کی اور علما کی خدمات کا روشن مرقع پیش کیا۔ اس سے جہاں مسلمانوں کو اپنے روشن ماضی کا علم ہوگا وہیں ملک کی آزادی میں مسلمانوں کی حصہ داری پر سوالیہ نشان لگانے والوں کے منہ پر طمانچہ بھی لگے گا کہ وہ کس قدر حقائق کے خلاف تھے۔

انتہائی محنت و تحقیق اور مستند ماخذوں سے لکھی ہوئی یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک اہم اور معرکہ آراء تصنیف ہے۔ اس موضوع پر جو کام ہوا ہے اس کی اہمیت سے انکار نہیں، تاہم یہ کتاب مختلف حیثیتوں سے امتیازی مقام رکھتی ہے، پہلی بار ملک کے مختلف علاقوں میں علما نے جدو جہد آزادی میں جو حصہ لیا اس کی تفصیل یکجا پیش کی گئی ہے، کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ علما پرتگیز یوں سے بھی معرکہ آرا ہوئے۔ اس کتاب میں اس کی بھی تفصیل ہے۔ غرض مصنّف نے موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔

امید ہے اس سے بھر پور استفادہ کیا جائے گا، ضرورت ہے کہ اس کا انگریزی اور ہندی میں ترجمہ کیا جائے تا کہ ہمارے برادران وطن کو معلوم ہو سکے کہ یہ علما جوان کی نظر میں کانٹے کی طرح کھٹکتے ہیں انھوں نے اس ملک کے لئے کیسی کیسی قربانیاں دی ہیں اور ملک کو آزادی دلانے میں انھوں نے کس قدر صعوبتیں برداشت کیں۔ (ماہنامہ الرشاد نومبر، دسمبر ۲۰۰۵ء)

---

(۴۶)

جنگ آزادی کے مسلم مجاہدین

جناب ضامن علی خاں

صفحات ۲۶۴، قیمت ۵۷/ روپئے، سنہ اشاعت ۱۹۹۲ء

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمٹیڈ جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

ہندوستان کی جنگِ آزادی میں مسلمانوں کا حصہ کسی اور قوم سے کسی طرح کم نہیں، گو آج آزادی کے پچاس سال گذر جانے کے بعد مسلمانوں کی حصہ داری پر سوالیہ نشان لگا دیا گیا ہے۔ فسطائی اور ملک دشمن عناصر اس بات پر اپنا پورا زور صرف کر رہے ہیں کہ مسلمان اس ملک کا نہ کبھی ہمدرد و وفادار رہا ہے اور نہ ہے۔ پریس اور اخبارات کو خاص طور پر اس کے لئے استعمال کیا گیا اور آج ملک میں نہ تو مسلمان کا مذہب محفوظ ہے اور نہ عبادت گاہیں اور اب ان کے ملی تشخص و امتیاز کا باقی رہنا بھی مشکل نظر آرہا ہے۔ ان حالات میں جناب ضامن علی خاں کی تصنیف ایک مفید کاوش ہے۔ اس موضوع پر کتابوں کی کمی نہیں لیکن بازخوانی کے لئے یہ جدید کوشش لائق ستائش ہے۔

اس کتاب کی تالیف کی وجہ بقول ڈاکٹر خلیق انجم ٹی وی کا ایک پروگرام ہے اس میں کچھ مجاہدین کی تصویریں دکھائی گئی ہیں جس میں گاندھی جی، پنڈت جواہر لال نہرو، سردار پٹیل اور دوسرے لوگ شامل تھے اور حسب معمول مولانا آزاد یا کسی اور مسلم مجاہد آزادی کا ذکر نہیں تھا۔ جناب ضامن علی خاں نے اس واقعہ کے بعد یہ عہد کیا کہ وہ مسلم مجاہدین آزادی پر ایک کتاب مرتب کریں گے۔

جناب ضامن علی خاں نے جس واقعہ کا ذکر کیا ہے وہ آج تقریباً ہر انصاف پسند ذہن کے دل کی آواز ہے۔

اس کتاب میں ہندوستان کی جنگ آزادی میں حصہ لینے والے مسلمان جانبازوں اور سرفروشوں کے حالات قلم بند کئے گئے ہیں۔ اختصار کے باوجود ان سے اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ ملک کے طول و عرض میں معرکۂ آزادی کے ہر مرحلہ میں مسلمانوں نے اپنے جان و مال کی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ بلکہ پیش پیش رہے۔

روایتی تحقیقی اصولوں کے لحاظ سے یہ کتاب ممکن ہے۔ اعلیٰ درجہ کی نہ ہو لیکن اس سے مرتب کی محنت اور اخذ و جمع کی صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے، البتہ فاضل مرتب نے جا بجا اور بے جا طور پر ہندی الفاظ کا استعمال کثرت سے کیا ہے۔ جیسے شری، شریمتی اور جنم وغیرہ حالانکہ ان کے متبادل الفاظ اردو میں موجود ہیں۔ خصوصاً مسلمان ناموں کے ساتھ شری یا شریمتی کے لفظ کا استعمال ذوقِ سلیم پر بار آور اور گراں گذرتا ہے۔ کتاب و طباعت میں بھی غلطیاں ہیں۔ جنھیں دوسرے ایڈیشن میں درست کر لینا ضروری ہے۔

اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ عوام تک پہنچانے کی ضرورت ہے تا کہ عوام کے ذہنوں میں جو یہ بات ذہن نشیں کرادی گئی ہے کہ ملک کی آزادی میں مسلمانوں کا کوئی خاص حصہ نہیں وہ دور ہو اور لوگ واقف ہوں کہ سرزمینِ ہند کا کوئی چپہ ایسا نہیں کہ جو آزادی کی لڑائی میں مسلمانوں کے خون سے رنگین نہ ہوا ہو۔ امید ہے کہ اس کو علمی و عوامی دونوں حلقوں میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

---

(۴۷)

سلاطین دہلی اور شریعت اسلامیہ
(ایک مختصر جائزہ)

جناب ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی صاحب

صفحات ۱۳۳، قیمت ۷۵/روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۲ء

ملنے کے پتہ: اسلامک بک فاؤنڈیشن ۱۷۸۱ حوض سوئیولان نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

زیرنظر کتاب کے مصنف جناب ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی صاحب ممتاز عالم دین اور اہل قلم ہیں۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں اسلامیات کے استاذ ہیں۔ درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کا عمدہ مذاق رکھتے ہیں۔ کئی اہم کتابیں ان کے قلم سے نکل کر اہل علم ودانش سے داد وتحسین وصول کر چکی ہیں۔ ان میں اسلامی قوانین کی ترویج وتنفیذ عہد فیروز شاہی کے ہندوستان میں، سرسید اے، ایم، او کالج اور دینی ومشرقی علوم اور کتابیات فراہی وغیرہ قابل ذکر مطالعہ ہیں۔

ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی تاریخ اور خاص طور سے عہد سلطنت کی تاریخ کا مطالعہ انھوں نے بڑی گہرائی وگیرائی اور وسعت نظری کے ساتھ کیا ہے، سیاسی تاریخ کے ساتھ مذہبی اور معاشرتی تاریخ بھی ان کی خصوصی توجہ کا مرکز ہے۔ راقم کی معلومات کے مطابق ڈاکٹر صاحب واحد مؤرخ ہیں جنھوں نے موجودہ دور میں عہد سلطنت کو اپنی تحقیق وتدقیق کا موضوع منتخب کیا ہے اور کئی اہم مقالات اور کتابیں سپرد قلم کی ہیں۔ زیرنظر کتاب اسی سلسلے کے چند اہم مقالات کا مجموعہ ہے، جسے فاضل مصنف

نے سلیقہ سے مرتب کر کے کتاب کی صورت دی ہے۔

یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں فقہ اسلامی اور فقہی مسائل سے سلاطین دہلی کی دلچسپی کا ذکر ہے۔ دوسرے باب میں سلاطین دہلی کی پاسداری کا ذکر ہے۔ فاضل مصنف نے تفصیلی بحث و تحقیق کے بعد یہ نقطہ نظر پیش کیا ہے کہ سلاطین دہلی کی حکومت گو شاہانہ تھی تاہم ان کے یہاں شریعت کا بڑا احترام تھا اور وہ بالعموم شریعت کی بالا دستی تسلیم کرتے تھے۔

تیسرا باب سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات اور حکومت پر ان کے اثرات کے عنوان سے ہے۔ اس میں پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم کے افکار کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ دراصل یہ مقالہ نظامی مرحوم کی کتاب سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات پر ایک طویل تبصرہ ہے۔ فاضل مبصر نے مدح وقدح کے ساتھ مزید مطالعہ و تحقیق پر زور دیا ہے۔ اب یہ کام بھی انھیں کو انجام دینا ہوگا۔

چوتھا باب بلبن کے عہد میں حکومت و شریعت کے ربط و تعلق پر روشنی ڈالتا ہے۔ فیروز شاہ تغلق نے نفاذ شریعت کی جو کوششیں کیں پانچویں باب میں اس کی تاریخ ہے۔ چھٹے باب میں عہد سلطنت میں جرم سزا کا شریعت کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔ ضمیمہ میں محمد بن قاسم سے بہادر شاہ ظفر تک کے حکمرانوں کے عہد حکومت کی تعیین ہے، جس سے ایک نظر میں عہد وسطیٰ کے ہندوستان کے تمام حکمرانوں کے نام اور عہد وسنہ حکومت سامنے آجاتا ہے۔

اس اہم تاریخی تصنیف کے لئے فاضل مورخ ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی صاحب قابل ستائش اور اہل علم کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ البتہ راقم کا خیال ہے کہ یہ موضوع بہت وسیع ہے، اختصار کے بجائے تفصیل ضروری ہے۔ اختصار کی وجہ سے بہت ضروری پہلو رہ گئے۔

سلطان شمس الدین ایلتتمش کے لقب ''ایلتتمش'' کی تحقیق ہو چکی ہے۔ اس کے بعد بھی اسے التمش لکھنا مناسب نہیں۔ بہرحال یہ ایک اہم، قابل قدر اور لائق استفادہ کتاب ہے۔ فاضل مصنف نے تاریخ نویسی کا حق ادا کر دیا ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہ ایک گراں قدر تصنیف ہے۔

---

(۴۸)

مسلمانوں کی سیاست زخم اور علاج

جناب محمد الیاس اعظمی (سابق ایم پی)

سنہ اشاعت جون ۱۹۹۵ء، صفحات ۱۱۲، قیمت ۲۰؍ روپئے، کتابت وطباعت عمدہ
ملنے کا پتہ: خواہ باغ چنہٹ لکھنؤ (یوپی)

الیاس اعظمی صاحب عملی سیاست خصوصاً مسلم سیاست میں غیر معروف نہیں ہیں۔ عرصہ تک مسلم مجلس میں رہنے کے بعد جنتا دل میں چلے گئے تھے اور اب انھوں نے اپنی آماجگاہ بہوجن سماج پارٹی کو بنالیا ہے۔ ان کی یہ کتاب ۱۹۸۶ میں پیامِ زندگی کے نام سے شائع ہوئی تھی، اب دوبارہ نئے نام سے قدرے ترمیم واضافہ کے ساتھ مصنف نے شائع کیا ہے۔

اس میں مصنف نے اپنی سیاسی معلومات تجربات اور مشاہدات کو یکجا کر کے اس طرح لکھا ہے کہ ایک عام قاری ان کے بے ربط خیالات کی گتھیوں میں الجھ جاتا ہے۔ مناسب ہوتا کہ ان میں ترتیب وتہذیب ہوتی تاکہ مصنف کی بات واضح طور پر قاری کی سمجھ میں آجاتی۔

اس کتاب میں جیسا کہ نام سے معلوم ہوتا ہے مسلمانانِ ہند کو ہندوستانی سیاست میں جو کاری زخم لگے ہیں، ان کی نشاندہی کر کے ان کا مداوا تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں مصنف نے جن خاص باتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کا تعلق مسلمانوں کے دورِ حکومت سے مولانا آزاد تک کی تاریخ سے ہے۔ مثلاً مسلم دور اقتدار میں برہمنوں کی ہمنوائی، سرسید اور علماء کے درمیان کشاکش میں مسلمانوں کا علماء کا ساتھ دینا، تحریک خلافت میں مسلمانوں کی پرجوش شمولیت وغیرہ ہیں۔ ساتھ ہی انھوں نے مولانا ابوالکلام آزاد کے اس کنونشن کو بھی موردِ الزام قرار دیا ہے جو ۱۹۴۸ء میں لکھنؤ میں منعقد ہوا تھا۔

مصنف کے ان خیالات پر صرف تعجب اور حیرت کا اظہار کیا جاسکتا ہے۔ معلوم نہیں وہ کون

سے مسلم فرمانروا تھے جنھوں نے برہمنوں کی ہمنوائی کی۔مصنف نے یہ بات بلا دلیل لکھی ہے۔سرسید اور علماء کے ایک طبقہ کی باہمی مخالفت محض سرسید کے بعض مذہبی خیالات ونظریات سے تعلق رکھتی ہے، سیاسی نظریات کواس میں شامل کرنا انصاف نہیں۔خود مصنف کواس کی تفصیلات سے شاید زیادہ واقفیت نہیں ہے،سب سے زیادہ تعجب انگیز یہ ہے کہ مصنف نے خدا جانے کس بنیاد پر تحریک خلافت کوتحریک حماقت لکھا ہے۔(ص۲۳) جوشخص تحریک خلافت اس کی اہمیت اوراس سے مسلمانوں کے فطری لگاؤ سے ناواقف ہوا سے محض تاریخ سے نابلد ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد نے مسلمانوں کے لئے جوقربانیاں دی ہیں اور جوکارنامے انجام دیئے ہیں اس کا ہرصاحب علم وفہم معترف ہے۔ان کا کنونشن کیا تھا اور کیوں منعقد کیا گیا تھا،اس سے اہل نظر اچھی طرح واقف ہیں۔مصنف کو اس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنی چاہئے۔مصنف نے علماء کا جہاں جہاں ذکر کیا ہے اس سے ان کی تحقیر نمایاں ہوتی ہے۔حالانکہ ان کا احترام مسلمانوں پر ضروری ہے۔خود مصنف کوبھی احترام کرنا چاہئے۔

مصنف کا آزادی ہند کے بارے میں یہ خیال کہ آزادی کی لڑائی کسی پارٹی یا لیڈر نے نہیں لڑی بلکہ برطانیہ خود اسے چھوڑ کر چلا گیا۔(ص۳۹) کھلی حقیقتوں سے چشم پوشی کی نادر مثال ہے۔البتہ مصنف نے کانگریس کی تاریخ کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے۔کتاب میں جگہ جگہ کانگریس کا تذکرہ ہے۔ ہندوستان میں فرقہ پرستی کی اصل جڑ اسی جماعت کوقرار دیا ہے اور یہ بھی درست لکھا ہے کہ کانگریس کی پوری تاریخ میں زبان ودل کا رشتہ کبھی استوار نہیں رہا۔(ص۲۲) مصنف نے مسلمانوں کی موجودہ پستی وزبوں حالی کا ذمہ دار کانگریس کوقرار دیا ہے اور مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ کانگریس کی ہرنئی پرانی شکل سے ہشیار رہنا چاہئے۔(ص۱۰۷)

جناب محمد الیاس الاعظمی صاحب نے گاندھی جی کوبھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے اورانھیں برہمن ازم کا آلہ کار بتایا ہے۔(ص۴۰) ملک کی تقسیم اور گاندھی جی کے قتل کی ذمہ داری بھی مصنف نے کانگریس کے سرڈالی ہے۔

آخر میں مصنف نے مسلمانوں کو چند مشورے دیئے ہیں جوغور وفکر کے لائق ہیں۔زبان وبیان کی بھی خاصی غلطیاں ہیں اوران پرموجودہ ہندی ماحول کے اثرات واضح طور پرمحسوس ہوتے

ہیں، مثلاً ذات کو ہر جگہ جات یا جاتی، مدعا کو مدے۔ بہر حال کو بحر حال لکھا گیا ہے۔ بعض جملے سمجھ میں نہیں آتے۔ یہ کتاب مسلم عوامی سیاست سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے لائق مطالعہ ہے۔

---

(۴۹)

نیور بی اے ہندو

(NEVR BE A HINDU)

مصنف ڈاکٹر اے سپن DR. A. SEPPAN

صفحات ۴۷، قیمت ۲۵/ روپئے، سنہ اشاعت: اگست ۱۹۹۴ء

ملنے کا پتہ: نیو کرسنٹ پبلشنگ کمپنی ۲۰۳۵ قاسم جان اسٹریٹ بلی ماران دہلی ۱۱۰۰۰۶

''ہندو کبھی نہ بننا'' اس عنوان کے ساتھ اس کتاب کو ہم نے تعجب اور حیرت سے دیکھا۔ معلوم ہوا کہ اس کے مصنف ڈاکٹر اے سپن نامی ایک شخص ہیں جو پیشہ کے لحاظ سے ڈاکٹر ہیں۔ تامل ناڈو میں ضلع تھنجا در کے ایک گاؤں میں ایک ہریجن کے گھر میں پیدا ہوئے۔ بی، اے انھوں نے پالیٹکس کے مضمون میں کیا۔ بعد میں وہ میڈیکل تعلیم کی جانب متوجہ ہوئے اور ایم بی بی ایس کے علاوہ اور کئی اعلا ڈگریاں حاصل کیں۔ ایک حساس دلت ہونے کی وجہ سے وہ شروع ہی سے مختلف ایسی تنظیموں سے وابستہ رہے جو دلتوں کو قعر مذلت سے نکالنے کے لئے کوشاں اور برسر پیکار رہیں۔ اس وقت وہ ریپبلکن پارٹی آف انڈیا کی نیشنل کمیٹی کے سکریٹری ہیں۔ تامل زبان میں ایک رسالہ کے مدیر بھی ہیں۔ اس رسالہ کا خاص مقصد ڈاکٹر امبیڈکر کی تعلیمات ونظریات کو عام کرنا ہے۔ ڈاکٹر سپّن کی سیاسی زندگی میں ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ وہ ہر سال ۱۵/اگست کو یوم آزادی کو یوم سیاہ کی صورت میں مناتے ہیں۔ سیاہ پرچم لہراتے ہیں اور ہر بار وہ گرفتار کئے جاتے ہیں۔

اس کتاب کے عنوان سے ان کے جذبات اور ہندو مذہب کے تئیں ان کی شدید نفرت اور غصہ کا اظہار ہوتا ہے لیکن اس کتاب میں ان کا انداز بیان جارحانہ نہیں ہے بلکہ انھوں نے اپنے گاؤں،

خاندان، اپنے والد ووالدہ اورخود ان پر گزرے ہوئے مصائب کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ ان کی داستان غم پڑھ کر بے اختیار ان سے ہمدردی کے جذبات ابھرتے ہیں اوراس وقت ان کے لب ولہجہ کی ترشی وتندی برحق نظر آتی ہے۔ ۹۴ صفحوں کی اس کتاب میں آٹھ ابواب ہیں۔ جن میں دلتوں پر ظلم ان کی تذلیل واستحصال، خود مصنف پر جو بیتی اس کی تفصیل، پھر بڑی ذاتوں کے چنگل سے رہائی وآزادی اوراس کے طریقوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مصنف نے لکھا ہے کہ ان کے گاؤں کا دستور یہ تھا کہ جب کسی ہریجن کی شادی ہوتی تھی تو میاں بیوی سب سے پہلے ڈھول بجاتے ہوئے گاؤں کے بڑی ذات والوں کے ہر گھر پر جاتے، ان کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہوتے، کبھی کبھی یہ سلسلہ کئی کئی روز چلتا رہتا، پھر شادی کے شروع ہفتہ تک ان میاں بیوی کو زمیندار کے گھر جانوروں کی دیکھ بھال پر مامور کیا جاتا، اس کے بعد کہیں جا کر ان دولہا دلہن کو اپنے گھر میں جانے اور رہنے کی اجازت ملتی۔ مصنف کے والد نے جب پہلی بار اس قسم کے دستور کے خلاف آواز اٹھائی تو ان کو بے شمار اذیتوں اور ذلتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ یہاں تک کہ ان کو گاؤں چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا گیا۔ مصنف نے ایک بار ایک ہوٹل میں جا کر کھانے پینے کی غلطی کی تو ان کو بڑی بے رحمی سے پیٹ کر ہوٹل سے بھوکا پیاسا باہر پھینک دیا گیا۔ اس موقع پر ایک مسلمان نے ان کے آنسو پوچھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں جس بھید بھاؤ کا وہ قدم قدم پر شکار ہوئے، اس کی تفصیلات دردانگیز ضرور ہیں لیکن ان کو پڑھ کر تعجب اس لئے نہیں ہوتا کہ کم وبیش اس ملک کے ہریجن اسی قسم کے برتاؤ کے عادی رہے ہیں۔ مصنف اس طرح کے واقعات کو بیان کر کے بار بار اس قسم کے جملے لکھتے ہیں کہ:

> Alas ! Therewas nolimit to the to etore Exprienced that DAS ''Simply because was born among the HINDU in this Wretched Country"

ان کا یہ احساس وقت کے ساتھ شدید تر ہو گیا ہے کہ وہ ان مظالم کا شکار صرف اس لئے ہیں کہ وہ اس بدقسمت ملک میں ایک ہندو بن کر پیدا ہوئے۔ چنانچہ جب بابا صاحب امبیڈکر نے اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائی اور اپنے بھائیوں کو ترغیب دی کہ آزادی حاصل کرنے کے لئے شرط اول یہ ہے کہ ہندو مذہب کو خیرباد کہہ دیا جائے تو یہ مصنف کے دل کی آواز ثابت ہوئی۔ چنانچہ جب ان دلتوں نے

بدھ اور عیسائی مذہب اختیار کرنا شروع کیا اور ۱۹۵۶ء میں امبیڈکر بھی بدھ مت میں داخل ہو گئے تو مصنف نے امبیڈکر کے سچے متبع ہونے کی وجہ سے تبدیلی مذہب کا فیصلہ کیا لیکن ان کے قلب سلیم اور فکر صحیح نے اس مرحلہ پر سوچا کہ کیا واقعی ان مذاہب کا لبادہ اوڑھنے سے دلتوں اور ہریجنوں کو ذلت سے آزادی اور سماج میں بحیثیت ایک آزاد انسان کے عزت نفس کی دولت حاصل ہو سکے گی؟ اس سوال کے جواب میں انھوں نے ان مذاہب کے ساتھ اسلام خصوصاً جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ اصل عزت وسکون صرف اسلام کے دامن رحمت میں ہے اور یہ پہلا موقع تھا جب انھوں نے باباصاحب کی فکر وعمل سے اختلاف کیا۔ کتاب کا یہ باب نہایت فکر انگیز ہے، انھوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کے اندر ذات پات اور برادریوں پر مبنی تفریق پر نظر ڈالی ہے لیکن ان برائیوں کو مذہب کی بنیاد پر وہ قائم نہیں پاتے۔ اسلام کی اصل تعلیمات میں ان کا وجود نہیں۔ اس لئے ان برائیوں کو ختم کرنا آسان ہے۔ بخلاف دوسرے مذاہب کے کہ ان کے یہاں بنیادی تعلیمات میں انسانی فرق وامتیاز کے خاتمہ کی واضح ہدایات واصول نہیں ملتے۔ اس موضوع پر مدلل بحث کرنے کے بعد مصنف نے تمام دلتوں کو دعوت دی ہے کہ وہ صرف اسلام کو اختیار کریں۔ ان کی بحث ان کے الفاظ میں اسی پر ختم ہوتی ہے کہ:

> I Recommend them Islam as to Only way this is only a recommendation, I am not compellng body I an Sute that dalit Der ken would teal in futuee that Islam is only panaced for total libration.

لیکن انھوں نے مسلمانوں سے بھی درخواست کی ہے کہ وہ اپنے یہاں ذات پات کے اختلافات کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مٹائیں اور اسلام قبول کرنے والے اپنے دلت بھائیوں کو ہمت وحوصلہ سے گلے لگائیں۔ یہ اپیل ہمارے علماء مصلحین اور مبلغین کے لئے خاص طور پر غور واعتناء کے لائق ہے کہ اب اس کا وقت آ گیا ہے اور اس کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ ضروری اور ناگزیر ہے۔ ہم مصنف کو ان کی جرأت اور اعلان کلمہ حق کے لئے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس کتاب کا ترجمہ اردو ہندی میں جلد سے جلد شائع کیا جائے، ندوۃ التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد اعظم

گڑھ انشاء اللہ اس کا اردو ترجمہ کرا کر شائع کرنے کی کوشش کرے گا۔(الحمدللہ یہ ترجمہ اسلامک فاؤنڈیشن دہلی سے شائع ہوگیا ہے۔)

---

(۵۰)

ہندتو-مانوتا یا دانوتا (ہندی)

مصنف ڈاکٹر اے سپین

مترجم اے ایس اعظمی

صفحات ۸۹، قیمت ۱۵/روپئے، سنہ اشاعت ۱۹۹۵ء

ملنے کا پتہ: شوشٹر دیرودھی منچ F/A-۴۴ ابوالفضل انکلیو اوکھلا، نئی دہلی ۲۵

زیرِنظر کتاب ڈاکٹر اے سپین کی تصنیف نیور بی اے ہندو (NEVER BE A HINDU) کا ہندی ترجمہ ہے نیور بی اے ہندو کا تعارف الرشاد کے اگست ۹۵ء کے شمارے میں کرایا جاچکا ہے، بعض احباب کی خواہش تھی کہ اس کتاب کا اردو ہندی ایڈیشن شائع کیا جائے تا کہ جو لوگ انگریزی سے ناواقف ہیں وہ اس کتاب اور ڈاکٹر اے سپین کے خیالات کا مطالعہ کرسکیں۔ جناب اے ایس اعظمی لائق مبارک باد ہیں کہ انھوں نے اس کو ہندی کا جامہ پہنایا اس کا اردو ترجمہ الرشاد کے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔اس کتاب کی طباعت عمدہ ہے۔امید ہے ہندی خواں طبقہ اس کی خاطر خواہ پذیرائی کرے گا۔

تعلیم و تربیت

(۵۱)

اردو مدارس کے معیار تعلیم کا مسئلہ

ڈاکٹر اکبر رحمانی

صفحات ۲۲، سنہ اشاعت ۱۹۹۶ء، قیمت ۱۵روپئے، ناشر: ایجوکیشنل اکادمی

۳۷ر بھوانی پیٹھ اسلام پورہ جلگاؤں ۴۲۵۰۰۱ مہاراشٹر

ڈاکٹر اکبر رحمانی ماہر تعلیم کی حیثیت سے پورے ملک میں معروف ہیں۔ درس وتدریس میں ربع صدی سے وابستہ ہیں۔ تعلیمی موضوعات پر ان کی بڑی اچھی نظر ہے۔ خصوصاً مسلمانوں کی تعلیمی پس ماندگی اور زبوں حالی سے بخوبی واقف ہیں۔ تعلیمی موضوعات پر وہ متعدد عمدہ اور معیاری کتابیں قوم کی نذر کر چکے ہیں۔ ان کا ماہنامہ رسالہ آموزگار (جلگاؤں) برسوں سے تعلیمی مسائل کی پیچیدگیاں سلجھانے میں مصروف ہے۔

زیر نظر کتاب دراصل ان کے دو مقالوں ''اردو مدارس کے معیار تعلیم کا مسئلہ'' اور ''موجودہ نظام تعلیم کی ناکامی کے اسباب اور ان کا علاج'' کا مجموعہ ہے۔ یہ مقالے تعلیمی کانفرنس ناندیڑ اور اسٹوڈنٹس اسلامک موومنٹ مہاراشٹر کی سالانہ کانفرنس میں پڑھے گئے تھے۔ ان میں فاضل مصنف نے تعلیم کا مفہوم، معیار تعلیم کے انحطاط کے اسباب، موجودہ نظام تعلیم کے نقائص اور اس کے اسباب وعلل کا باریک بینی سے جائزہ پیش کیا ہے اور مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کا حل بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ ''میرا یہ ایمان ہے کہ ان سارے مسائل کا حل خداشناسی اور آخرت میں جواب دہی کے احساس میں مضمر ہے۔ کسی بھی مسئلہ کا اس کے علاوہ کوئی اور پائیدار حل نہیں ہوسکتا۔''

یہ کتابچہ ایک گراں بہا تحفہ ہے۔ خصوصاً اساتذہ، منتظمین مدرسہ، محکمہ تعلیمات اور طلبہ کے ذمہ داروں کے لئے یہ ایک مفید اور کارآمد کتاب ہے۔ فاضل مصنف لائق مبارک باد ہیں۔ امید ہے کہ لائق مصنف کی دوسری کتابوں کی طرح اس سے بھی فائدہ اٹھایا جائے گا۔

(۵۲)

تختی کے حروف

جناب گریش پانڈے

ترجمہ: جناب حاجی وکیل احمد انصاری، صفحات ۱۹۱، قیمت ر۵۰ روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۵ء

ناشر: انڈیا الخیر فاؤنڈیشن شاہی قلعہ گیٹ، ضلع جون پور

انڈیا الخیر فاؤنڈیشن جون پور کے چیرمین جناب حاجی وکیل احمد انصاری صاحب کی تعلیمی اور سماجی خدمات کا دائرہ وسیع ہے۔ خصوصاً تعلیم نسواں سے ان کی دلچسپی اور مسلم خواتین کی ترقی کے لئے ان کی مساعی قابل داد ہے۔ وہ قانون کے آدمی ہیں تاہم انھوں نے خود کو قوم وملت کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ ان کا بڑا کام مسلم گرلس ڈگری کالج جون پور کی تاسیس اور اس کا بقا واستحکام ہے۔ اب انھوں نے زیرنظر کتاب کو ہندی سے اردو کا جامہ پہنا کر ایک علمی کام بھی انجام دیا ہے۔ کم لوگ ان کی اس صلاحیت سے واقف ہوں گے۔ اس سے بھی ان کے ملی جذبے کا اندازہ ہوتا ہے۔

یہ کتاب دراصل ہندی ادیب وشاعر، نقاد اور ماہر تعلیم گریش پانڈے کی کتاب تختی کے اچھر کا اردو ترجمہ ہے۔ پانڈے جی کا مطالعہ ومشاہدہ گہرا ہے۔ انھوں نے تعلیم کے مختلف موضوعات پر غور خوض کیا ہے اور ملک وقوم کی ترقی کے لئے وہ تعلیم کو نہایت ضروری خیال کرتے ہیں۔ زیرنظر کتاب میں انھوں نے تعلیم، اس کی اہمیت وافادیت، نصاب تعلیم، ابتدائی وثانوی اور اعلیٰ تعلیم پر اظہار خیال کیا ہے۔ موجودہ نظام تعلیم کا معروضی تجزیہ پیش کر کے انھوں نے مفید اور نیک مشورے دیئے ہیں۔ دیہی تعلیم، دیہی اسکول اور اس کے اساتذہ کے خوبیوں اور خامیوں کی نشاندہی کی ہے اور بتایا ہے کہ کن امور کی طرف توجہ دی جائے تو بچوں کو زیادہ فائدہ ہوگا اور کن خرابیوں کو دور کر کے انھیں مؤثر اور مفید بنایا جا سکتا ہے۔

تعلیم اور مذہب، عملی تعلیم اور بعض دوسرے موضوعات پر بھی مصنف نے انتہائی غور وفکر سے

کام لیا ہے، ابتدائی تعلیم سے لے کر اعلیٰ تعلیم تک کے وہ تمام گوشے زیر بحث آتے ہیں، جو موجودہ نظام تعلیم کا حصہ ہیں۔ کتاب بہت ہی معلوماتی اور فکر انگیز ہے۔ اس کے مطالعہ سے نہ صرف تعلیمی امور سے واقفیت ہوگی بلکہ پانڈے صاحب کی اس تڑپ کا اندازہ بھی ہوگا جو وہ قوم کے بچوں میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اساتذہ اور ذمہ داران مدارس ومکاتب بالخصوص مدارس ومکاتب کے ذمہ داروں کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔ انھیں یقیناً اس سے فائدہ ہوگا۔ اس عمدہ کتاب کے لئے میں جناب گریشن پانڈے اور مترجم جناب حاجی وکیل احمد انصاری کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ (الرشاد مئی جون ۲۰۰۵ء)

---

(۵۳)

تحفہ اطفال

جناب مولانا محمد ثابت شمیم رشادی صاحب

صفحات ۵۴۔ قیمت وسنہ اشاعت درج نہیں۔

ناشر: وفاق المدارس امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار) انڈیا

بچوں کی صحیح پرورش و پرداخت اور تعلیم وتربیت ایک بڑی اہم ذمہ داری ہے، اس میں غفلت اور کوتاہی نہ صرف والدین کے لئے بلکہ پورے معاشرے کا خسارہ ہے یہ پہلو ہمیشہ غور اور توجہ کا مستحق رہا۔ زیر نظر کتاب بھی اسی فکرمندی کا نتیجہ ہے، اس میں اولاً سونے جاگنے، اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، چلنے پھرنے وغیرہ تقریباً ہر کام کی ابتداء اور انتہا کے وقت کی دعائیں، اذکار مسنونہ اور دعائے ماثورہ وغیرہ ہیں۔ پھر زندگی میں کام آنے والی کچھ قیمتی باتیں بچوں کے لحاظ سے لکھی گئی ہیں۔ آخر میں چند احادیث نقل کی گئی ہیں۔ یہ کتابچہ بچوں کے ساتھ ساتھ عوام کے لئے بھی مفید ہے اور طلبہ کے لئے تو یقیناً ایک تحفہ ہے۔

---

(۵۴)

تربیت اولاد کا اسلامی نظام

جناب استاذ عبداللہ ناصح علوانؒ

مترجم: مولانا حبیب اللہ مختار (کراچی) تلخیص: حضرت مولانا قمر الزماں صاحب

سنہ اشاعت جنوری ۱۹۹۶ء، صفحات ۵۹۲، قیمت ۱۱۰/ روپے

ناشر: دار العلوم کنتھاریہ، بھڑوچ، گجرات

مسلمانوں کی سیاسی معاشی اور معاشرتی پستی و بدحالی کے بہت سے اسباب ہیں لیکن بنیادی سبب مسلمانوں میں تعلیم کی کمی ہے اور اس کمی کی وجہ سے ایک عمدہ اسلامی معاشرہ کے قیام کا خواب پورا ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ حالانکہ شریعت مطہرہ نے اس کی طرف بڑا زور دیا ہے اور خاص طور سے بچوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاح کی جانب توجہ مبذول کرائی گئی ہے، تاکہ ایک صالح اور پاکیزہ اسلامی معاشرہ وجود میں آسکے۔ علماء و صلحاء اور مصنّفین اپنی تصنیفات و تالیفات اور وعظ و نصیحت کے ذریعہ اولاد کی اصلاح و تربیت کی طرف مسلمانوں کی توجہ برابر مبذول کراتے رہے ہیں۔ زیر نظر کتاب اسی اہم سلسلہ کی ایک جامع اور مفید کڑی ہے، اس میں قرآن و احادیث اور سلف کے آثار و اقوال کی روشنی میں نہایت حکمت و دردمندی سے بچوں کی اسلامی نقطۂ نظر سے تربیت و اصلاح پر بحث کی گئی ہے۔

یہ کتاب تربیۃ الاولاد فی الاسلام کے نام سے دو جلدوں میں عربی میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے مصنف شیخ عبداللہ ناصح علوان مرحوم ہیں۔ اس کا اردو میں ترجمہ مولانا حبیب اللہ مختار صاحب کراچی نے کیا۔ حضرت مولانا قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم نے اس کی عمدہ تلخیص اس طرح کردی ہے کہ اس کی جامعیت اور روح اپنی جگہ باقی ہے اور استفادہ عام کے لائق بھی ہوگئی ہے۔

یہ کتاب اگرچہ بچوں کی اصلاح و تربیت کے موضوع پر ہے لیکن اس سے پوری اسلامی زندگی کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ اس میں مغربی تہذیب و معاشرت کی تباہی و بربادی کا بھی ذکر

کیا گیا ہے۔ فاضل تلخیص نگار کے حکیمانہ فوائد سے کتاب کی اہمیت دوچند ہوگئی ہے۔ اردو میں اپنے موضوع پر یہ ایک معرکۃ الاراء کتاب ہے اور بقول وہبی سلیمان غاوجی ''میرے علم کے مطابق اب تک اسلامی نقطۂ نظر سے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں اتنے مبسوط طریقے سے ایسا قیمتی اور پرازحقائق مجموعہ تحریر نہیں کیا گیا، جیسا کہ عبداللہ ناصح علوان نے تحریر کیا ہے۔'' اس کے لئے فاضل مصنف اور تلخیص نگار کا اردو خواں طبقہ کو ممنون ہونا چاہئے۔

یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہر شخص اس کا مطالعہ کر کے اپنے بچوں کی تربیت واصلاح پر توجہ دے۔ یہ وقت کا سب سے اہم تقاضا ہے۔ امید ہے اسے حسن قبول نصیب ہوگا۔

---

(۵۵)

تعلیم کی اہمیت سنتِ نبویؐ کی روشنی میں

علامہ یوسف القرضاوی

مترجم: جناب ابومسعود اظہر ندوی، صفحات ۱۸۰، قیمت ۴۰/ روپئے، سنہ اشاعت ۱۹۹۸ء

ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز ڈی، ۳۰۷ ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی۔ ۲۵

مسلمانوں کی پسماندگی اور زبوں حالی کی بنیادی وجہ ان میں تعلیم کی کمی ہے۔ آج وہ دوسری قوموں سے علم وفن کے ہر میدان میں فضیلت دور کی بات ہے، ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتے اور تعلیم میں پچھڑے پن ہی کی وجہ سے ان کی ترقی کی ہر خواہش وکوشش بے سود بلکہ ذلت وخواری میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ حالانکہ اسلام میں حصول علم اور اس کے فروغ واشاعت اور اس کی اہمیت وفضیلت جس قدر بیان کی گئی ہے وہ کسی اور مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمان اپنی علمی وتعلیمی فضیلت وبرتری ہی کی وجہ سے بامِ عروج تک پہنچے تھے۔ بعد کی علم وفن کی ہر بہار انھیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے اور اب یہ تو مسلمہ حقیقت ہے کہ جن علوم کی بنا پر یورپ کو دنیا کی قیادت میسر آئی اس کی بنیاد ہمارے ہی اسلاف نے رکھی تھی۔

زیرنظر کتاب کی تالیف کا مقصد اسی عظمت رفتہ کی یاددہانی اوراپنے گم شدہ علمی وقار کی بازیافت ہے۔ چنانچہ دنیائے اسلام کے ممتاز عالم اور کتاب کے فاضل مصنف نے قرآن واحادیث کی روشنی میں تعلیم کی اہمیت وفضیلت، مقاصد، فوائداوراس کی ترویج واشاعت پر اس طرح بحث کی ہے کہ موضوع کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہا۔اپنے موضوع پر اس قدر جامع، پرمغزاور معلومات افزا کتاب اردو میں مشکل سے ملے گی۔ترجمہ کے لئے جناب ابومسعوداظہر ندوی صاحب لائق ستائش ومبارک باد ہیں۔کتاب ہر شخص کے لئے قابل مطالعہ ہے۔

---

(۵۶)

تعلیمی تجزیے

جناب ڈاکٹر ایم نسیم اعظمی صاحب

صفحات ۱۰۵، قیمت ۱۰۰/روپے، سنہ اشاعت ۲۰۰۲ء

ملنے کا پتہ: عدیلہ پبلی کیشنز ڈومن پورہ (کساری) ضلع مئوناتھ بھنجن، ۲۷۵۱۰۱ (یوپی)

تعلیمی مسائل پر اردو میں لکھنے والے خال خال ہیں۔حالانکہ یہ ایک ایسا اہم موضوع ہے جس پر سب سے زیادہ توجہ دینی چاہئے۔نئی نسل کی ذہنی تعمیر وتشکیل اور قوموں کے روشن مستقبل کا دارومدار اسی پر ہے۔خوشی ہے کہ جناب ڈاکٹر ایم نسیم اعظمی صاحب کواس موضوع سے خصوصی دلچسپی ہےاور وہ برابر تعلیم کے مختلف پہلوؤں پر لکھتے رہتے ہیں۔زیرنظر کتاب ان کے انھیں تعلیمی مضامین کا مجموعہ ہے جنھیں سلیقہ سے کتابی صورت دی گئی ہے۔

اس میں انھوں نے تعلیم کی اہمیت وافادیت، مقصد، مسائل، مشکلات وغیرہ کےساتھ امتحان کی خامیاں، جدید تعلیم اور بدلتی قدروں، ٹکنالوجی اور منیجمنٹ کی تعلیم کے مراکز، ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے عصری تقاضے، اعلیٰ تعلیم کے گرتے معیار، بڑھتی فیس اور خواتین کے تعلیمی مسائل وغیرہ موضوعات پر اظہارخیال کیا ہےاوراس سلسلہ میں نیک اور مفید مشورے بھی دیئے ہیں۔لائق مصنف کا خیال ہے

کہ ''ہمارا موجودہ نظام تعلیم، نصاب تعلیم، مقصد تعلیم اور طریقہ امتحان نئی نسل کی صحیح رہنمائی اور تعمیر و تشکیل نہیں کر پا رہا ہے جس سے طلبہ میں منفی رجحانات پنپ رہے ہیں۔'' اس کی بڑی وجہ انھوں نے تعلیم کو ذریعہ معاش بنانا بتایا ہے۔

ایک باب میں اردو کی ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں انھوں نے آزادی کے بعد اردو کی تعلیم وتدریس کی صورت حال کو واضح کرتے ہوئے اس کے مسائل و مشکلات کے ساتھ روزگار کے مواقع کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ آخری باب خاص مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی اس کے اسباب، تدارک اور عربی مدارس کے نئے نصاب تعلیم کے جائزے پر مشتمل ہے۔

ڈاکٹر ایم نسیم اعظمی نے اس کتاب میں تعلیمی مسائل ومشکلات اور بعض کمیوں اور خامیوں کے ذکر کے ساتھ چند مشورے بھی دیئے ہیں۔ مثلاً ان کا مشورہ ہے کہ تعلیم کا مقصد حصول ملازمت کے بجائے طلبہ کی ذہنی وفکری نشوونما قرار دیا جائے۔ اچھے اساتذہ کا انتظام کیا جائے۔ پاس فیل سسٹم ختم کر کے گریڈ سسٹم رائج کیا جائے اور ایسا انتظام کیا جائے کہ طلبہ اپنے نمبر کی جانچ خود کر سکیں، ملک کے تمام تعلیمی بورڈ میں تال میل پیدا کیا جائے۔ وغیرہ

لائق مصنف نے جن مسائل کو قلم بند کیا ہے یا جن باتوں کا مشورہ دیا ہے۔ اس کے لئے مضبوط دلائل بھی فراہیم کئے ہیں اور انتہائی دیانت داری اور خلوص کے ساتھ مشورے دیئے ہیں۔ تمام تعلیمی رپورٹوں مختلف کمیشنوں کی سفارشات اور تعلیمی اعداد وشمار کی روشنی میں یہ حقائق قلم بند کر کے نتائج اخذ کئے ہیں۔ ان کے بعض خیالات سے اختلاف کی گنجائش ہے مگر ان کے خلوص پر شبہہ نہیں کیا جا سکتا۔ بعض مشوروں مثلاً گریڈ سسٹم وغیرہ پر بحث ہونی چاہئے۔ تاکہ آئندہ کا لائحہ عمل طے کرنے کی راہ ہموار ہو سکے۔

اس معلومات افزا اور مفید کتاب کے لئے ڈاکٹر ایم نسیم اعظمی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ان کے گہرے تعلیمی مطالعہ سے امید ہے اساتذہ، طلبہ اور مدارس ومکاتب اور اعلیٰ تعلیم کے ذمہ دار بھرپور فائدہ اٹھائیں گے، اور اہل علم وقلم اس موضوع پر اپنی توجہ مرکوز کر کے نئی نسل کے مستقبل کے لئے راہ ہموار کریں گے۔ (ماہنامہ الرشاد: اپریل مئی ۲۰۰۳ء)

---

(۵۷)

رپورٹ اجلاس عام دینی تعلیمی کونسل

جناب ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی صاحب

شائع کردہ: دینی تعلیمی کونسل، عارف آشیانہ، چوک لکھنؤ

آزادی کے بعد یوپی کے مسلمانوں کی خستہ حالی کو دیکھ کر مرحوم قاضی عدیل عباسی صاحب نے چند مخلصین کے ساتھ دینی تعلیمی کونسل کی تشکیل کی۔ تاکہ مسلمانوں میں تعلیم کے ذریعہ ان کے ملی تشخص و امتیاز کو باقی رکھا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جذبہ کو قبول کیا اور آج یہ عام احساس ہے کہ ماضی قریب میں سب سے زیادہ مؤثر ونمایاں خدمت دینی تعلیمی کونسل نے انجام دی۔ جس کی بدولت مسلمانوں کی علمی و تعلیمی رہنمائی، اس خوبی سے ہوئی کہ سیکڑوں مکاتب قائم ہوئے اور نہایت کارآمد اور بامقصد نصاب تعلیم تیار کیا گیا۔

زیر نظر کتابچہ اسی دینی تعلیمی کونسل کے اجلاس عام منعقدہ ۸؍فروری ۹۸ء بمقام ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مفصل روداد ہے۔ اس کے علاوہ ریاستی اجلاس علی گڑھ اور علاقائی اجلاس سہارنپور کی بھی روداد یں شامل ہیں۔ ان اجلاسوں کی رپورٹ کے علاوہ دینی تعلیمی کونسل کی مختصر تاریخ بھی اس میں آگئی ہے جس سے یہ رسالہ اور جامع اور معلومات افزا ہو گیا ہے۔

مذکورہ تمام اجلاس حکومت یوپی کی ہندوتو وادی ذہنیت اور تعلیم میں ہندوتو کی شمولیت اور فروغ کے پس منظر میں منعقد ہوئے تھے۔ وندے ماترم اور دوسرے ہندو تہذیبی عناصر کو تعلیم میں داخل کرنے کے پس منظر میں ان اجلاسوں میں ان مسائل وخطرات کی جانب بھرپور توجہ کی گئی اور طے پایا کہ مسلمان کسی قیمت پر ایسی تعلیمی اسکیم کو برداشت نہیں کریں گے جو ان کے دین وایمان کے خلاف ہو۔ (ص ۲۱) دینی تعلیمی کونسل کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی شروع سے سرپرستی حاصل تھی اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی جیسے فعال شخص کی رہنمائی بھی۔ ضرورت ہے کہ دینی تعلیمی کونسل

کو اور فعال ومتحرک بنایا جائے، مدارس ومکاتب کے ذمہ داروں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس تعلیمی کونسل کے فروغ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں تا کہ نئی نسلیں اپنے تہذیب وتمدن سے آشنا اور اپنے ملی تشخص کو باقی رکھ سکیں۔ ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی اس مفید رسالے کی ترتیب وپیشکش کے لئے ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔

---

(۵۸)

احادیث لیس منا

مولانا سید عبدالقادر ٹونکی، ترجمہ وحواشی: جناب محمد فاروق خاں صاحب ایم، اے
صفحات ۴۷، قیمت/ ۲۰ روپئے، سنہ اشاعت اپریل ۱۹۹۹ء ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز
ڈی ۳۰۷، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر اوکھلا نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

متعدد احادیث شریفہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لیس منا، لیس منی، لیس من امتی اور انا بری منہ۔ وھو بری منی کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ ایسی احادیث کا ایک انتخاب مولانا سید عبدالقادر ٹونکی مرحوم نے ۸۷/ برس قبل کیا تھا۔ اب اس کو جناب محمد فاروق خاں صاحب نے ترجمہ وتشریح کے ساتھ مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ اس عمدہ انتخاب سے امید ہے کما حقہ استفادہ کیا جائے گا۔ اس کے لئے لائق شارح شکریہ کے مستحق ہیں۔ البتہ حواشی ومتن ہی میں رہنے دیا جاتا تو بہتر ہوتا۔ اصل کہیں اور تشریح کہیں سے عام لوگوں کو پڑھنے میں دشواری ہوگی۔ اس انتخاب میں اضافہ کی بھی گنجائش تھی۔

صفحہ ۱۹/ پر ایک حدیث کے راوی کا نام نہیں دیا گیا ہے حالانکہ معمولی تلاش سے وہ نام مل جاتا۔ اگر فاضل مترجم علاحدہ تحریر میں عربی زبان وادب میں لیس منا وغیرہ کے استعمال اور اس کی اثر انگیزی اور ادبی حیثیت پر روشنی ڈال دیتے تو اس کی افادیت مزید بڑھ جاتی۔

---

(۵۹)

ترجمان الحدیث

جناب مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب

صفحات ۳۲۰، قیمت ۸۰/روپئے، سنہ اشاعت نومبر ۲۰۰۱ء

ناشر: مرکز دعوت وارشاد دارالعلوم الاسلامیہ بستی

احادیث نبویؐ کے انتخاب کا ایک طویل سلسلہ ہے خود ہندوستان میں احادیث کے متعدد انتخاب اوران کے مجموعے شائع ہوئے۔ زیرنظر کتاب بھی اسی سلسلہ زریں کی ایک اہم کڑی ہے، جناب مولانا محمد اسجد قاسمی صاحب نے اپنے استاذ کے منتخب مجموعہ احادیث ضیاء الطالبین کا نہ صرف رواں اور سلیس ترجمہ کیا بلکہ بڑی جامع اور مفید تشریح بھی کی ہے۔ ڈیڑھ سو احادیث کے اس مجموعے میں شریعت کی بنیادی تعلیمات اس طرح جمع کی گئی ہیں کہ زندگی کے خاص طور پر معاشرتی زندگی میں کام آنے والی باتیں بڑے ہی مفید اور مؤثر انداز میں سامنے آجاتی ہیں۔ اس کا مطالعہ فائدہ مند ہے۔ مؤلف شکریہ کے مستحق ہیں۔

---

(۶۰)

تعلیم الحدیث (حصہ دوم)

جناب مولانا عبدالکریم پاریکھ

صفحات ۲۲۸، قیمت درج نہیں، کتابت وطباعت اعلیٰ، سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء

ملنے کا پتہ: فرید بک ڈپو ۴۲۲ مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۱۱۰۰۰۶

جناب مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب معروف اہل قلم، عالم اور مصنف ہیں۔ انھوں نے کئی

مفید کتابیں سپردِ قلم کی ہیں۔قومی وملی معاملات سے عملی تعلق بھی رکھتے ہیں۔زیرنظر کتاب ان کی قلمی کاوشوں کی نئی کڑی ہے۔

یہ دراصل صحاح ستہ سے ۱۳۴ ان احادیث کا انتخاب ہے جوعوام الناس کی روزمرہ کی زندگی اور مسائل سے متعلق ہیں۔تعلیم الحدیث کا حصہ اول ۱۰۹/احادیث کا انتخاب تھا جو بڑا مقبول ہوا۔ احادیث کے انتخاب، ترجمہ اور پھر مختصر تشریح سے یہ سلسلہ حدیث ہر شخص کے مطالعہ کے لائق ہے۔ امید ہے اس سے کماحقہٗ فائدہ اٹھایا جائے گا۔اللہ تعالیٰ فاضل مرتب کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔

---

(٦١)

حدیث نبویؐ

مولانا حکیم سید عبدالحیٔ حسنی

ترجمہ جناب مولانا شمس الحق ندوی،صفحات ۱۷۲، قیمت درج نہیں،سنہ اشاعت ۲۰۰۱ء،

ناشر: محمد الحسنی ٹرسٹ تکیہ کلاں دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی، لکھنؤ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا حکیم سید عبدالحیٔ حسنی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔وہ ایک بڑے عالم ومصنف اور مؤرخ تھے۔خاص طور سے اسلامی ہندوستان کی علمی وتہذیبی تاریخ پر ان کی نظر بڑی وسیع اور عالمانہ تھی۔اس موضوع پر ان کی تصنیفات، نزہۃ الخواطر (۸ جلدیں) الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند فی العہد الاسلامی، یادِ ایام اور گل رعنا وغیرہ مشہور ومعروف ہیں۔

تہذیب اخلاق اور تزکیہ نفوس کے موضوع پر حکیم صاحب نے تہذیب الاخلاق کے نام سے احادیث کا انتخاب مرتب کیا تھا جس میں اخلاقی ومعاشرتی اور تمدنی تعلیمات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ یہ انتخاب شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے۔مولانا ابوسبحان روح القدس نے روائع الاعلاق کے نام سے اس کی عمدہ شرح بھی لکھی ہے۔زیرنظر کتاب اسی کا ترجمہ ہے جو مولانا شمس الحق ندوی صاحب مدیر تعمیر

حیات کے قلم سے ہے۔ اس ترجمہ کی وجہ سے حکیم صاحب کی اس کاوش سے استفادہ آسان ہوگیا ہے، بعض مفید حواشی اور تشریحات سے اس گلدستۂ احادیث کی افادیت دوچند ہوگئی ہے۔ پیش لفظ مصنف کے علمی خانوادہ کے موجودہ جانشین مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب کے قلم سے ہے جس سے کتاب کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ یہ کتاب تہذیب اخلاق ومعاشرت کے لئے ایک عمدہ گلدستہ ہے۔ اس کی طبع واشاعت میں جن لوگوں نے کسی بھی درجہ میں حصہ لیا ہے وہ اہل علم کی جانب سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ (ماہنامہ الرشاد اعظم گڑھ۔ جنوری ۲۰۰۲ء)

---

(۶۲)

وحی حدیث

پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی

صفحات ۲۷۵۔ قیمت ۱۵۰/روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۴ء

ناشر: اسلامک بک فاؤنڈیشن ۱۷۸۱ حوض سوئیوالان نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

ہندوستان میں علم وتحقیق کی آبرو جن اہل قلم اور محققین کی کاوشوں سے باقی ہے، ان میں ایک اہم اور نمایاں نام پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی ادارہ علوم اسلامیہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا بھی ہے۔ قرآن وحدیث، تفسیر، فقہ، تاریخ اور خاص طور سے سیرت ومغازی پر ان کا مطالعہ انتہائی وسیع، نظر گہری اور باریک بیں ہے۔ دو درجن سے زیادہ علمی، تحقیقی اور بلند پایہ کتابیں اور مختلف موضوعات پر سیکڑوں مضامین ان کے علمی تبحر، جلالت اور عظمت وامتیاز کی شہادت ہیں۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کا حق ادا کردیتے ہیں۔ چونکہ ذہن اخاذ ہے اس لئے عموماً نئے موضوعات ومباحث ان کے قلمرو کا حصہ بنتے ہیں۔ زیرنظر کتاب بھی ان کی اسی طرح کی ایک نمایاں کاوش ہے۔ اس میں انھوں نے قرآن اور کتب حدیث وسیرت کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ حدیث نبویؐ بھی وحی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول ہوتا تھا۔ البتہ کلام اللہ وحی متلو ہے جب کہ

حدیث نبویؐ وحی غیر متلو یعنی اس کی تلاوت وقرأت کا حکم نہیں اور وحی حدیث کا بھی وہی طریقہ نزول ہے جو قرآن پاک کے نزول کا ہے۔

پانچ ابواب پر مشتمل اس کتاب میں وحی کے معنیٰ ومفہوم، اقسام، وحی قرآن کے مماثل وحی حدیث، رویائے صادقہ کے ذریعہ تنزیل وحی، اسراء ومعراج، کشف نبویؐ، حضرت جبریلؑ کے ذریعہ تنزیل وحی وغیرہ موضوعات پر عمدہ بحث وتحقیق پیش کی گئی ہے۔ صحابۂ کرامؓ کی عینی شہادتوں سے استدلال کیا گیا ہے جس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ وحی حدیث کے بھی وہی طریقے تھے جو قرآن پاک کی وحی کے تھے۔ اسراء ومعراج کی احادیث پر فاضل مصنف نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے کہ ان سے وحی حدیث کے متعدد طریقوں کا علم ہوتا ہے۔ اس سلسلے کا شاید ہی کوئی ایسا گوشہ ہو جس پر روشنی نہ ڈالی گئی ہو۔ فاضل مصنف نے ہر بحث میں ثبوت وشہادت اور دلائل کا انبار لگادیا، جس سے بحثیں طویل ضرور ہوگئی ہیں لیکن اس سے نفس موضوع کی وضاحت اور قطعیت کی خوبی بھی نمایاں ہوگئی ہے۔ نئے اور منفرد موضوع کی یہ کتاب ہمارے ذخیرہ میں گراں قدر اضافہ اس کے لئے پروفیسر موصوف ارباب علم ودانش کی طرف سے قابل مدح وستائش ہیں۔ امید ہے کہ اس سے بھرپور استفادہ کیا جائے گا۔

(الرشاد، مئی جون ۲۰۰۵ء)

خطبات

(۶۳)

آئینہ پارلیمنٹ

جناب قاری محمد میاں مظہری صاحب

صفحات ۲۱۰۔ قیمت ۵۰ روپئے، طباعت جون ۱۹۹۷ء

شائع کردہ: ادارہ سیکولر قیادت ۷۷ اپٹودی ہاؤس دریا گنج، نئی دہلی۔

ایک دور تھا جب مولانا عبیداللہ خاں اعظمی صاحب کی شعلہ بیانیوں اور جذباتی تقریروں سے عام مسلمانوں کے جلسے جلوس میں شور بپا تھا۔ بھیڑ اکٹھا کرنے کی وہ ضمانت تھے۔ مقبولیت نے ان کو ملک کے ایوان بالا کی رکنیت عطاء کی تو ماضی کی طرح ان کی شعلہ بیانی سے راجیہ سبھا کے درودیوار محظوظ نہیں ہوئے تاہم مختلف مسائل پر وہاں جو مذاکرات ہوئے ان میں اعظمی صاحب نے وقتاً فوقتاً حصہ لیا، اب ان مباحث وتقاریر کو ان کے ایک معتقد جناب قاری محمد میاں صاحب مظہری نے جمع کر کے آئینہ پارلیمنٹ کے نام سے شائع کیا ہے۔

ان تقریروں اور بحث ومباحثہ کی اہمیت کا اندازہ بابری مسجد کا تنازعہ، اردو کا مسئلہ، سیکولرازم سے کھلواڑ، اقلیتوں کے مسائل، پولس کی فرقہ پرستی اور فسادات، کشمیر کا مسئلہ، بی، جے، پی کی لاقانونیت اڈوانی کی رتھ یاترا، ٹاڈا، غربت وافلاس، امریکی دہشت گردی اور منئی کے حادثہ وغیرہ عنوانات سے کیا جاسکتا ہے۔

تحریر میں تقریر کی لذت تلاش کرنا بے محل ہے تاہم اس کے زور واثر کی جھلکیاں اس میں نمایاں ہیں۔ ترتیب میں یہ کمی ضرور نظر آتی ہے کہ ان تقریروں پر چند کے سواء تاریخ نہیں دی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا کہ یہ تقریریں راجیہ سبھا میں کب کی گئیں۔ امید ہے آئندہ ایڈیشن میں یہ کمی نہیں رہے گی۔

---

(۶۴)

اسالیب الخطابۃ

مولانا مفتی جمیل احمد نذیری صاحب

صفحات ۱۲۸۔ قیمت ۲۰/روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۱ء۔

ناشر: مکتبہ صداقت نوادہ مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، ۲۷۶۴۰۱ (یوپی)

اس کتاب میں اسلامی مدارس کے طلبہ کے لئے عربی زبان میں تقریر وخطابت کے اصول وضوابط واضح کئے گئے ہیں اور مختلف قسم کے جلسوں میں خطابت کی مختلف صورتوں کو مثالوں سے بھی سمجھایا گیا ہے۔ طلبہ کے لئے ایک مفید اور عمدہ کتاب ہے۔

امید ہے طلبہ اس سے پورے طور پر فائدہ اٹھائیں گے۔

---

(۶۵)

بیانات حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ

مرتبہ مفتی روشن شاہ قاسمی صاحب

صفحات ۱۵۱ تقطیع متوسط، قیمت درج نہیں، سنہ اشاعت اگست ۱۹۹۷ء

ملنے کا پتہ: ادارہ اشاعت دینیات (پرائیویٹ لمیٹڈ) ۱۶۸/۲، حضرت نظام الدین نئی دہلی

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ بانی تبلیغی جماعت کے صاحبزادے امیر التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ کی تقریریں انتہائی مؤثر اور اثر انگیز ہوا کرتی تھیں۔ اس کتاب میں ان کی بعض منتخب تقریریں یکجا کی گئی ہیں۔ لائق مرتب اس کی ترتیب واشاعت کے لئے مبارک باد کے مستحق ہیں۔

(۶۶)

تبلیغی تقاریر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

مرتبہ مفتی روشن شاہ قاسمی

صفحات ۱۳۵۔ کتاب وطباعت بہتر۔ تقطیع متوسط قیمت ۳۵/ روپئے۔ ملنے کا پتہ: ادارہ اشاعت دینیات (پرائیوٹ لمیٹڈ) ۱۶۸/۲ ارجھا ہاؤس، حضرت نظام الدین نئی دہلی ۲۰۰۰۳

یہ کتاب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان خطبات کا مجموعہ ہے جو انھوں نے تبلیغی اجتماعات وغیرہ میں دیئے تھے۔ ان خطبات سے ایمان، میں پختگی روح میں تازگی اور قوت عمل میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان کا مطالعہ ہر شخص کو ضرور کر لینا چاہئے۔ امید ہے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔

---

(۶۷)

خطبۂ صدارت

مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ

سنہ اشاعت اپریل ۱۹۹۹ء، صفحات ۱۴۴، قیمت درج نہیں، کتابت وطباعت اعلیٰ۔

ملنے کا پتہ: امارت شرعیہ بہار واڑیسہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار) پن کوڈ نمبر ۸۰۱۵۰۵۔

حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ ان باکمال بزرگوں میں تھے جنھوں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ قوم وملت کی فلاح وبہبود کے لئے وقف کر دیا تھا۔ انیسویں صدی کے آغاز میں انھوں نے ہندوستانی مسلمانوں کے قومی وملی مسائل میں رہبری ورہنمائی کا فریضہ انجام دیا، امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کا قیام ان کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔

وہ جمعیۃ العلماء کے بانیوں میں تھے اور اس کی تمام سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ جمعیۃ العلماء کا اجلاس مرادآباد انہی کی صدارت میں ہوا تھا جس میں انھوں نے نہایت پرمغز اور مبسوط خطبۂ صدارت پیش کیا تھا۔ یہ کتاب دراصل وہی خطبہ صدارت ہے جسے امارت شرعیہ نے مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی صاحب مدظلہ کی تصحیح وتقدیم کے ساتھ اس غرض سے شائع کیا ہے کہ مولانا سجاد صاحبؒ کے بلند پایہ فکری سرمایہ سے اہل علم استفادہ کرسکیں اور قومی ترقی میں ان کے یہ افکار مشعل راہ بن سکیں۔

اس خطبۂ صدارت میں پہلے جمعیۃ العلماء کے قیام اور مقاصد کا مختصراً ذکر ہے، پھر مسئلہ خلافت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کی تاریخ اور اس کے قیام پر شرعی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے۔ اس کے بعد مولانا نے سیاست سے علماء کی بے اعتنائی پر افسوس ظاہر کیا ہے اور مختلف دلائل کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ سیاست میں حصہ لینا دین کے منافی نہیں ہے بلکہ علماء کا حصہ لینا ایک دینی فریضہ ہے۔ مولانا ابوالمحاسنؒ نے ایسے علماء وائمہ کا مختصراً ذکر بھی کیا ہے جنھوں نے اپنے عہد کی سیاست میں حصہ لیا، بعد ازاں حجاز وجزیرۃ العرب اور حرمین شریفین کے نظم وانتظام پر تبصرہ ہے۔ ملکی مسائل مثلاً ترک موالات، ہندو مسلم اتحاد وغیرہ پر بھی شرعی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے۔ آخر میں نظام اسلام اور امارت کا مختصر خاکہ پیش کیا ہے۔

یہ خطبہ اگر چہ پون صدی پہلے کے ہندوستان اور عالم اسلام کے پس منظر میں دیا گیا تھا مگر اس کی معنویت وافادیت میں کوئی کمی نہیں آئی ہے، کیوں کہ مسلمانوں کے بہت سے مسائل ہنوز اسی طرح ہیں اور بعض انتہائی خراب شکل اختیار کر چکے ہیں اور بعض ان سے بھی اہم مسائل سامنے آ گئے ہیں۔ اس لئے اس خطبہ کا مطالعہ آج بھی اتنا ہی اہم اور مفید ہے جتنا کہ اس وقت تھا۔ مولانا مرحوم کے بعض نقطۂ نظر سے اختلاف واتفاق کی یقیناً گنجائش ہے تاہم اس خطبہ کا مطالعہ اہل علم کے لئے مفید اور غور وفکر کا محرک ہوگا۔

---

(۶۸)

نظامت اور خطابت سیکھئے

(حصہ اول)

مرتب جناب مولانا شفیق احمد قاسمی

صفحات ۲۱۶۔ قیمت ۴۰/ روپے، پہلا ایڈیشن ستمبر ۱۹۹۴ء

ملنے کا پتہ: پیغام بکڈ پو اردو بازار جلال پور، فیض آباد۔ (یوپی)

وعظ ونصیحت اور خطاب وتقریر کی اہمیت وافادیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔ اس کے باوجود ملک میں اچھے مقررین وواعظین کی کمی رہی ہے۔ اس ضمن میں کوششیں بھی ہوتی رہی ہیں۔ یہ کتاب بھی اسی کوشش کا ایک جزء ہے۔ جناب مولانا شفیق احمد قاسمی صاحب لائق ستائش ہیں۔ جنھوں نے نظامت وخطابت سے متعلق یہ کتاب مرتب کی۔ اس میں انھوں نے نظامت وخطابت کے نہ صرف اصول وخطوط بتائے ہیں بلکہ اپنی ہی نظامت وخطابت کو پیش کر کے طلباء اور علماء کی نئی نسل کو اچھا مقرر وناظم بننے کے لئے اکسایا ہے۔

یہ کتاب گو ادبی نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کچھ ادب وانشاء کا خیال کیا گیا ہے لیکن اس کی طرف توجہ ہونی چاہئے تھی۔ خطابت میں اس بات کا بھی خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ زبان وبیان دلنشیں اور عام فہم ہو، تاکہ لوگ متأثر ہوں، اس بات کا بہت کم خیال کیا گیا ہے۔ کتاب میں بعض جملے بھی کھٹکتے ہیں، مثلاً (ہر آنے والا سانس ہماری زندگی کو کم کر رہا ہے ص ۱۷) اور (ایسی صورت میں اس کی عظمت درعظمت ہوجائے گی۔ (ص ۸۲)

مجموعی طور سے یہ ایک اچھی لائق مطالعہ کتاب ہے۔ خصوصیت سے طلبہ کے لئے ہے۔ امید ہے اسے قبول عام نصیب ہوگا۔

خواتین

(۶۹)

اسلام میں عورت کا کردار

جناب مولانا محمد شعیب اللہ خاں المفتاحی

صفحات ۱۰۴، سائز ڈیمائی۔ قیمت درج نہیں، سنہ اشاعت ۱۴۲۰ھ

ملنے کا پتہ: الہدایہ بک پبلشرز ۳/۳۴ فرسٹ اسٹریٹ سپنگ روڈ کراس بنگلور نمبر ا

اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے سب سے پہلے عورتوں کو قعرِ مذلت سے نکالا اور قانونی طور پر ان کے حقوق متعین کئے اور زندگی کے ہر شعبے میں ان کی ترقی اور نشو ونما کے راستوں کی نشاندہی کی۔ زیرنظر کتاب میں عورتوں کے حقوق، سماج میں ان کی اہمیت اور زندگی کے مختلف میدانوں میں ان کے کردار کی وضاحت قرآن واحادیث کی روشنی میں کی گئی ہے۔

اس کتاب سے اسلام پر لگائے جانے والے ان الزامات کی تردید بھی ہو جاتی ہے جو آج نام نہاد ترقی نسواں کے نام پر عائد کئے جاتے ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ خاص طور پر خواتین کو ضرور کرنا چاہئے تا کہ اندازہ ہو سکے کہ اسلام نے عورت کو کس قدر وسیع حقوق واختیارات دیئے ہیں۔ کتاب وطباعت عمدہ ہے۔ امید ہے اس سے بھر پور دلچسپی لی جائے۔

---

(۷۰)

بہنوں کی نجات

جناب مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب

صفحات ۱۴۴، قیمت ۳۰/ روپئے

ملنے کا پتہ: محمود اینڈ کمپنی روشن ہاؤس رول پائپ لائن، بمبئی ۴۰۰۰۵۹۔

جناب مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب مشہور عالم وواعظ ہیں۔قومی وملی درد کے جذبہ سے بھی سرشار ہیں۔ملت کی اصلاح وترقی کے لئے ہرممکن سعی وکوشش میں مصروف رہتے ہیں۔اس مختصر کتاب میں انھوں نے مسلمان خواتین کے خیرو بہبودی اور کامیابی وکامرانی پراظہار خیال کیا ہے کہ حقیقی فلاح رسم ورواج کی پیروی کے بجائے شریعت پرعمل پیرا ہونے میں ہے۔اسی موضوع پرانھوں نے ملک اور بیرون ملک میں مفیداورمؤثرتقریریں کیں اور بڑی حکمت ودانائی سے نکاح،جہیز،طلاق اور پردہ کے موضوع پرروشنی ڈالی ہے۔اس سلسلہ میں انھوں نے ایسے رسوم ورواج کی مضرتوں پربھی اظہارخیال کیا،جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔معاشرہ میں رائج ان غلط رسموں کے نقصانات بھی دلنشیں انداز میں بیان کئے ہیں۔ ہندوستانی مسلم خواتین کے لئے ان تقریروں میں بڑے کام کی باتیں آگئی ہیں۔اس کتاب کا مطالعہ ان کے لئے یقیناً فائدہ مند ثابت ہوگا۔

---

(۷۱)

خواتین تمل ناڈو کی دینی، علمی وادبی خدمات

جناب علیم صبانویدی صاحب

مرتبہ ڈاکٹر جاویدہ حبیب صاحبہ، صفحات ۱۶۴۔ قیمت ۴۰۰/ روپے، سنہ اشاعت ۲۰۰۱ء

ملنے کا پتہ: تمل ناڈو اردو پبلی کیشنز ۲۶۔امیر النساء اسٹریٹ مونٹ روڈ چنئی ۶۰۰۰۰۲

شاعر، محقق، مصنف، جناب علیم صبانویدی صاحب اردو کے ایسے خدمت گزار اور اہل قلم ہیں۔ جو ہمہ وقت اردو کی خدمت میں سرگرم عمل رہتے ہیں۔ مدراس میں بیٹھ کر جہاں بظاہر اردو کے لئے ماحول سازگار نہیں صلہ وستائش کی تمنا سے بے پرواہوکر علمی، ادبی اور تحقیقی کام کرنا کسی بڑے کارنامے سے کم نہیں۔

نویدی صاحب گزشتہ ۳۵ برسوں سے مسلسل علم وادب کی خدمت میں مصروف ہیں اور دو درجن سے زیادہ کتابیں سپرد قلم کر چکے ہیں۔ان کا خاص موضوع تمل ناڈو کی مذہبی، تاریخی اور ادبی

خدمات کا تعارف ہے۔ وہ یہاں کے علماء ومشائخ، ادباء وشعراء اور مصنّفین کے حالات وسوانح اور ان کے کارناموں پر کئی کتابیں قلم بند کر چکے ہیں۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس میں انھوں نے خواتین تمل ناڈو کی علمی، دینی اور ادبی خدمات کی مرقع آرائی کی ہے۔ ۵۶/خواتین تمل ناڈو کے مختصر حالات، تصنیفات، شاعری وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان کی خصوصیات بھی بیان کی گئی ہیں، بعض ایسی خواتین کے اصلاحی اور معاشرتی کاموں کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

اس کتاب سے تمل ناڈو کے مسلمانوں کی معاشرتی تاریخ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس کا مطالعہ خاص طور سے خواتین کو ضرور کرنا چاہئے تاکہ انھیں اندازہ ہو کہ گھریلو خواتین کس طرح علم وادب کی خدمت کر سکتی ہیں۔ (الرشاد اکتوبر نومبر ۲۰۰۴ء)

---

(۷۲)

مسلم عورت اور اس کی ذمہ داریاں

مصنفہ: طیبہ یحیٰ

ترجمہ: جناب محمد خالد اعظمی صاحب

صفحات ۴۵، قیمت/۱۳ روپے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۰ء۔ ملنے کا پتہ: کڈپا اسلامک ویلفیر سوسائٹی مستان والی اسٹریٹ ۳/۷۳/۲۰ کڈپا آندھرا پردیش (انڈیا)

زیر نظر کتابچہ میں مسلم خواتین کی مختلف حیثیتوں مثلاً بحیثیت طالبہ، ملازمہ، معلّمہ، بیوی اور ماں کی تعیین قرآن وحدیث کی روشنی میں کی گئی ہے۔ جس سے اسلام میں عورت کے مقام ومرتبہ کی بھی تعیین خود بخود ہو جاتی ہے اور نام نہاد آزادی نسواں کے نام پر موجودہ تہذیب نے جو رویہ روا رکھا ہے اس کی قباحت اور تردید بھی سامنے آجاتی ہے۔ خواتین کے لئے یہ ایک عمدہ کتاب ہے۔ رواں اور سلیس ترجمہ کے لئے جناب محمد خالد اعظمی صاحب شکریہ کے مستحق ہیں۔

---

(۷۳)

مصر میں آزادیٔ نسواں تحریک اور جدید عربی ادب پر اس کے اثرات

ڈاکٹر سطوت ریحانہ

صفحات ۳۰۲۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۱ء۔ قیمت ۱۵۰/روپئے۔

ملنے کا پتہ: مکتبہ تحقیق وتصنیف اسلامی پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ (یوپی)

آزادیٔ نسواں کے موضوع پر متعدد اہل علم مسلسل اپنے مطمح نظر کو بیان کرتے رہتے ہیں۔ یورپ کے اہل قلم نے خاص طور سے اس کو موضوع اپنایا اور ایک مقصد کے لئے اسلام اور مسلمانوں کو اس راہ سے مطعون کرنا پیش نظر رکھا۔ مغربی مصنّفین کے علاوہ خود مسلمانوں کی ایک مغرب زدہ جماعت نے بھی اسلام کے تئیں یہ رویہ روا رکھا اور اسلامی تعلیمات کے مقابل ہوکر آزادی نسواں کے متعلق طرح طرح کے خیالات پیش کئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آزادیٔ نسواں ایک ایسا موضوع بن گیا جس میں طبقۂ نسواں کی بھلائی تو کم جدید مناظرانہ جدل و بحث کا خیال زیادہ ملحوظ رکھا جانے لگا۔ اس لئے ضرورت تھی کی تحریک آزادی نسواں کی تاریخ، عہد بہ عہد ارتقا، اس کی نوعیتیں، اسباب ومقاصد کا جائزہ لیا جائے۔ چوں کہ آزادیٔ نسواں کی تحریک کے سب سے زیادہ اثرات مسلمان ملکوں جیسے مصر پر پڑے ہیں، اس لئے اس کتاب میں اسی کو موضوع بنایا گیا ہے اور اس تحریک کی پوری تاریخ قلم بند کردی گئی ہے جس سے خود بخود جدید عربی ادب پر اس تحریک کے اثرات کی وضاحت ہوجاتی ہے۔

پانچ ابواب پر مشتمل اس مقالے کے پہلے باب میں یورپ میں تحریک آزادی نسواں کے آغاز وارتقاء اور اس کے مختلف مراحل کا ذکر ہے۔ یورپ میں عورتوں کی زبوں حالی اور پسماندگی کا ذکر بھی آ گیا ہے۔ چوں کہ مصر میں آزادی نسواں کی تحریک فرانس کے ذریعہ شروع ہوئی، اس لئے خاص طور سے فرانس کی تحریک آزادی نسواں کا جائزہ بھی ہے۔ دوسرے باب میں مصر میں تحریک آزادی

نسواں کا ایک عام جائزہ لے کر دکھایا گیا ہے کہ مصر میں تحریک آزادیٔ نسواں کا آغاز نپولین کے قیام مصر سے ہوا۔ اس تحریک کو ان مصریوں نے ترقی دی جو فرانس سے متاثر تھے۔ یا جنھوں نے فرانس میں تعلیم حاصل کی تھی۔ تیسرے باب میں ان ممتاز شخصیات کا تعارف ہے جنھوں نے مصر میں تحریک آزادیٔ نسواں میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کے افکار ونظریات کو بھی مصنفہ نے سلیقہ اور ہنر مندی کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ چوتھے باب میں ان کتابوں کا تفصیلی مطالعہ ہے جو اس تحریک کے نتیجے میں لکھی گئیں۔ پانچویں باب میں بعض ان مصری شعراء کا مطالعہ ہے، جنھوں نے آزادیٔ نسواں کے مسائل کو اپنی شاعری میں پیش کیا ہے۔ خاتمہ میں آزادیٔ نسواں کے علمبرداروں کے افکار ونظریات کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیہ کیا گیا ہے۔ آخر میں کتابیات ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنفہ نے دستیاب مواد کا گہرائی اور دقت نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ مختلف کتابوں، مضامین اور اخبارات میں منتشر مواد کو اکٹھا کر کے سلیقہ سے کتاب قلم بند کی گئی ہے۔ کتاب کی ترتیب و جامعیت سے ان کی تحریری صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسلوب بھی صاف اور رواں ہے۔ موضوع سے براہ راست تعلق صفحہ صفحہ سے عیاں ہے۔

اس طرح یہ مفید معلوماتی مقالہ اپنے مشمولات کے اعتبار سے حوالہ اور ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے لئے لائق مصنفہ ستائش کی مستحق ہیں۔ ان کے اساتذہ بھی تحسین و تبریک کے حقدار ہیں کہ ان کی زیر نگرانی ایک عمدہ اور معیاری مقالہ قلم بند ہوا۔

خودنوشت

(۷۴)

تحدیث نعمت

مولانا محمد منظور نعمانیؒ

صفحات ۳۵۲، قیمت ۷۵/روپئے۔ ملنے کا پتہ: مکتبہ الفرقان ۱۱۴/۳۱ نظیر آباد لکھنؤ ۱۸۔ یوپی

نامور عالم و مصنف اور صاحب الفرقان مولانا محمد منظور نعمانی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، ان کی زندگی خدمت دین میں گذری یہ آپ بیتی ان کی کتاب زندگی کے کچھ اوراق کا مجموعہ ہے۔ جسے انھوں نے تحدیث نعمت کے طور پر ماہنامہ الفرقان (۱۳۹۳ھ-۱۴۰۱ھ) میں بیان کرنا شروع کیا تھا۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصہ میں نعمت علم اور توفیق عمل وغیرہ انعامات الٰہی کا بیان ہے۔ یہ حصہ بڑی حد تک ان کے فرزند گرامی قدر اور فاضل مرتب مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی کے قلم سے ہے۔ دوسرے حصہ میں ان بزرگوں اور اکابر کے حالات و واقعات ہیں جن کی شفقتیں اور عنایتیں مولانا مرحوم کے ساتھ رہیں اور جو مولانا مرحوم کے مرشد و مربی کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان میں مولانا محمود حسن صاحب، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا الیاس کاندھلوی صاحب، حاجی عبدالرحمٰن نومسلم، مولانا وصی اللہ صاحب، مولانا حسین علی شاہ مجددی، حاجی عبدالغفور چودھری، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری اور مولانا عبدالشکور فاروقی وغیرہ شامل ہیں۔ کتاب گو مختصر ہے لیکن مولانا مرحوم کی زندگی کے تمام اہم حالات و واقعات، تعلیم و تربیت، درس و تدریس، مناظرے اور تصنیف و تالیف کا جامعیت سے ذکر آ گیا ہے۔ ایک عمدہ خودنوشت کی تمام خصوصیات اس میں موجود ہیں، مولانا کی وفات کے بعد اب یہ خودنوشت ان کی سوانحی کوائف کا بنیادی ماخذ ہے جو بعد میں آنے والے علماء و محققین کے لئے بھی نہایت کارآمد ثابت ہوگی۔ عام قاری کے لئے تو اس میں سامان عبرت و بصیرت موجود ہی ہے خواص کے لئے بھی یہ ایک عمدہ مرقع ہے۔

(۷۵)

زنداں کا داعی

مولانا انعام الرحمٰن خاں

باراول ۱۹۹۵ء، صفحات ۲۹۳۔ قیمت ۵۴/ روپئے۔

ملنے کا پتہ: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، ابوالفضل، دہلی نمبر ۱۱۰۰۰۶

اردو میں آپ بیتی لکھنے کی روایت پرانی ہے۔ ''زنداں کا داعی'' اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ مولانا انعام الرحمٰن خاں مرحوم بھوپال ہی نہیں کل ہند جماعت اسلامی کے مقتدر رہنماؤں میں سے تھے۔ جماعت سے وابستگی کے نتیجہ میں ان کو شدائد و مصائب سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ چنانچہ یکم جون ۱۹۵۳ء سے ۱۶/ اگست ۱۹۵۳ء تک انھوں نے قید و بند کی اذیتیں برداشت کیں۔ یہ کتاب اسی عہد کا زنداں نامہ ہے۔ جس میں انھوں نے جیل کے حالات دوسرے قیدیوں کا برتاؤ اوران کی نفسیات کو بڑی باریک بینی سے دیکھا۔ ان کے جیل کے ساتھیوں میں ہندو مہا سبھائی اور کمیونسٹ دونوں قسم کے اشخاص شامل تھے۔ ان میں ہندو اور مسلمان دونوں تھے۔ نظریات وعقائد میں بعد المشرقین ہونے کے باوجود جیل کی یکجائی اور تنہائی کے لمحات میں ایک دوسرے کی دلچسپ باتوں، مکالموں اور طنزیہ جملوں کو مولانا نے بڑے دلکش انداز میں لکھا ہے۔ خود مولانا نے اپنی نفسیاتی کیفیات کو بھی ایمانداری سے بیان کردیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ''پنڈت نہرو کی بیوی بیمار ہوئیں تو انھوں نے رہائی منظور کر لی اور مولانا آزاد کی زوجہ علیل ہوئیں اور انتقال کر گئیں لیکن انھوں نے رہا ہونا پسند نہیں کیا۔ اگرچہ ان حضرات کا طرز عمل ہمارے لئے نمونہ نہیں ہے لیکن اس سے پہلے میں اپنی سمجھ اور مذاق کی رو سے مولانا (آزاد) کے طرز عمل پر تنقید کر چکا ہوں اور پنڈت جی کے طریقہ کو معتدل سمجھتا ہوں۔ (ص ۲۸۱)

مولانا انعام الرحمٰن کا طرز تحریر نہایت عمدہ، پرکشش اور ادبی اسلوب سے معمور ہے، جگہ جگہ اشعار کا بڑا برمحل استعمال کیا ہے، جو ان کے حسن ذوق کا شاہد ہے۔

چند تسامحات بھی ہیں مثلاً یہ ڈائری جو ۱۹۵۳ء کی اسیری کی داستان ہے مگر ٹائٹل کی پشت پر اسے ایمرجنسی (۱۹۷۵ء-۱۹۷۷) کی اسارت کی روداد بتایا گیا ہے۔ کتابت کی غلطیاں بھی ہیں مثلاً سنہ ہجری کو سنہ عیسوی لکھ دیا گیا ہے۔ ان غلطیوں کو دوسرے ایڈیشن میں درست کیا جا سکتا ہے۔ طباعت بہت عمدہ اور مرکزی مکتبہ اسلامی کے معیار کے عین مطابق ہے۔

یہ دلچسپ اور دلکش ڈائری لائق مطالعہ ہے۔ خدا کرے یہ تحریک اسلامی اور دوسرے کارکنوں کے لئے سبق آموز اور مفید ثابت ہو۔

---

(۷۶)

صدائے جرس

جناب ڈاکٹر مقبول احمد صاحب

صفحات ۳۳۴۔ قیمت درج نہیں۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۲ء۔ ملنے کے پتے (۱) ڈاکٹر مقبول احمد ۹/ریپن اسٹریٹ کلکتہ بنگال (۲) دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ ۲۷۶۰۰۱ (یوپی)

صدائے جرس ڈاکٹر مقبول احمد صاحب کی خودنوشت ہے۔ اس کے مطالعے سے اندازہ ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت میں تنوع اور ہمہ جہتی کی خوبی نمایاں ہے۔ وہ عمدہ معالج ہونے کے ساتھ قوم وملت کے سچے مونس و ہمدرد اور مسیحا بھی ہیں۔ تعلیم وتدریس اور قومی اور ملی مسائل پر ان کی گہری نظر ہے۔ ان کے حل کے لئے وہ برابر کوشاں رہتے ہیں۔ اپنے فن میں اعلیٰ ترین مہارت اور اس سے گہری وابستگی کے ساتھ وہ ملک وملت کے لئے فکرمند رہتے ہیں۔ بعض ملی تحریکوں اور اداروں سے انھوں نے خود کو اس لئے وابستہ رکھا کہ ان کی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جائے۔ ان کے سینے میں ایک دردمند دل ہے جو قوم کی ہر تکلیف پر رنجیدہ اور غمگین ہو جاتا ہے اور وہ قومی وملی مسائل ومشکلات

کے حل کے لئے مردآہن کی طرح میدان میں ڈٹ جاتے ہیں۔ایسے بے لوث مسیحا نفس اور صلہ وستائش سے بے پرواہ افراد ہی کسی قوم کی ترقی کے ضامن ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب ملک میں بڑھتی ہوئی فرقہ پرستی اور مسلم دشمنی سے بڑے متفکر رہتے ہیں اور اسے انھوں نے ملک وقوم کے لئے ایک بڑا خطرہ بتایا ہے۔مسلمانوں کی تعلیمی پس ماندگی پر انھیں بڑا ملال ہے۔اس کو دور کرنے کے لئے انھوں نے بڑی کوششیں کیں ان کی تفصیلات بھی صدائے جرس میں آگئی ہیں۔

اردو زبان میں خودنوشت کا ایک بڑا ذخیرہ ہے مگر ایسی خودنوشت کم ہیں جن میں دل پر گزرنے والی ہر بات رقم کی گئی ہو اوران کا مداوا بھی پیش کیا گیا ہو۔

ڈاکٹر صاحب اسلامی تعلیمات کو ہر جگہ ملحوظ رکھتے ہیں۔انھوں نے جس موضوع پر اظہار خیال کیا اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں،ان کی بھی وضاحت کردی ہے۔یہ خودنوشت ایک شخص کے ذاتی حالات ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ پچھلی صدی کے اہم واقعات وحوادث اور مسلمانوں پر جو گزری اس کی داستان بھی ہے۔مسلمان کن کن حالات ومسائل سے گزرے،اپنے تحفظ وبقا اور مذہب وملت کی سالمیت کے لئے انھوں نے کیا کیا کوششیں کیں،اس کی ایک جھلک اس خودنوشت میں موجود ہے جو بھرپور بھی ہے اور واضح بھی ہے۔

ڈاکٹر صاحب واقعی ایک مردمومن ہیں۔ان کی ذات سے قوم وملت کو نفع ہوا ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نفع وافادہ کو قائم ودائم رکھے۔ان کی زندگی کا یہ دل آویز اور بصیرت افروز مرقع اپنے اندر بڑا سامان وعبرت رکھتا ہے۔

ایسی کتابوں کا مطالعہ ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ یہ محض وقتی لطف وانبساط کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ شمع ہدایت کی طرح راستوں میں اجالا پھیلاتی رہتی ہیں۔

---

(۷۷)

میری علمی زندگی کی داستان عبرت

مولانا محمد شہاب الدین ندوی مرحوم

صفحات ۱۷۸۔ قیمت درج نہیں۔سنہ اشاعت ۲۰۰۲ء

ناشر: فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ ۸۲/۱۰ مین فرسٹ کراس بی، ٹی، ایم فرسٹ اسٹیج بنگلور ۵۶۰۰۲۹

مولانا محمد شہاب الدین ندوی مرحوم دور حاضر کے ایسے عالم وفاضل تھے جو علوم دینیہ کے ساتھ سائنسی علوم وافکار پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ وہ مدۃ العمر مطالعہ وتحقیق اور خدمت قرآن میں مصروف رہے اور متعدد گراں قدر کتابیں سپرد قلم کیں۔ان کا خاص کارنامہ جدید سائنسی تحقیقات اور قرآنی بیانات میں مطابقت کی تلاش وجستجو ہے۔واقعہ یہ ہے کہ وہ اپنی اس حیثیت میں یکتا ویگانہ تھے۔ زیرنظر کتاب ان کی خودنوشت ہے۔تین ابواب پر مشتمل اس کتاب میں نجی اور خاندانی احوال کے ساتھ خاص طور سے علمی زندگی کی مرقع کشی کی گئی ہے۔ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی کتاب ''دوقرآن'' سے متاثر ہوکر بڑی عمر میں تحصیل علم کے لئے ندوہ آئے اور نہ صرف علوم دینیہ میں مہارت حاصل کی بلکہ ذاتی محنت اور مطالعہ وجستجو سے جدید علوم پر بھی دست رس حاصل کی اور پھر خود کو قرآن اور قرآنی علوم واسرار کے مطالعہ وتحقیق کے لئے وقف کردیا،اس سلسلہ میں انھوں نے تصنیف وتالیف کے لئے بنگلور میں فرقانیہ اکیڈمی قائم کی۔رسائل وجرائد نکالے۔اس کے لئے انھوں نے اپنا تمام ذاتی سرمایہ بھی اس میں لگادیا۔ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اہل بنگلور سے بددل ہوکر انھوں نے ندوہ دیوبند اور علی گڑھ کا رخ کیا مگر یہاں بھی ان کی قدر افزائی نہیں ہوئی تاہم وہ اپنی فکر اور مقصد سے دست بردار نہیں ہوئے اور ایک بار پھر پوری قوت وتوانائی کے ساتھ سرگرم ہوئے۔دشواریوں اور دقتوں کے باوجود منزل مقصود کی طرف گامزن رہے اور کامیابیوں سے ہم کنار ہوئے۔ان تمام حالات وواقعات کی تفصیلات انھوں نے قلم بند کی ہیں جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

اس مادی دور میں قرآنی علوم وافکار کی جدید تحقیقات واکتشافات میں مطابقت دکھلانے کے لئے انھوں نے جو کوشش اور کاوش کی اور جو نتائج اخذ کئے اس کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔اس سے وہ ملول اور بددل ہوئے، تاہم ان کے عزم محکم اور عمل پیہم کی وجہ سے استقامت اور استقلال کی دولت نصیب ہوئی اور متعدد اہم کتابیں سپرد قلم کرنے میں کامیاب رہے۔ یہ خودنوشت ان تمام تفصیلات سے پُر ہے۔اس کا مطالعہ افادیت سے خالی نہیں۔خاص طور سے علمی کاموں میں حالات سے مایوس ہوکر بیٹھ جانے والوں کواس کا مطالعہ یقیناً مہمیز کرے گا۔اسی کتاب پر ان کی زندگی کا خاتمہ بھی ہوا۔مرض موت کے حالات ان کے لائق صاحبزادے مولوی سعید الرحمٰن ندوی کے قلم سے ہیں۔ توقع ہے کہ ان کے صاحبزادگان مولانائے مرحوم کی فکر اوران کے کام کے سلسلے کو مزید آگے بڑھائیں گے۔

---

(۷۸)

نقوش گردش ایام

حضرت مولانا محمد حنیف ملی

مرتبین حافظ نعیم الظفر نعمانی ندوی وحافظ نجم الظفر نعمانی ندوی، صفحات ۱۵۳

قیمت/۵۰ روپئے۔سنہ اشاعت ۲۰۰۴ء۔ناشر: مکتبہ مولانا محمد حنیف ملی ۴۴۱ بیل باغ،

مالیگاؤں (ناسک، مہاراشٹر)

حضرت مولانا محمد حنیف ملیؒ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ وہ نامور عالم دین اور معروف مصنف تھے۔ان کے قلم سے نقوش چمن، نقش جمیل، نقش حریت، شاہ ولی اللہ اور علم حدیث، مدارس کا نظام تعلیم، نقوش کوکن اور دعوت کا قرآنی اسلوب جیسی اہم کتابیں نکلیں۔ وہ مدۃ العمر علم دین کی خدمت میں مصروف رہے اور سیکڑوں افراد نے ان سے کسب فیض کیا۔زیر نظر کتاب ان کی نامکمل خود نوشت سوانح عمری ہے۔ان میں انھوں نے خاندانی احوال کے ساتھ ابتدائی تعلیم وتربیت، معہد ملت

اوردارالعلوم دیوبند کی طالب علمانہ زندگی، اساتذہ وشیوخ اورتعلیم سے فراغت کے بعد درس وتدریس کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ان کے تعاون سے قائم ودائم مدرسوں کا ذکران کے لائق صاحبزادوں نے اس کتاب کے آخرمیں شامل کردیا ہے جس سے یہ خودنوشت تقریباً مکمل ہوگئی ہے۔ یہ نقوش گردش ایام کا پہلا حصہ ہے غالباًاس کےاوربھی حصے شائع ہوں گے۔

مولانا محمد حنیف ملیؒ صاحب کے آباء واجداد اعظم گڑھ کی مردم خیز سرزمین مبارک کے رہنے والے تھے، ترک وطن کرکے مالیگاؤں میں زندگی بسر کی اور پھراس کی خاک کا پیوند ہوئے۔ فطری طور پراس خودنوشت میں وہاں کے حالات زیادہ ہیں۔ معہد ملت کی پوری تاریخ اس میں آگئی ہے۔ مولانا عبدالحمید نعمانی صاحب کی خدمات جلیلہ کی داستان بھی اس میں آگئی ہے۔ وہ ملی مرحوم کے استادومربی اورمعہد ملت کے بانی مبانی تھے۔ انھیں کی کوششوں سے یہ ادارہ ایک بڑامرکزعلم وفن قرار پایا۔ یہ تمام تفصیلات اس خودنوشت میں موجود ہیں۔ مولانا مرحوم نے دارالعلوم دیوبند کی طالب علمی کی جوروداد لکھی ہے اس سے دارالعلوم کے اس عہد کے اساتذہ وشیوخ کا پرتو بھی اس کتاب میں جلوہ گر ہے۔ مجموعی طور سے یہ ایک عمدہ خودنوشت ہے۔

بڑوں کو بڑا بنانے میں ان کی اپنی محنت، جفاکشی، تندہی اورسراغ زندگی پانے کی للک کا بڑا اہم رول ہوتا ہے۔ مولانا محمد حنیف ملی مرحوم کی زندگی میں بھی بڑا درس وعبرت ہے جس کی تفصیل اس خودنوشت میں موجود ہے۔ امید ہے یہ مطالعہ کرنے والوں کے لئے تازیانے کا کام دے گی۔ بالخصوص مدارس دینیہ کے طلبہ واساتذہ کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگی۔

سفرنامے

(۷۹)

بطواف کعبہ رفتم

پروفیسر شعیب اعظمی صاحب

صفحات ۱۵۷۔ قیمت ۷۵ روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۳ء

ملنے کا پتہ: اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۱۸۱۷ حواض سوئیوالان، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

بطواف کعبہ رفتم جناب شعیب اعظمی کا سفر نامہ حج ہے۔ یہ مبارک سفر اس لحاظ سے بڑا اہم ہوتا ہے کہ اس میں ایک قسم کی بے خودی اور سرشاری کے جذبات قلب ونگاہ میں سرایت ہوتے ہیں۔ خدا کے حضور اور سرور کائنات کے روضے کے سامنے حاضری ہر مسلمان کے وفورِ جذبات میں تلاطم پیدا کر دیتی ہے۔ تاریخ اسلام کے مقدس اور تاریخی مقامات کی زیارت ودید کے شوق میں دوسرے تمام جلوے یک لخت دل ودماغ سے محو ہو جاتے ہیں۔ بقول شعیب صاحب ''وہم وگماں کو بھی رنگ وبو، تقدیس اور احترام کے اس محوطہ میں پر پرواز کی طاقت نہیں ہوتی، مگر اندر سے دل بے قرار کہ یہاں کے جاروب کش بن جائیں، غبار بن جائیں اور دیوار ودر کو آنکھوں کا سرمہ بنالیں۔''

سات ابواب پر مشتمل اس سفر نامے میں حالات سفر، احباب کے خلوص وضیافت، مقامات مقدسہ اور تاریخی مقامات، مساجد ومقابر کی مختصر تاریخ، موجودہ کیفیت۔ آغاز سفر سے واپسی تک کی تمام تفصیل شستہ وشگفتہ اور خوب صورت انداز میں قلم بند کی گئی ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ یقیناً ذخیرہ سفر نامہ میں یہ ایک خوبصورت اور مفید اضافہ ہے

پروفیسر شعیب اعظمی صاحب اردو کے ایک پختہ اور منجھے ہوئے ادیب وانشاء پرداز ہیں لیکن ان کا اصل میدان شعر عجم اور قند پارسی ہے جس کے وہ بڑے پارکھ اور اداشناس ہیں۔ اس سفر نامے سے بھی اس کا اندازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ سخن دان پارس کا متعدد مقامات پر ذکر اور ان کے متعدد اشعار کا برمحل استعمال اعظمی صاحب کے بلند ادبی ذوق کا آئینہ دار ہے۔ ان کے ذوق واسلوب نے اس میں بڑی

جاذبیت، لطافت اور حسن پیدا کر دیا ہے۔

سفرنامے کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ قاری خود مسافر ہو جائے۔ اسے یہ محسوس ہو کہ وہ کتاب نہیں پڑھ رہا ہے بلکہ وہ سرگرم سفر ہے۔ بطواف کعبہ رفتم میں کہیں کہیں یہ تاثر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض دوسری کمیاں بھی راہ پا گئی ہیں۔ ان کی نشاندہی ضروری معلوم ہوتی ہے مثلاً حفیظ جالندھری کے مشہور سلام ؎

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی

کو مولانا حالی سے منسوب کر دیا گیا ہے (ص ۴۰) شاہ فہد کے بارے میں یہ لکھا گیا ہے کہ ''وہ ۱۹۳۲ء میں مکہ کے امیر بنائے گئے، روس میں سفیر رہے، ۱۹۶۴ء میں نائب وزیر اعظم اور ۱۹۶۵ء میں ولی عہد مقرر ہوئے، دائم المرض تھے اور جلد ہی وفات پا گئے (ص ۴۵) اس کی غلطی واضح ہے، اسی طرح علامہ شبلی کا شمار ان شعراء میں کیا گیا ہے جنھوں نے روضۂ اقدس کے سامنے حاضری نہیں دی، باوجود اس کے شہنشاہ کونین کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا (ص ۵۴) حالانکہ علامہ شبلی علیہ الرحمہ نے محض ۱۹؍سال کی عمر میں (۱۲۹۳ھ-۱۸۷۶ء) فریضۂ حج و زیارت ادا کیا اور روضۂ اقدس کے سامنے ایک مثنوی بھی پڑھی جس کے چند اشعار مولانا سید سلیمان ندویؒ نے حیاتِ شبلی میں نقل کئے ہیں۔

اے بہ کرم کار جہاں کردساز — مرہمہ را پیش تو روئے نیاز
چو بہ درت آمدہ ام با امید — از کرم خویش مکن نا امید
چوں بہ درت آمدم امیدوار — سایہ لطفے ز سرم برمدار

اسی طرح داڑھی اور عصا کے متعلق یہ لکھنا کہ ''سنا تھا یہ دونوں چیزیں جزو سنت نہیں'' غیر محتاط طرز تحریر ہے۔ ان کے علاوہ کمپوزنگ کی بھی متعدد غلطیاں ہیں، جیسے باب السلام کو باب عبدالسلام، حفیظ میرٹھی کو حفیظ پوری اور انتظام کی جگہ انتقام وغیرہ۔ تعجب ہے اعظمی صاحب کی نظر سے یہ غلطیاں کیسے رہ گئیں۔

(۸۰)

دو ہفتے امریکہ میں

جناب مولانا بدرالحسن قاسمی صاحب

صفحات ۱۷۱۔ قیمت ۳۵ روپئے۔ کتابت وطباعت عمدہ، سنہ اشاعت ۱۹۹۸ء

ملنے کا پتہ: دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد۔

یہ جناب مولانا بدرالحسن القاسمی صاحب کا مختصر سفرنامہ ہے۔ اس میں انھوں نے اپنے سفر امریکہ کے مشاہدات، تاثرات اور وہاں کے بعض حالات اس دلچسپ انداز سے لکھے ہیں کہ اس سے امریکہ اور اس کے باشندوں کے طرز معاشرت، تعلیم وترقی، مادی وسائل، تعمیرات، عام حالات کے ساتھ مسلمانوں کا حال، بعض مدارس وغیرہ کے متعلق اچھی خاصی معلومات حاصل ہوجاتی ہیں۔

تحریر بڑی دل کش ہے، جس سے مطالعے کا لطف دوبالا ہوجاتا ہے۔ سفرناموں سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اس کا مطالعہ معلومات افزا اور مسرت کا سبب ہوگا۔

---

(۸۱)

سمرقند وبخارا کی بازیافت

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی

صفحات ۸۳۔ قیمت وسنہ اشاعت درج نہیں

ناشر: مکتبہ حراء پوسٹ بکس نمبر ۳۷۴ ٹیگور مارگ لکھنؤ ۷-۲۲۶۔

اسلام کی خدمت وسربلندی میں جس دیار نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور جس کا ہر ذرہ آسمان علم و فن کا آفتاب وماہتاب ہے، اسے تاریخ اسلام میں ماوراءالنہر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ امام بخاریؒ،

امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ، امام سرخسی، امام مرغینانی، امام الشاشی، ابن سینا، ابونصر فارابی، ابومنصور ماتریدی، خواجہ بہاء الدین نقشبندی، خواجہ عبیداللہ احرار، امام ابوبکر کاسانی، امام ابوالبرکات عبداللہ نسفی، عبدالرحمٰن تمیمی، دارمی، اورالبیرونی وغیرہ جیسے آسمان علم کے درخشندہ ستارے اسی دیار کے رہنے والے تھے۔ زیرنظر کتاب اسی دیار علمی کے ایک چندروزہ سفر کی سرگذشت ہے۔

یہ علاقہ عرصہ تک کمیونزم کے پنجہ ظلم واستبداد میں جکڑے رہنے کے بعد اب قدرے آزاد اورخودمختار ہوا ہے۔ یہاں کے باشندوں کے دلوں میں اسلام کی محبت کرشماتی طور پر موجود ہے اوراب وہ اسلام کی سربلندی کے لئے کوشاں ہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ کی یاد میں مسجد ومدرسہ کے قیام کا پروگرام طے ہوا جس کا افتتاح حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے فرمایا۔ مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی مہتمم ندوۃ العلماء بھی شریک سفر تھے۔ انھوں نے اپنے سفر کی روداد قلم بند کرکے اس دیار کی عظمت وسطوت کو ہمارے سامنے پیش کردیا ہے۔ یہ سفرنامہ نہایت معلومات افزاء، دلچسپ اور تاریخی حقائق سے پر ہے۔ مصنف موصوف نے اس علاقہ کے تاریخی مقامات مثلاً سمرقند و بخارا، تاشقند اور خوارزم وغیرہ کا ماضی وحال مختصراً قلم بند کردیا ہے، علاقہ کے اہم محدثین بزرگان دین اور مجاہدین اسلام وغیرہ کے حالات وواقعات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ نیز اس علاقہ کی تہذیب ومعاشرت زبان وادب اور طرز زندگی کو بھی بیان کردیا ہے۔ فاضل مصنف تاریخ وادب کے روشناش اور ماہر جغرافیہ داں کی طرح تمام واقعات پر نظر ڈالی ہے اور یہ کتاب کی بڑی خصوصیت ہے۔ یہ سفرنامہ ہر شخص کے مطالعہ کے لائق ہے۔

---

(۸۲)

سوئے حرم

جناب مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری صاحب

صفحات ۱۲۴، قیمت پچاس روپئے نیپالی، سنہ اشاعت فروری ۲۰۰۰ء

ملنے کا پتہ: مرکز التوحید پوسٹ بکس نمبر ۱۵۱۰۳ کاٹھمانڈو، نیپال

اردو میں سفرنامے کی روایت قدیم ہے۔خاص طور سے سفرحج کی روداد اور ارض مقدس میں گزرے ہوئے لمحات اور کیف وسرور سے پراثر انگیز واقعات کی تفصیل قلم بند کرنے کا ایک سلسلہ رہا ہے اور یہ آج بھی جاری ہے۔زیرنظر سفرنامہ بھی اسی کی ایک کڑی ہے۔اس میں جناب مولانا عبداللہ مدنی صاحب نے اپنے سفرحج کی مکمل روداد بڑے دلچسپ اور مؤثر انداز میں قلم بند کی ہے۔نیز حج وعمرہ کے فرائض ونوافل وسنن اور زیارت،مقامات مقدسہ کی تفصیل پیش کردی ہے۔آخر میں حدیث جابرؓ اور بعض ضروری احکام ومسائل حج بھی لکھ دیئے ہیں جس سے اس سفرنامہ کی افادیت میں اور بھی اضافہ ہوگیا ہے۔اس کا مطالعہ لطف ولذت اور افادیت سے خالی نہیں۔

---

(۸۳)

سوئے حرم چلا

جناب مولانا سید جلال الدین عمری صاحب

سنہ اشاعت فروری ۱۹۹۹ء،صفحات ۶۰،قیمت ۱۲/روپئے۔کتاب وطباعت معیاری

ملنے کا پتہ:مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز ڈی ۳۰۷۔ابوالفضل انکلیو اوکھلا نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

مولانا سید جلال الدین انصر عمری صاحب مدظلہ محتاج تعارف نہیں،وہ تحریک اسلامی کے ایک اہم رہنما متعدد اہم علمی ودینی کتابوں کے مصنف اور ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی کے سکریٹری ہیں۔زیرنظر کتابچہ ان کے حج وعمرہ کا سفرنامہ ہے جس میں انھوں نے اس سفرسعادت کی از اول تا آخر روداد قلم بند کی ہے۔دوران سفر وہاں کے چشم دید حالات اور احباب ومحسنین کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔نیز مقامات مقدسہ کی مختصر تاریخ اور حج وعمرہ کے ضروری احکام ومسائل کو بھی عمدہ پیرایہ میں بیان کردیا گیا ہے۔زبان بڑی شستہ وشگفتہ ہے۔حج کے سفرناموں میں یہ سفرنامہ ایک اضافہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

---

(۸۴)

شاداب افریقہ

مترجمہ جناب حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی

صفحات ۵۰۵، متوسط تقطیع، مجلد، قیمت ۱۵۰/ روپئے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۲ء

ملنے کا پتہ: مکتبہ فردوس مکارم نگر (برولیا) لکھنؤ (یوپی)

جناب حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی صاحب کی متعدد کتابوں کا ذکر ان صفحات میں آچکا ہے۔ وہ پیرانہ سالی کے باوجود برابر علمی تحفے پیش کرتے رہتے ہیں۔ زیر نظر کتاب ان کی تازہ پیش کش ہے۔ یہ دراصل مشہور اسلامی اسکالر محمد بن ناصر العبودی کے سفر نامہ ''افریقہ الخضر یٰ'' کا اردو ترجمہ ہے۔ العبودی نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ایک ذمہ دار کی حیثیت سے مختلف افریقی ممالک مثلاً سوڈان، ارٹیریا، حبشہ، کینیا، صومالیہ، یوگینڈا، یورنڈی، زمبابوے، ٹنگانیا، ملادی اور کانگو وغیرہ کا اس غرض سے سفر کیا کہ یہاں کے مسلمانوں کی تعلیمی صورت حال کا جائزہ لے کر ترقی تعلیم کے لئے تعاون کیا جاسکے۔ انھوں نے مذکورہ ممالک کے مسلمانوں کو قریب سے دیکھا، ان کے رہن سہن، بود باش، تہذیب وتمدن، تعلیمی، سیاسی اور اقتصادی ہر پہلو کا مطالعہ ومشاہدہ کیا اور اس سفر نامہ کی شکل میں انھیں قلم بند کردیا ہے۔ اس سے ان کی تعلیمی زبوں حالی اور معاشرتی ومعاشی بدحالی کے ساتھ حکومتی سطح پر ہونیوالی بعض انصافیوں اور جانبداریوں کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ غربت وافلاس عام ہے۔ جدید سہولیات زندگی میسر نہیں ہے۔ البتہ مذہبی حمیت وغیرت میں کوئی کمی نہیں۔ فاضل سیاح نے افریقی ممالک ان کے باشندوں بالخصوص مسلمانوں کے ہر طرح کے حالات قلم بند کردیئے۔ افریقی ممالک اوران کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ ایک معلومات افزا سفر نامہ ہے۔

ارباب اردو کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ بعض افریقی ممالک میں اردو نہ صرف بولی اور سمجھی جاتی ہے بلکہ اس کے بعض مدارس ومکاتب بھی قائم ہیں۔ اس طرح کی بعض دوسری معلومات بھی اس میں

آ گئی ہیں۔اردو میں سفرناموں کا ایک بڑا قیمتی ذخیرہ ہے۔یہ سفرنامہ اس میں ایک اضافہ کی حیثیت رکھتا ہے۔حکیم عزیزالرحمٰن صاحب کی یہ کوشش لائق تحسین ہے۔البتہ کمپوزنگ کی بڑی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ترجمہ پر نظر ثانی نہیں کی گئی۔اس کے باوجود یہ انتہائی معلومات افزا سفرنامہ ہے۔

---

(۸۵)

علامہ عبدالسلام الدرعی کا سفرنامہ حج

ترجمہ: جناب ضیاءعبداللہ ندوی

سال اشاعت ۱۹۹۱ء، صفحات ۱۲۸، قیمت ۵۰/روپئے

ملنے کا پتہ: مجلس علمی بی ۱۲۱ ذاکر باغ اوکھلا روڈ، نئی دہلی، ۱۱۰۰۲۵

حج کے سفرنامے ادب اسلامی کا بڑا اور پرفخر سرمایہ ہیں۔زیر نظر سفرنامہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔اس میں علامہ عبدالسلام الدرعی نے جو مراکش کے ایک بڑے عالم تھے اور ۱۱۹۶ھ میں حج کے فریضہ سے مشرف ہوئے تھے، انھوں نے سفر حج کے مشاہدات اور چشم دید واقعات تحریر کئے۔

یہ سفرنامہ اس وقت کا ہے، جب حج بیت اللہ خشکی کے راستوں سے پیادہ اور اونٹوں کے ذریعہ کیا جاتا تھا، جو بڑا دشوار گذار ہوتا تھا۔زیر نظر سفرنامے سے اس عہد میں سفر حج کی دشواریوں اور حاجیوں کے ذوق وشوق کا اندازہ ہوتا ہے۔ نیز اس سے بعض تاریخی وجغرافیائی حالات سے بھی واقفیت حاصل ہوتی ہے، اس سفرنامہ کو نجدی دانشور حمدالجاسر نے مرتب کر کے شائع کیا تھا۔اب اسی کو مولانا عبداللہ عباس ندوی کے صاحبزادے ضیاءعبداللہ نے اردو کا جامہ پہنایا ہے، جابجا مترجم کے مفید حواشی سے سفرنامہ کی افادیت دوچند ہوگئی ہے۔اس قدیم اور معلومات افزاء سفرنامہ کو اردو حلقہ میں پہنچانے کے لئے مترجم مبارکباد کے مستحق ہیں۔امید ہے اسے شرف قبول حاصل ہوگا۔

سوانح

(۸۶)

تذکرہ استاذ العلماء

مرتب مولانا محمد ارشد اعظمی

تقطیع متوسط، صفحات ۱۹۲، قیمت ۵۰/ روپئے۔ کتاب وطباعت عمدہ۔ سنہ اشاعت اگست ۱۹۹۸ء۔ ملنے کا پتہ: الجمعیۃ الاسلامیہ پورہ معروف، پوسٹ کرتھی جعفر پور، ضلع مئو (یوپی)

اعظم گڑھ کی خاک سے متعدد ایسے اصحاب علم ودین اٹھے جو آسمان علم وفن پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ اس سلسلہ کی ایک کڑی حضرت مولانا امانت اللہ صاحب قدس سرہ کی ذات تھی۔ انھوں نے پوری زندگی اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ تعلیم وتدریس کے ذریعہ علم دین کی ترویج واشاعت اور خدمت خلق میں گزاری۔ ان کے تلامذہ اور مستفیدین کی تعداد سیکڑوں میں ہے۔ جو ملک کے مختلف مدارس ومکاتب میں درس وتدریس اور اشاعت علم میں مصروف ہیں۔ وہ بجا طور پر استاذ العلماء تھے۔

زیر نظر کتاب مولانا مرحوم کے تلامذہ کے جذبات عقیدت پر مشتمل ہے۔ مولانا مرحوم کے حالات زندگی اور ان کے علمی وعملی اور تعلیمی کارناموں پر ان کے تلامذہ اور مرتبہ شناسوں کے مضامین کا مجموعہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ پیش لفظ مولانا نظام الدین اسیر ادروی کے قلم سے ہے۔ امید ہے کہ اس کتاب سے استفادہ کیا جائے گا۔

کتاب کی ترتیب واشاعت کے لئے لائق مرتب اور ناشر مبارک باد کے مستحق ہیں، البتہ کتاب کے شروع میں ایک باب میں پورہ معروف کی تاریخ ہوتی تو کتاب کی اہمیت وافادیت اور بڑھ جاتی۔

---

(۸۷)

تذکرہ حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحبؒ

جناب مفتی روشن شاہ قاسمی

صفحات ۶۲ (قیمت وسنہ اشاعت درج نہیں) ملنے کا پتہ: ادارہ اشاعت دینیات پرائیویٹ

لیمیٹیڈ، ہاؤس حضرت نظام الدین نئی دہلی، ۱۱۰۰۱۳

حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحب مرحوم تبلیغی جماعت کے ایک قدیم کارکن تھے۔ بڑے پاک طینت شریف اور عملی آدمی تھے۔ عصری تعلیم حاصل کرنے کے بعد حکیم الامت کے فیضان سے دینی تعلیم کی طرف مائل ہوئے اور درسیات کی تکمیل کی۔ زیر نظر کتابچہ میں ان کے مختصر حالات اور چند منتخب تقریریں جمع کی گئی ہیں۔

---

(۸۸)

حضرت امیر شریعت۔ نقوش وتاثرات

مرتبہ مولانا مفتی عطاء الرحمٰن قاسمی ایم، اے

صفحات ۵۵۱۔ قیمت درج نہیں۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۲ء

ناشر: دارالاشاعت رحمانی خانقاہ مونگیر ۸۱۱۲۰۱

امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانی کی شخصیت کثیر الجہات اور مختلف اوصاف وامتیازات سے عبارت تھی۔ وہ نامور عالم دین، فقیہ، مصلح، دانشور، محقق، مصنف، خطیب، مجاہد آزادی، سیاستداں اور مسلمانوں کے قائد ورہنما اور رہبر تھے۔ قومی حمیت وغیرت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری

تھی۔ ان کی زندگی کا ہرلمحہ قوم وملت کی خدمت میں گزرا۔ انھوں نے بڑے عظیم الشان کارنامے انجام دیئے۔ امارت شرعیہ کے استحکام اور مسلم پرسنل لاء بورڈ کو ہندوستان گیر پیانے پر فعال بنانے میں ان کے نمایاں کردار، جدوجہد اور انتھک کوششوں کا بڑا دخل ہے۔ جامعہ رحمانیہ کی نشاۃ ثانیہ، مسلمانوں کے قومی شعور کی بیداری اور اردو کے جائز حقوق کی بحالی میں بھی ان کا بڑا حصہ ہے۔

وہ ایک بے باک، جری، فعال اور حوصلہ مند رہنما تھے۔ انھوں نے مجاہد آزادی کی حیثیت سے بھی بڑی قومی خدمت انجام دی اور قید وبند کی سعادت بھی حاصل کی۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا جیسی شخصیتیں مدتوں میں پیدا ہوتی ہیں۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مولانا کی عظمت وبلند پائیگی کی بنا پر ضروری تھا کہ ان کے حالات وسوانح علمی عملی جدوجہد، علمی دینی، سیاسی، تعلیمی اور قومی خدمات کی تفصیل قلم بند کی جاتی۔ زیرنظر مجموعہ مقالات کے ذریعہ یہی مبارک سعی کی گئی ہے۔ ملک کے نامور اہل قلم اور ارباب نظر نے مولانا کی عظیم الشان خدمات اور گراں قدر کاوشوں پر جو مضامین سپرد قلم کئے تھے، انھیں مفتی عطاء الرحمٰن قاسمی صاحب نے سلیقے سے یکجا کر دیا ہے جس سے ان کی زندگی کا لائق تقلید مرقع سامنے آجاتا ہے، تاہم اب بھی ایک مبسوط اور جامع سوانح عمری کی ضرورت باقی ہے۔

امید ہے اہل ذوق اس سے بھرپور شاد کام ہوں گے۔ (الرشاد جون ۲۰۰۳ء)

---

(۸۹)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی - شخصیت وحکمت کا ایک تعارف

جناب ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی صاحب

صفحات ۴۸۔ قیمت ۳۰؍روپئے، سنہ اشاعت فروری ۲۰۰۱ء، ملنے کا پتہ: شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل ادارہ علوم اسلامیہ علی گڑھ۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (یوپی)

ادارہ علوم اسلامیہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ڈائرکٹر پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی صاحب نامور عالم، اہل قلم اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ تاریخ وسیر خاص ان کا موضوع ہے، جس پر وہ کئی معرکۃ الاراء اور گراں قدر کتابیں قلم بند کر کے ارباب علم ودانش سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ زیر نظر کتابچہ انھیں کے قلم سے ہے۔ اس میں انھوں نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے حالات وسوانح، تصنیفات وتالیفات اور ان کے افکار ونظریات کا اجمالی جائزہ لیا ہے۔ شاہ صاحب کی ذات مجموعۂ اوصاف وکمالات تھی۔ ایک مختصر سے کتابچہ میں اس کی مکمل مرقع آرائی کو مصنف کے کمال سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اس سے شاہ صاحب کی پوری زندگی اور ان کے تمام کارناموں کی ایک جھلک سامنے آجاتی ہے، افادہ کی غرض سے اس کے عربی وانگریزی ترجمے بھی ادارہ علوم اسلامیہ نے شائع کئے ہیں۔ شاہ صاحب کی ذات اور ان کے علوم ومعارف سے استفادہ کو کون بے فائدہ کہہ سکتا ہے۔

(ماہنامہ الرشاد جنوری ۲۰۰۲ء)

---

(۹۰)

حیات سجاد

جناب مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب

صفحات ۱۹۱، قیمت درج نہیں۔ سنہ اشاعت ۱۹۹۸ء۔ کتاب وطباعت عمدہ۔

ناشر: شعبۂ نشر واشاعت امارت شرعیہ بہار واڑیسہ پھلواری شریف، پٹنہ (بہار)

بانی امارت شرعیہ بہار واڑیسہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ کی بے مثال اور عظیم شخصیت سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ انھوں نے مدۃ العمر اسلام اور مسلمانوں کی علمی وعملی تعلیمی وسیاسی ہر طرح سے بڑی خدمت کی اور بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے۔ وہ علم وعمل، ایثار واخلاص اور فہم وتدبر وتفکر کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ ان کی زندگی سراپا عمل اور متحرک تھی۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کا قیام ہے۔ انھوں نے انڈپنڈنٹ پارٹی قائم کر کے اور اسے کامیابی سے

ہمکنار کر کے مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ پیش کر دیا کہ کس طرح مخالف حالات میں مسلمان اپنے شعور اور فہم و تدبر سے کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

زیر نظر کتاب ان کے حالات وسوانح، علم وفضل، اخلاق وکردار اور ان کے علمی ودینی تعلیمی اور سیاسی کارناموں پر مشتمل مقالات کا مجموعہ ہے۔اس سے ان کی زندگی کے مختلف اوصاف وکمالات کا مرقع سامنے آجاتا ہے۔اس کتاب کا مطالعہ عام لوگوں کے علاوہ خواص کے لئے بھی انتہائی مفید اور کارآمد ہے۔

مرتب مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے مولانا مسعود عالم ندوی اور مولانا عبدالصمد رحمانی کے مرتبہ مجموعہ مقالات سے مضامین کا انتخاب کر کے یہ مجموعہ مرتب کیا ہے جو کسی طرح بھی مناسب نہیں، وہ انھیں مقالات اور بعض دیگر ذرائع سے خود حیات سجاد قلم بند کر سکتے تھے جو ان کا اپنا ایک کام ہوتا اور ایک نئی کتاب سامنے آجاتی اور تکرار مضامین سے پڑھنے والوں کو الجھن نہ ہوتی۔

---

(۹۱)

ڈاکٹر مشیر الحق۔شخصیت اور فکری بصیرت

مرتب شاہ عبدالسلام

سنہ اشاعت ۱۹۹۴ء۔صفحات ۴۱۲۔قیمت ۳۰۰؍روپئے۔زیر اہتمام مشیر الحق میموریل ایجوکیشنل کمیٹی مشیر منزل جامعہ نگر نئی دہلی۔ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ، جامعہ نگر نئی دہلی۔

ڈاکٹر مشیر الحق مرحوم کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ وہ اسلامیات کے بڑے عالم تھے۔ انھوں نے علم وفن کی بڑی خدمت کی اور ایک درجن سے زائد کتابیں، مضامین اور مقالات لکھے۔ذاتی لحاظ سے بھی وہ انتہائی شریف، خلیق، ملنسار اور سادہ مزاج انسان تھے۔اپنی محنت سے وہ بڑے بڑے مناصب تک پہنچے۔ان کی علمی زندگی کا آغاز مدرسے کی مدرسی سے ہوا تھا مگر خاتمہ یونیورسٹی کی وائس چانسلری پر ہوا۔

ان کا تعلق ماہنامہ الرشاد اور مدیر الرشاد استاذی المحترم مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی ناظم جامعۃ الرشاد سے بڑا گہرا اور قریبی تھا۔ الرشاد کی مجلس ادارت کے وہ آخر دم تک رکن رہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں ان کی شخصیت اور فکری بصیرت سے متعلق ملک کے نامور عالموں دانشوروں اور ادیبوں کے مقالات کو ان کے بھانجے اور خویش شاہ عبدالسلام صاحب نے بڑی خوش اسلوبی سے مرتب کیا ہے۔ اس میں ڈاکٹر مشیر الحق مرحوم کی شخصیت علمی خدمات اور گونا گوں امتیازات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ڈاکٹر مشیر الحق مرحوم کے بعض افکار سے علماء کو اختلاف تھا، مگر حضرۃ الاستاذ مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی کے علاوہ کسی نے اس پہلو پر روشنی نہیں ڈالی لیکن انھوں نے غایت تعلق کے باوجود ان کے فکری انحراف اور اس کے اسباب وعوامل پر بڑی حد تک روشنی ڈالی ہے۔ ان کے چند جملے یہاں نقل کئے جاتے ہیں:

> عزیزی مشیر الحق کے ایمان اور عقیدے میں تو کوئی خرابی نہیں تھی اور وہ نماز وروزہ کے پابند بھی تھے مگر ان کے اندر مسائل کی تعبیر میں آزادی آگئی تھی۔ ان کی تحریروں میں دو بڑے عیب تھے۔ ایک یہ کہ وہ کچھ مجیب صاحب جیسے آزاد ذہن اور مستشرق سے بہت متاثر تھے، اس لئے وہ اپنی تحریروں میں غیر جانبدار بن کر ان کی ایسی ترجمانی کرتے تھے کہ ان پر براہِ راست اعتراض بھی پیدا نہ ہو اور ان کی بات کی اہمیت بھی بیٹھ جائے خواہ وہ کتنی ہی غیر معقول بات کیوں نہ ہو۔ (ص ۸۸)

اس مجموعۂ مقالات میں زیادہ تر مضامین ان اہل قلم کے ہیں جن کا ڈاکٹر مشیر الحق مرحوم سے قریبی ربط وتعلق تھا اور جنھوں نے ان کی نجی زندگی کو قریب سے دیکھا اور ان کا مشاہدہ کیا تھا، چنانچہ یہ کتاب زیادہ تر تاثراتی مضامین کا مجموعہ ہو کر رہ گئی ہے۔ گو ڈاکٹر مشیر الحق مرحوم کی زندگی کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے مگر وہ مقالہ نگاروں کے نجی ربط وتعلق کے اظہار کے بوجھ سے کچھ دب سی گئی ہے۔

۲۱۴ صفحات کی اس کتاب میں مشیر الحق مرحوم کے حادثۂ شہادت پر لکھے گئے چند قطعات بھی ہیں اور آخر میں ان کی تصانیف، تراجم، مقالات اور تبصروں کے ساتھ مشیر الحق صاحب کی ادارت میں نکلنے والے رسالہ ''تعمیر لکھنؤ'' میں شائع شدہ ان کے مضامین کا اشاریہ بھی دیا گیا ہے۔ جس سے مشیر الحق صاحب کے علمی وادبی کارناموں میں افسانہ نگاری اور ڈرامہ نگاری کا بھی پتہ چلتا ہے۔

یہ کتاب ڈاکٹر مشیر الحق مرحوم کی شخصیت اور فکری بصیرت پر پہلی کتاب ہے، جسے شاہ عبدالسلام صاحب نے محنت وعمدگی سے مرتب کر کے عمدہ کتابت وطباعت کے ساتھ مشیر الحق میموریل ایجوکیشنل کمیٹی کی طرف سے شائع کیا ہے۔ امید ہے کہ مشیر الحق صاحب کی شخصیت اور ان کے افکار ونظریات کو ملک میں سمجھنے کی کوشش کی جائے گی۔

جناب شاہ عبدالسلام صاحب کی یہ کوشش اس لحاظ سے اہم ہے کہ انھوں نے یہ کام اپنے ذمہ لیا اور اسے بحسن وخوبی انجام دیا امید ہے یہ کوشش علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

---

(۹۲)

سنت یودھا راجہ مہندر پرتاب (ہندی)

جناب جیوتی سروپ سنگھ جی

صفحات ۳۲۔ قیمت ۱۵/ روپئے۔ ملنے کا پتہ: کرم یوگی پرکاشن بدرقہ اعظم گڑھ، یوپی۔

جناب جیوتی سروپ سنگھ ہندی کے ساتھ اردو میں بھی مضامین لکھتے ہیں اور ہندی وار دو دونوں کے پرستار ہیں۔ وہ تحریک ازادی کے ایک نامور رہنما راجہ مہندر پرتاب کے سکریٹری رہ چکے ہیں اور اسی تعلق کے بنا پر زیرنظر کتابچہ میں راجہ صاحب کی زندگی کے بعض حالات قلم بند کئے ہیں۔ بہت پہلے انھوں نے راجہ صاحب پر ایک عمدہ مضمون ''نیا دور'' لکھنؤ میں لکھا تھا۔ معمولی ترمیم واضافہ کے ساتھ اسے کتابچہ کی صورت دیدی گئی ہے۔

جناب جیوتی سروپ سنگھ ایک تجربہ کار معمر صحافی ہیں۔ اگر وہ اپنے تجربات ومشاہدات اور عمر رفتہ کی یادوں کو اردو میں لکھتے تو بہتر تھا، ہندی سے زیادہ اردو جیوتی (سروپ صاحب) سے مستفید ہونے کے لائق ہے۔ امید ہے اس کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔

---

(۹۳)

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی مجاہدانہ زندگی

جناب انجم ہاشمی

صفحات ۵۶۔ قیمت وسنہ اشاعت درج نہیں

ملنے کا پتہ: دانش بک ڈپو، ٹانڈہ، ضلع امبیڈکر نگر۔ یوپی

دانش بک ڈپو ٹانڈہ نے زندگی کے ہر شعبہ کے مسلمان مشاہیر کے حالات وسوانح اوران کے کارناموں پر مشتمل کتابچوں کا ایک مفید سلسلہ شروع کیا ہے۔ زیرنظر کتابچہ اسی کی ایک کڑی ہے۔اس میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے حالات زندگی اوران کے سیاسی اور مجاہدانہ کارناموں کواختصار مگراس جامعیت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ تحریک آزادی ہند میں ان کی غیر معمولی جدوجہد،صعوبتوں اور دشواریوں اوران کی علمی وعملی اور دینی وسیاسی زندگی کا مکمل خاکہ سامنے آجاتا ہے۔ یہ مفیداور کارآمد کتابچہ ہر شخص کے مطالعہ کے لائق ہے۔اس کے لئے مصنف اور ناشر دونوں مبارک باد کے مستحق ہیں۔

---

(۹۴)

شیخ العالم-ایک مطالعہ

مصنف محمد اسداللہ دانی۔صفحات ۲۰۷۔ قیمت ۱۵۰/۔سن اشاعت ۱۹۹۳ء۔

ناشر: مرزا پبلی کیشنز حسن آباد رعناداری، سری نگر، کشمیر

یہ کتاب جناب محمد اسداللہ دانی صاحب کے مندرجہ ذیل مضامین کا مجموعہ ہے۔(۱) ریشیت منظراور پس منظر (۲) ریشیت اور بدھ مت (۳) شیخ العالم اور کشتواڑ (۴) شیخ العالم کے اہم خلفاء

(۵) قریبی خدام اور دیگر خلفاء (۶) زنانہ خلفاء (۷) شیخ العالم کی شاعری (۸) مقدمہ ریشی نامہ ملا بہاءالدین متو۔

ان مضامین میں جناب محمد اسداللہ دانی نے کشمیر کے ایک صوفی شیخ نورالدین ولی کی زندگی کے حالات وکمالات، شاعری، خوارق وکرامات، ان کے خلفاء وخدام اور ان کی ریشیت تحریک کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔

شیخ العالم ریشیت تحریک کے بانی اور مسلمان تھے مگر ان کے عقائد وخیالات اور تعلیمات واعمال میں غیر اسلامی عقائد وتصورات مثلاً ترکِ دنیا، ترک لذات، از دواجی زندگی سے دوری، رہبانیت وغیرہ جیسے رجحانات کی نمایاں آمیزش تھی، خصوصاً بدھ مت کے اثرات زیادہ غالب تھے۔ ہندو مذہب کی اثر پذیری بھی صاف نظر آتی ہے اور بقول عبدالاحد آزاد ''شیخ نورالدین کا عقیدہ برہمنیت اور اسلام کا معجون مرکب ہے۔ (ص۱۲۱)

ان کے خلفاء میں ہندو مسلمان اور مرد وعورت سب شامل تھے، اگر ان کو مسلمان طبقہ شیخ العالم اور نندہ ریشی سے یاد کرتے ہیں تو ہندو ان کو سنہرانند کہتے ہیں۔ اس کے باوجود مصنف کا یہ خیال کہ شیخ العالم کی تعلیمات قرآن حکیم کے عین مطابق ہیں درست نہیں۔ (ص۴۷)

اس کتاب میں شیخ العالم کی کرامات بھی بیان کی گئی ہیں اور یہ پیروں اور مرشدوں کی مروجہ حکایتوں بلکہ افسانوں ہی کے مانند ہیں۔ جیسے شیخ العالم اور ان کے خلفاء کا مردوں کا زندہ کرنا۔ (ص۹۶)

اسی طرح ایک جگہ لکھا گیا ہے کہ قبول اسلام سے پہلے بابا بام الدین کے روحانی کمالات کا یہ عالم تھا کہ طلوع سحر سے پہلے کشمیر کے چار تیرتھ استھانوں کا درشن اور پوجا پاٹ کر آتے تھے حالانکہ یہ تمام استھان الگ الگ سمتوں میں سیکڑوں میل کی مسافت پر تھے۔ (ص۹۰) اسی قسم کی الف لیلوی داستانوں سے یہ کتاب بھری ہوئی ہے۔

---

(۹۵)

عظمت رازی

جناب ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی صاحب

صفحات ۱۷۶۔ قیمت ۶۰/ روپئے، ملنے کا پتہ: مکتبہ تحقیق وتصنیف اسلامی، پان والی کوٹھی دودھ پور، علی گڑھ۔

جناب ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی صاحب علمی دنیا اور خاص کر حلقہ الرشاد کے لئے محتاج تعارف نہیں۔ وہ متعدد اہم کتابوں کے مصنف، مرتب اور مترجم ہیں۔ ان کے علمی و تحقیقی مضامین ومقالات برصغیر کے مؤقر رسائل وجرائد کے صفحات کی زینت بنتے ہیں۔ خود وہ طبیہ کالج کے نامور فرزند ہیں۔ فن طب کے علاوہ علم طب، ان کے مطالعہ و تحقیق کا خاص موضوع ہے۔ اس بحر کی غواصی سے وہ بیش بہا موتی نکال کے قدردانوں کے لئے پیش کرتے رہتے ہیں۔ زیرنظر کتاب کا تعلق بھی اسی سلسلہ سے ہے۔ اس میں انھوں نے مشہور طبیب ابوبکر محمد بن زکریا رازی کے حالات وسوانح، طبی و علمی کمالات، تصنیفات اور فن طب سے متعلق ان کے کارناموں کا جائزہ لیا ہے۔ اصلاً یہ ان مقالات کا مجموعہ ہے جو انھوں نے حکیم رازی کی شخصیت اور فن پر مختلف رسائل وجرائد میں سپرد قلم کئے تھے۔ مصنف نے ان مقالات کو سلیقہ مندی سے جمع کر کے کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے۔

یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں مصنف نے رازی کے حالات زندگی، اخلاق وعادات، حصول علم اور اس کے اسباب، علمی شغف وانہماک اور ان کے طبی تجربات ومشاہدات پر روشنی ڈالی ہے، دوسرے میں رازی کے طبی کارناموں کا جائزہ لیا گیا ہے اور طب کی مختلف شاخوں میں ان کی خدمات اور کارناموں کی عظمت کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ تیسرے باب میں حکیم رازی کی چند اہم اور وقیع تصانیف کا تعارف، ان کے تراجم کا ذکر اور مقبولیت کا اجمالی بیان ہے۔ چوتھے باب

میں چند مخصوص موضوعات پر رازی کی تحریروں اوران کے اقوال کا سلیس ترجمہ کیا گیا۔ پانچویں اورآخری باب میں ابوبکر محمد بن زکریا رازی کی تاریخی حیثیت پر بحث کے علاوہ چند مشرقی ومغربی مورخین طب کے تاثرات بھی نقل کئے ہیں، جن سے حکیم رازی کی عظمت وبلند پائیگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی باب میں یورپ پررازی کے تاثرات کی نشاندہی بھی کی گئی ہے اوراسی ضمن میں متعدد زبانوں میں رازی کی تصانیف کے تراجم وتشریحات اوران سے استفادہ کرنے والے مغربی مصنّفین کی ایک فہرست بھی دی گئی ہے۔ کتابیات سے فاضل مصنف کے وسعت مطالعہ اوراصل مرجع تک رسائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ کتاب کا مقدمہ جناب حکیم مودود اشرف صاحب ریڈر شعبہ معالجات اجمل خاں طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے قلم سے ہے جس میں عظمت رازی کے ساتھ لائق مصنف کی تعریف وتحسین اوراپنی خوشی کا اظہار ہے۔ پیش لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے ذہن میں رازی پر کام کرنے کے چند دیگراہم موضوعات بھی ہیں جن پر وہ آئندہ حسب توفیق لکھتے رہیں گے۔

کتاب میں رازی کے کارناموں کو جس طرح نمایاں کیا گیا ہے، اس سے یہ کتاب طبی موضوعات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ایک گرانقدر علمی تحفہ بن گئی ہے۔

کتاب کی کتابت وطباعت بھی عمدہ ہے۔ امید ہے اس کی پذیرائی بھی شایان شان ہوگی۔

---

(۹۶)

علیم صاحب

جناب پروفیسر محمد سالم قدوائی صاحب

طبع اول ۱۹۹۵ء۔ صفحات ۲۴۴۔ قیمت ۲۰۰/ روپئے۔

ناشر: ادارہ علوم اسلامیہ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب مرحوم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر اوراسلامیات کے

نامور عالم تھے۔ابتدائی تعلیم اپنے وطن غازی پور اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے برلن یونیورسٹی جرمنی گئے جہاں انھوں نے ''عقیدہ اعجاز قرآن کی تاریخ'' کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی۔حصول علم کے بعد ہندوستان کی مختلف یونیورسٹیوں میں عربی زبان وادب کے استاذ رہے، اپنے وسیع مطالعہ، محنت وصلاحیت اور فہم وفراست کی وجہ سے بڑی ترقی کی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں صدر شعبۂ عربی ہوئے۔ادارہ علوم اسلامیہ کی بنیاد رکھی پھر اسی یونیورسٹی کے وائس چانسلر بنائے گئے۔یہیں سے ترقی اردو بورڈ دہلی کی چیرمینی کے لئے ان کا انتخاب عمل میں آیا۔اسی بورڈ کی خدمت کرتے ہوئے ۱۸رفروری ۱۹۷۶ء میں دہلی میں انتقال کیا۔تدفین علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے قبرستان میں ہوئی۔زیرنظر مجموعہ مقالات، ان کے حالات وسوانح اور علمی وانتظامی کاموں کے ذکر پر مشتمل ہے۔جناب ڈاکٹر محمد سالم صاحب مبارک باد اور ستائش کے مستحق ہیں کہ انھوں نے ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب کے متعلقین، ہم عصروں اور شاگردوں سے ان کے متعلق مضامین ومقالات لکھوا کر کتابی شکل میں شائع کیا۔یہ کتاب عبدالعلیم صاحب کی شخصیت اور ان کے افکار وخیالات کو سمجھنے میں نقش اول کی حیثیت رکھتی ہے۔

فاضل مرتب نے اس مجموعۂ مقالات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔پہلا حصہ جو بڑا طویل ہے، اور جسے جلوہ صد رنگ کا نام دیا گیا ہے۔تاثراتی مضامین پر مشتمل ہے۔دوسرا حصہ ''فکر ونظر'' ہے، اس میں پروفیسر کبیر احمد جائسی نے ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب کے تحقیقی مقالہ ''عقیدہ اعجاز قرآن'' کا جائزہ لیا ہے۔ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب کی دوسری تصنیف ''سیرۃ النبیؐ اور مستشرقین'' کا جائزہ مرتب اور مولانا عبدالعزیز میمنی نے لیا ہے۔اس حصے کا آخری مضمون پروفیسر اکمل ایوبی کا ہے، جو ڈاکٹر عبدالعلیم اور عربی زبان کی تعلیم کے عنوان سے ہے۔تیسرے اور آخری حصے کا نام ''حاصل مطالعہ'' ہے، اس میں ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب مرحوم کا ایک تبصرہ، ایک تقریر اور دو مضامین شامل ہیں۔

ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب تو علمی آدمی تھے، مگر انھوں نے بڑا کم علمی سرمایہ چھوڑا ہے، لیکن جو کچھ ہے وہ بڑا قیمتی ہے۔اگر اس کتاب میں ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب سے متعلق ایک انڈکس تیار کروا کے شامل کر دیا گیا ہوتا تو اس کی افادیت میں مزید اضافہ ہو جاتا۔

ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب اپنی شرافت، مروت ومحبت اور جذبۂ ہمدردی کے باوجود متنازع

رہے، کسی کو ان کی اشتراکیت سے اختلاف تھا تو کسی کو ان کے پی ایچ ڈی کے مقالہ سے، یہ حقیقت بھی ہے کہ جرمنی جانے سے پہلے وہ مولوی عبدالعلیم احراری تھے لیکن جرمنی جانے کے بعد ان کے اندر کچھ آزاد خیالی آگئی تھی جسے بعض حلقوں میں ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا، لیکن لوگ ان کی اصول پسندی، نیک نیتی اور معاملہ فہمی کے بھی قائل تھے، خدا کرے یہ مجموعۂ مقالات ڈاکٹر عبدالعلیم مرحوم کی اصل شخصیت کو اس دور میں متعارف کرانے میں ممد و معاون ثابت ہو۔

---

(۹۷)

مجدد علوم سیرت ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ

مولانا عظر یف شہباز ندوی

صفحات ۱۲۰۔ قیمت ۴۰ر روپئے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۳ء

ملنے کا پتہ: فاؤنڈیشن فار اسلامک اسٹڈیز ۷۔۸ر ای ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

ڈاکٹر محمد حمید اللہ (۱۹۰۸ء-۲۰۰۲ء) صاحب نے ۱۷ر دسمبر ۲۰۰۲ء میں امریکہ کے شہر فلوریڈا میں وفات پائی تو انھیں خراج عقیدت پیش کرنے اور ان کی شخصیت اور ان کے فضل و کمال کے نقوش اجاگر کرنے کے لئے متعدد اہل قلم نے ان پر مضامین لکھے۔ زیر نظر کتاب ایسے ہی پندرہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ جن سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم کی مختلف الجہات شخصیت کا ایک اجمالی مرقع سامنے آجاتا ہے۔

لائق مرتب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے یہ مجموعہ سلیقے سے مرتب کر کے عمدہ کتابت و طباعت کے ساتھ شائع کیا ہے۔ جا بہ جا مفید حواشی اور ڈاکٹر صاحب کی جامع کمال شخصیت پر ایک عمدہ مقالہ سپرد قلم کر کے شامل کتاب کیا ہے اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم کو بجا طور پر مجدد علوم سیرت قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی شخصیت پر یہ پہلی کتاب ہے جو ہندوستان میں شائع ہوئی اس کے لئے فاضل مرتب قابل ستائش ہیں۔ البتہ بعض کمیاں راہ پا گئی ہیں جن کی نشاندہی ضروری ہے۔ مثلاً ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی ولادت ۱۹ر فروری ۱۹۰۸ء میں ہوئی تھی جب کہ اس کتاب کے کئی مضامین میں ۹ر فروری

درج ہے اسی طرح سنہ ہجری میں ۱۳۲۶ھ کے بجائے ۱۳۳۶ھ اور ۱۳۶۶ھ بھی درج ہے۔ سنہ وفات بھی ایک جگہ ۱۷ر دسمبر ۲۰۰۲ء کے بجائے ۱۸ر دسمبر ۲۰۰۲ء درج ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب مختلف زبانوں کے ماہر تھے جس کی تعداد بھی مختلف درج ہے حتی کہ بعض لوگوں نے سنسکرت زبان پر بھی ان کی دسترس کا ذکر کیا ہے جس کا ذکر کہیں اور نہیں ملتا۔ اسی طرح ان کے مضامین اور تصنیفات کی تعداد بھی مختلف مقالوں میں مختلف درج ہے حالانکہ جب تک ان کا اشاریہ تیار نہیں ہو جاتا حتمی طور پر اندراج ممکن نہیں۔ بعض مضامین میں غلو آمیز جملے راہ پا گئے ہیں، مثلاً ڈاکٹر صاحب نے ۱۶ر زبانوں میں لکھا اور آٹھ زبانوں میں قرآن کی تفسیر تیار کی۔ اسی طرح بعض نامناسب جملے بھی مرتب کی نظر سے پوشیدہ رہ گئے ہیں، جیسے ''کیا انسان کے روپ میں قدسی وجود نہ تھا۔'' (ص۳۲) بعض مسائل میں ڈاکٹر صاحب کی رائے جمہور سے الگ تھی۔ ان تفردات پر خود فاضل مرتب کو روشنی ڈالنی چاہئے تھی مگر سرے سے ان کا کہیں ذکر ہی نہیں آ سکا۔ ڈارون کے نظریہ کے سلسلے میں بھی بحث ادھوری ہے۔ بہر حال ان کمیوں کے باوجود یہ ایک عمدہ مجموعہ مضامین ہے، اس سے ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کو سمجھنے میں یقیناً مدد ملے گی۔ (الرشاد مارچ، اپریل ۲۰۰۴ء)

---

(۹۸)

مجنوں گورکھپوری حیات اور ادبی خدمات

ڈاکٹر شاہین فردوس صاحبہ

صفحات ۳۷۹۔ قیمت ۲۵۰ر روپئے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۱ء

ملنے کا پتہ: ایجوکیشنل بک ہاؤس شمشاد مارکیٹ علی گڑھ (یوپی)

مجنون گورکھپوری اردو کے ایک ممتاز اور نامور ادیب وانشاء پرداز اور نقاد تھے۔ ان کی ادبی زندگی کا آغاز شعر وشاعری سے ہوا لیکن بہت جلد وہ اس کوچے سے باہر نکل آئے اور افسانے لکھنے

لگے، انھوں نے کارصحافت کے ساتھ انگریزی ڈراموں کے ترجمے بھی کئے مگر ان کا اصل میدان تنقید نگاری تھا اور ان کی اصل شناخت بھی بہ حیثیت تنقید نگار ہی ہے۔

زیرنظر تحقیقی مقالے میں مجنون کے مذکورہ ادبی کارناموں کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب ان کے حالات وسوانح زندگی پر مشتمل ہے۔ دوسرے میں ان کی افسانہ نگاری کے فکری وفنی اور نفسیاتی جائزے ہیں۔ جس میں خود مجنوں کی شخصیت کو بھی پرکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگلے باب میں مجنوں کی تنقید نگاری کا مفصل جائزہ ہے، پھر مکتوب نگاری، صحافت، شاعری اور ترجمہ نگاری پر بحث وتحقیق ہے۔ آخر میں خلاصہ بحث ہے۔ مقدمہ مقالے کے نگراں اور استاذ گرامی ڈاکٹر اشفاق احمد اعظمی صاحب کے قلم سے ہے۔

لائق مصنفہ نے مجنوں کی پوری شخصیت، ادبی کارناموں اور ان کے افکار وخیالات اور ان سے متعلق تحریروں کا دقت نظر سے مطالعہ کیا ہے اور پھر اسے ایک نئے انداز اور نئے تناظر میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے، بلاشبہ یہ مقالہ مجنوں پر ایک عمدہ اور تحسین کے لائق کاوش ہے۔

البتہ پروف ریڈنگ کی غلطیاں بہت ہیں۔ بعض الفاظ اور جملوں کا استعمال بھی غلط ہوا ہے، مثلاً شفقت وبرتاؤ (ص ۱) حقیقی ونسبی والدین (ص ۱) حائلات (ص ۲۸) مقصوص (۵۹) وغیرہ مگر مصنفہ کا غبار خاطر کے ایک خط کو احمد صدیق مجنوں گورکھپوری کے نام ہونا سمجھ لینا تعجب خیز ہے (ص ۲۶۳) یہ اشتباہ غالباً ''صدیق مکرم'' کی وجہ سے ہوا حالانکہ یہ سب کو معلوم ہے کہ غبار خاطر کے خطوط مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کے نام لکھے گئے ہیں۔

افسانہ نگاری کے باب میں مجنوں کی جن فکری اور فنی خوبیوں کو بیان کیا گیا ہے، وہ اس عہد کے بعض دوسرے افسانہ نگاروں کے یہاں بھی ہیں۔ اس لئے یہ لکھنا کہ ''نیاز اور یلدرم کے اسلوب دلکش ضرور ہیں لیکن جذبات واحساسات کی عکاسی وہ جس طرح کرتے ہیں وہ اکثر غیر فطری اور مصنوعی معلوم ہوتے ہیں۔'' (ص ۱۳۱) مجنوں کی خوبیوں میں اضافہ نہیں کرسکتے۔

تنقید نگاری کے جائزے میں مجنون کے کارناموں اور ان کے افکار وخیالات کا عہد وار سیر حاصل جائزہ لیا گیا ہے اور شرح وبسط کے ساتھ ان کی تعبیر وتشریح کی گئی ہے لیکن ضرورت یہ تھی کہ ان کے تنقیدی کارناموں کا معاصر تنقید سے موازنہ کرکے مجنون کی انفرادیت اور ان کے اضافات کی

وضاحت کی جاتی۔

کثرت سے اقتباسات نقل کئے گئے ہیں، ان کا خلاصہ بھی دیا جاسکتا تھا، بعض اقتباسات کئی کئی بار مختلف ابواب میں نقل کئے گئے ہیں، اس سے طوالت کا عیب بھی راہ پا گیا ہے۔

مبالغہ آرائی بھی کثرت سے ہے۔ مصنفہ ایک جگہ لکھتی ہیں ''جس قدر کہ مجنوں کا مطالعہ وسیع تھا اسی قدر ان کا حافظہ قوی تھا اور دونوں نے مل کر مجنوں کو وہ طاقت عطا کی جس کی مثال دنیا میں مشکل سے ملتی ہے۔ (ص۵۳) بہر حال ان کمیوں کے باوجود مجنوں پر یہ ایک عمدہ اور قابل قدر مقالہ ہے، اس کی پذیرائی ہونی چاہئے۔

---

(۹۹)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

جناب مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی

صفحات ۳۱۲، قیمت ۸۷، سنہ اشاعت ۲۰۰۴ء۔ ناشر: فرید بکڈ پو ۲۱۵۸۔ ایم پی اسٹریٹ پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

بیسویں صدی کے نصف آخر میں امت اسلامیہ کے جن علماء ودانشوروں نے ہمہ گیر شہرت وعزت اور مقبولیت پائی ان میں ایک نمایاں اور ممتاز نام مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، وہ ہندوستان کی خاک سے اٹھ کر عالم اسلام پر چھا گئے۔ اپنی تصنیفات وتالیفات، خطبات اور وعظ ونصیحت سے اسلام کے ابدی پیغام کو عام کیا۔ ان کے افکار ونظریات، طرز زندگی اور طریقۂ تعلیم وتعلم کے اصول وطریقۂ کار اور ان کی مختلف النوع گراں قدر خدمات اور کارناموں سے بے شمار افراد فیض یاب ہوئے۔ بیداری کی لہر دوڑی، پژمردہ دلوں میں عزم وحوصلہ پیدا ہوا اور قوم کو پستی وزبوں حالی سے نکالنے میں انھوں نے جانکاہ محنت کی اور واقعہ یہ ہے کہ بیسویں صدی کے آخری عشرے ان کے نغمۂ سرمدی سے معمور رہے۔ ان کی ہر ضرب ضرب کلیمی تھی۔ ان کی ہر بانگ بانگ درا

تھی۔اللہ تعالیٰ ملت کوان کانعم البدل عطافرمائے۔

زیرنظر کتاب انھیں کے ذکر خیراور کتاب زندگی کے باب سعادت اور فضل وکمال پر مشتمل ہے۔ لائق مصنف مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب نے مفکراسلام کی ولادت سے وفات تک کے حالات اجمالی طور پر قلم بند کئے ہیں۔ان کے اساتذہ، تلامذہ، معاصرین کے علاوہ ان کی تصنیفات، تحریکی، ادبی اور تعلیمی خدمات۔دارالعلوم دیوبند اور ندوہ سے تعلق، بزرگان دین سے ربط وضبط، افادہ واستفادہ، عالم اسلام سے متعلق کاوش وخدمات، وغیرہ موضوعات کا اجمالی مرقع اس کتاب میں آ گیا ہے۔اس کے لئے لائق مصنف قابل مبارکباد ہیں۔

زبان وبیان پر فاضل مصنف کو توجہ دینے کی ضرورت تھی۔بعض مباحث کو اور جامع بنایا جاسکتا تھا،طوالت دیکھ کر مجھے مولانا محمد علی جوہر کی دلچسپ گفتگو یاد آ رہی ہے،ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ مولانا آپ بہت لمبے لمبے مضامین لکھتے ہیں،اگر مختصر لکھیں تو وہ زیادہ مفید ہوں گے۔مولانا نے کہا کہ مختصر لکھنے کے لئے میرے پاس فرصت نہیں۔غالبًا مولانا محمد اسجد قاسمی صاحب کے پاس بھی فرصت نہیں ہے۔اس کے باوجود مفکراسلام کے فضل وکمال سے واقفیت کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔(الرشاد جولائی اگست ۲۰۰۵ء)

---

(۱۰۰)

مقالات مولانا عبدالسلام ندوی سمینار

مرتبہ جناب محمد ہارون

صفحات ۳۰۲۔ملنے کا پتہ: ۸ پہلامنزلہ، ہندوستان بلڈنگ ۱۰/۲ ٹی پی اسٹریٹ ممبئی نمبر۴۔

مولانا عبدالسلام ندوی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔وہ علامہ شبلی کے تلمیذ رشید اور نامور ادیب وانشاء پرداز، نقاد، شاعر اور محقق ومصنف تھے۔دو درجن سے زیادہ کتابیں تصنیف وتالیف اور ترجمہ کیں۔سیکڑوں علمی، ادبی، تحقیقی، تنقیدی، تاریخی اور فلسفیانہ مضامین سپرد قلم کئے۔ماہنامہ الندوہ

کے سب ایڈیٹر رہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ الہلال میں کام کیا اور پھر دارالمصنّفین آئے تو مدۃ العمر اس سے وابستہ رہے اور آخری سانس تک قلم ان کے ہاتھ میں رہا۔

وہ نہایت شریف، فرشتہ صفت اور منکسر المزاج شخصیت کے مالک تھے۔ صلہ وستائش اور شہرت وناموری سے بے پرواہو کر علم وادب کی خدمت کرتے رہے۔ اس کے باوجود ان کی شخصیت اور کارناموں کا اعتراف جیسا کہ ان کا حق تھا نہیں کیا گیا۔ اسی احساس کے پیش نظر ان کے عزیز جناب محمد ہارون صاحب (بمبئی) نے ان کے حیات اور علمی فتوحات پر بمبئی میں ایک سمینار منعقد کیا۔ جس میں ملک کے نامور اہل قلم، مصنّفین اور محققین نے شرکت کی اور اپنے گراں قدر مقالات پیش کئے، راقم نے بھی اس میں شریک ہو کر ان کی تصنیفات وتالیفات اور تراجم پر مقالہ پیش کیا تھا۔ زیر نظر کتاب اسی سمینار میں پڑھے گئے مقالات کا مجموعہ ہے۔ اس میں مولانا عبدالسلام ندوی کی حیات، شخصیت، خدمات اور متعدد تصنیفات پر مقالات ہیں۔ انشاء پرداز، مؤرخ، مترجم، مقالہ نگار، محقق، ماہر اقبالیات، شاعر، نقاد، مذہبی نگارشات، فلسفہ وکلام اساتذہ ومعاصرین وغیرہ مختلف عناوین پر مقالہ نگاروں نے اظہار خیال کیا ہے اور اس سلسلہ میں ان کے کارناموں کی اہمیت اور عظمت بیان کی ہے۔ آثار عبدالسلام کے عنوان سے مولانا کی تحریروں کا ایک اشاریہ بھی شامل اشاعت ہے جس میں اب تک ان پر جو کام ہوا ہے اس کی فہرست بھی دی گئی ہے جو ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری صاحب سابق ڈائرکٹر خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری کا کارنامہ ہے۔

ایک مضمون میں ان کی غیر مطبوعہ تصانیف کا ذکر ہے جو فاضل مضمون نگار کی مولانا عبدالسلام صاحبؒ سے دیرینہ واقفیت کا مظہر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے جن غیر مطبوعہ کتابوں کی نشاندہی کی ہے وہ اصلاً ان کی غیر مرتب کتابیں ہیں۔ جن کے حصے مضامین کی شکل میں ماہنامہ معارف میں شائع ہو چکے ہیں اور بعض دارالمصنّفین کی دوسری کتابوں میں شامل ہیں، البتہ ان کے بعض حصے جو نامکمل اور متفرق اوراق کی شکل میں ہیں وہ دارالمصنّفین کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان کو ترتیب دے کر سلیقہ سے مرتب کر کے شائع کیا جائے۔ ان کے متعدد ایسے مضامین ہیں جو مسلسل کئی کئی قسطوں میں شائع ہوئے جن کی حیثیت کسی کتاب سے کم نہیں۔ ان کو بھی کتابی صورت میں شائع

کیا جاسکتا ہے، امید ہے ارباب ذوق اس کی اشاعت کی طرف توجہ دیں گے۔ راقم جناب محمد ہارون صاحب (بمبئی) کی خواہش پر اس طرح کی ایک مجموعہ مضامین ''اسلام اور عیسائیت'' کے عنوان سے مرتب کر چکا ہے جو ہارون صاحب کے پاس زیر اشاعت ہے۔ امید ہے کہ اس سلسلہ کے دوسرے مضامین بھی شائع کئے جائیں گے۔ مولانا عبدالسلام ندوی پر اب تک جو کام ہوا ہے، ان میں مجموعی طور پر زیر نظر کتاب سب سے عمدہ کام ہے۔ تذکرہ وسوانح اور ارباب کمال کے کارناموں سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ ایک عمدہ پیش کش ہے۔

---

(۱۰۱)

مولانا آزاد اور مسلم مسائل

ڈاکٹر مشیر الحق شہیدؒ

مرتبہ شہناز انجم ایم اے۔ صفحات ۷۱۔ تقطیع متوسط، مجلد۔ سنہ اشاعت ستمبر ۱۹۹۹ء

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

کشمیر یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر مشیر الحق شہید نے مولانا ابوالکلام آزاد اور ان کے فکر وعمل کے متعلق چند مضامین تحریر کئے تھے۔ زیر نظر کتاب میں انہیں یکجا کر دیا گیا ہے۔ حزب اللہ، مولانا آزاد اور مسلم مسائل، آزاد واقبال کی معنویت، مشیر صاحب کے خاص موضوعات تھے۔ ان سب کا اصل مرکز آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کے مسائل کی بحث ہے۔ ایک مضمون میں مولانا آزاد کی ان تحریروں پر اظہار خیال کیا گیا ہے جو قید وبند کے دوران پس دیوار زنداں لکھی گئی تھیں۔

ڈاکٹر مشیر الحق مرحوم کا مطالعہ بڑا وسیع اور آزاد ہندوستان کی تاریخ پر ان کی نظر بڑی گہری تھی۔ یہ مضامین اسی کا نتیجہ ہیں اور آزاد شناسی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کا مطالعہ افادیت سے خالی نہیں۔

(۱۰۲)

مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی، شخصیت کے چند نمایاں پہلو

جناب مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب

طبع اول ۱۹۹۶ء۔ صفحات ۶۳ قیمت ۱۵روپے۔

ملنے کا پتہ: ادارہ علم وادب سی۔۴/۱۱۳۰ حالی نگر، سرسید نگر، علی گڑھ ۲۰۰۲۰۲ (یوپی)

مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی کی ممتاز شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ وہ آزاد ہندوستان میں تحریک اسلامی کے پہلے امیر تھے اور ایک مختصر وقفہ کے علاوہ تقریباً ۳۵ برس اس منصب پر فائز رہے اور تحریک اسلامی کو بڑی ترقی دی۔ مولانا مرحوم ایک بلند پایہ منتظم وداعی کے علاوہ بہت اچھے صاحب قلم بھی تھے، تحریک اسلامی میں سرگرم حصہ لینے سے پہلے انھوں نے متعدد علمی وتحقیقی مضامین بھی سپرد قلم کئے تھے جو بہت مقبول ہوئے۔ تحریکی مصروفیات نے انھیں تصنیف وتالیف کا بہت کم موقع دیا، البتہ اس دور میں بعض کتابچے اور پمفلٹ انھوں نے لکھے جو ہاتھوں ہاتھ لئے گئے۔ مولانا کی زندگی کا سب سے اہم کارنامہ تحریک اسلامی کی تنظیم وترقی اور اس کو مثالی بنانا ہے۔ تحریک اسلامی میں آج جو برگ وبار نظر آتے ہیں وہ انھیں کی محنت ومشقت اور کوشش وکاوش کا نتیجہ ہیں۔ زیر تبصرہ کتابچہ میں اسی بلند وبالا شخصیت اور ان کے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مولانا کی شخصیت پر جس قدر کام ہونا چاہئے تھے، اس پر اب تک توجہ نہ دی جاسکی ہے، جناب مولانا سلطان احمد اصلاحی لائق ستائش ومبارک باد ہیں کہ انھوں نے اس کتابچہ میں مولانا کی شخصیت کے چند نمایاں پہلوؤں کو پیش اور مولانا کی یاد تازہ کردی اور اس نام نیک کو یکسر ضائع اور نقش ماضی ہونے سے بچانے کی کوشش کی۔

مولانا اصلاحی کی شخصیت کا سب سے زیادہ روشن اور تابناک باب ان کی نجی اور ذاتی زندگی ہے وہ انتہائی منکسر المزاج، مرنجاں مرنج اور زمینی انسان تھے، ایسے لوگ اب کم ہیں جن کو نہ کسی سے گلہ وشکوہ ہوتا ہے اور نہ کسی کو ان سے، مولانا کی زندگی کے اس پہلو پر ان کے دیرینہ شناسا آنجہانی جیوتی

سروپ سنگھ کے قلم سے ایک عمدہ مضمون بھی اس کتابچہ میں شامل ہے جوضمنی ہونے کے باوجود کتاب کی جان ہے۔ البتہ مولانا سلطان احمد اصلاحی کے اسلوب نگارش کے بارے میں ایک بار پھر یہ لکھنا پڑتا ہے کہ وہ انتہائی بے ہنگم اور غیر موزوں ہے، ان کے طرز تحریر کی مشکل یہ ہے کہ وہ کیا کہنا اور کیا لکھنا چاہتے ہیں واضح نہیں ہو پاتا۔ ایک بات کے ضمن میں دسیوں غیر متعلق اور غیر ضروری باتوں سے صرف اکتاہٹ ہی پیدا ہوتی ہے۔ مولانا سلطان احمد صاحب مدرسۃ الاصلاح کے فیض یافتہ ہیں جس کی یک گونہ نسبت علامہ شبلی کی ذات والا صفات سے بھی ہے مگر افسوس کہ مولانا اصلاحی دبستان شبلی کے اسلوب نگارش سے قطعاً بے بہرہ نظر آتے ہیں۔ کاش وہ اس گوشہ پر بھی توجہ دیں ورنہ ان کی تحریریں مفید ہونے کے باوجود پڑھنے کے لائق نہ رہیں گی۔

---

(۱۰۳)

مولانا برکت اللہ بھوپالیؒ

جناب محمد یوسف رحمت اللہ صاحب

صفحات ۳۱، قیمت ۱۰؍روپئے، سنہ اشاعت: ۱۹۹۹ء

ناشر: ٹیپو سلطان ریسرچ سنٹر مدینہ منشن نارائن گوڑہ حیدرآباد دکن۔ ۵۰۰۰۲۹ (اے، پی)

ہندوستان کی جدوجہد آزادی میں مسلمانوں کے سرگرم حصے کو زندہ و نمایاں کرنے کے لئے کئی فراموش شدہ ابواب کو پھر سے مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ جناب محمد یوسف رحمت اللہ صاحب لائق ستائش ہیں کہ انھوں نے اس سلسلہ میں ایک مجاہد آزادی مولانا برکت اللہ بھوپالی کی خدمات کا جائزہ لیا ہے جو زندگی بھر انگریزوں کے خلاف برسر پیکار رہے اور مختلف ملکوں میں انگریزوں کے ظلم وستم کے خلاف آواز بلند کرتے رہے۔ راجہ مہندر پرتاپ کی سربراہی میں ہندوستان کی پہلی جلاوطن حکومت قائم ہوئی تو مولانا بھوپالی اس میں وزیر اعظم تھے۔ اس سے ان کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آزادیٔ وطن کے سلسلہ میں انھوں نے بڑی مشکلات اور صعوبتوں کا سامنا کیا۔ دربدر کی خاک

چھانی اوران کی آخری آرام گاہ بھی وطن سے دور بنی۔ وطن کی خاک سے یہ محرومی ان کے اس جذبہ کا نتیجہ تھی کہ غلام ملک میں غلام کی حیثیت سے نہ جینا چاہتے تھے اور نہ مرنا۔ فاضل مرتب نے یہ ساری تفصیلات نہایت سلیقے سے مختصراً یکجا کر دی ہیں۔ اس کتابچہ کا مطالعہ آج کے دور میں خاص طور پر ضروری اور مفید ہے۔

---

(۱۰۴)

مولانا عبدالحمید صاحب مشاہدات وتأثرات

مرتبہ جناب مولانا محمد سلمان منصور پوری صاحب

صفحات ۲۲۴۔ قیمت ۴۰/ روپئے۔ سنہ اشاعت ۱۹۹۸ء

ملنے کا پتہ: مکتبہ ندائے شاہی جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد (یوپی) پن کوڈ ۲۴۴۰۰۱

حضرت مولانا حمیدالدین صاحب بلند پایہ عالم دین اور صاحب زہد وتقویٰ بزرگ تھے۔ زیرنظر کتاب انھیں کے حالات وسوانح، علمی وتعلیمی خدمات اوران کی وفات پر اہل تعلق اور علماء وفضلاء کے خطوط وبیانات اور تاثرات کا مجموعہ ہے۔ جس سے مولانا مرحوم کی پوری زندگی کا مرقع سامنے آجاتا۔ اس کا مطالعہ افادیت سے خالی نہیں، کتابت وطباعت عمدہ ہے۔ گرانی کے دور میں قیمت بھی مناسب ہے، اہل تعلق مکتبہ ندائے شاہی مراد آباد سے منگا سکتے ہیں۔

---

(۱۰۵)

مولانا سیدزبیرعلی شخصیت اورخدمات

جناب سیدساجدعلی ٹونکی صاحب

صفحات ۸۰۔ قیمت ۴۰/ روپئے۔ سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء

ناشر: مدرسہ فاطمۃ الزہرا،محلّہ رجبن،ٹونک، راجستھان

مولانا سیدزبیرعلیؒ ٹونک کے رہنے والے تھے لیکن قدرت نے ان کو جنوبی افریقہ میں اسلام کی خدمت کے لئے چنا۔ ان کے والد قاری سیدظہورعلی بھی اسلام کے مخلص مبلغ تھے اور جداعلیٰ سیدناصرعلیؒ سیداحمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ان رفقاء میں تھے جنھوں نے معرکہ بالاکوٹ میں حصہ لیا تھا، اس طرح اس خاندان کو تبلیغ ودعوت میں خاص امتیاز حاصل ہے۔

زیرنظر کتاب مولانا سیدزبیرعلیؒ کے حالات وواقعات پر مشتمل ہے۔ جن سے جنوبی افریقہ میں ایک مخلوق فیض یاب ہوئی۔ اندازہ ہوتا ہے کہ جنوبی افریقہ میں مسلمانوں کی موجودہ دینی فضا کی تشکیل میں ان کی کوششوں کا بڑا حصہ ہے۔ لائق مؤلف بھی اسی خاندان کے ایک فرد ہیں۔ انھوں نے تذکرہ کے حالات سے واقفیت کے لئے خود افریقہ کا سفر کیا اور ہر ممکن ذرائع سے معلومات مہیا کر کے یہ مجموعہ مرتب کیا۔ جنوبی افریقہ کے بعض جغرافیائی حالات اور وہاں کے ان مدارس ومکاتب کا بھی ذکر آ گیا ہے جن کا تعلق مولانا سیدزبیرعلی کی ذات سے ہے۔ مولانا کے خاندان کے متعدد افراد کا بھی ذکر خیر آ گیا ہے، جی چاہتا ہے کہ مولانا زبیرعلی صاحب کی لائق رشک زندگی کے اور واقعات بھی آ جاتے، البتہ کتابت کی سیکڑوں غلطیاں راہ پا گئی ہیں، جن کی جانب توجہ ضروری ہے۔

---

(۱۰۶)

مولانا سید محمد عبدالسمیع ندوی حیات وخدمات

مرتبہ جناب مولانا محمد عبدالرشید ندوی

صفحات ۱۹۲۔ قیمت ؍۶۰ روپئے۔ سنہ اشاعت درج نہیں۔ ناشر: کمپیوٹر اردو کتاب سینٹر، ندوی منزل، ندوہ روڈ لکھنؤ۔۷ (یوپی)

مولانا سید محمد عبدالسمیع ندوی مرحوم ندوہ کے ایک فعال کارکن تھے۔ دم واپسیں تک ندوہ کی خدمت میں مصروف رہے اوراس کی تعمیر وترقی میں فعال کردار ادا کیا۔ مرکز تبلیغ الاسلام کان پور کے اعزازی جنرل سکریٹری کی حیثیت سے تبلیغ دین اوراشاعت اسلام کا بڑا فریضہ انجام دیا اور کچھ لوگ ان کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان کا رسالہ محکمات بھی قابل ذکر ہے جس کی ادارت واشاعت بھی ان کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ وہ پختہ اہل قلم تھے۔ متعدد مضامین کے علاوہ چند رسائل اوران کے ترجمے ان کے قلم سے نکلے اوران کی تصنیف قصبہ کوڑہ تاریخ وشخصیات خاص طور پر اپنے موضوع پر ایک اہم کارنامہ ہے۔

مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ اخلاق وکردار اور معاملات میں وہ ایک قابل تقلید نمونہ تھے۔ دسمبر ۱۹۹۵ء میں ندوہ میں ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ زیرنظر کتاب ان کے حالات وواقعات، علمی ودینی خدمات، حسن اخلاق ومعاملات کی تفصیل ہے۔ دراصل یہ ان مضامین کا مجموعہ ہے جو ان کی وفات پر لکھے گئے تھے جسے ان کے لائق صاحبزادے نے سلیقے سے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔

یہ مضامین ان اہل قلم کے ہیں جن کا تعلق مولانا کی ذات سے براہ راست رہا ہے، اس لئے ان کی زندگی کے تقریباً ہر چھوٹے بڑے واقعہ کا ذکر اس میں آ گیا ہے جس میں عبرت ونصیحت کے ایسے پہلو نمایاں ہیں جن سے اخلاق وکردار کو سنوارا جاسکتا ہے۔ اس لئے اس کا مطالعہ افادیت سے خالی نہیں۔ (الرشاد: اکتوبر نومبر ۲۰۰۴ء)

(۱۰۷)

نقوش وآثار مفکر اسلام

جناب مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہٰ آبادی

صفحات ۴٦۴، قیمت ۱۲۰/روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۴ء

ملنے کا پتہ: مکتبہ دار المعارف بی/ ٦۳۹۔ وصی آباد، الہٰ آباد۔ پن ۲۱۱۰۰۳

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی جامع کمال شخصیت کا ایک پہلو تصوف وسلوک سے ان کی گہری وابستگی تھی۔ انھوں نے اپنے عہد کے مشاہیر صوفیاء ومشائخ سے کسب فیض کیا اور ہم عصر صوفیاء سے والہانہ محبت وموانست کا معاملہ کیا۔ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہٰ آبادی جانشین مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ان کے گہرے تعلقات تھے۔ زیر نظر کتاب اسی محبت وتعلق کا مظہر ہے۔ اس میں فاضل مرتب نے مفکر اسلام سے اپنے گہرے تعلقات کے ذکر کے ساتھ ان کے بعض ملفوظات وارشادات قلم بند کئے ہیں۔ مفکر اسلام کے بعض اصلاحی مضامین اور ان کی مشہور کتابوں کے اقتباسات بھی درج کئے ہیں۔ جا بہ جا فوائد سے کتاب اور صاحب سوانح کے فضل وکمال کا ذکر کیا ہے اور بجا طور پر اس کتاب کا نام نقوش وآثار مفکر اسلام رکھا ہے۔ اس سے مفکر اسلام کی علمی وعملی زندگی اور ان کی اصلاحی وتبلیغی کاوشوں اور خدمات کا ایک عمدہ مرقع سامنے آجاتا ہے اور واضح ہوجاتا ہے کہ مفکر اسلام علم وفضل کے ساتھ عملی میدان میں بھی بلند مقام کے حامل تھے۔ فاضل مرتب حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب قابل مبارک باد ہیں کہ انھوں نے مفکر اسلام کی شخصیت کے ایک ایسے پہلو کو روشن کیا جس پر کم لوگوں کی نگاہ پہنچی تھی۔ امید ہے کہ اسے محبت کی نگاہ سے پڑھا جائے گا۔ (الرشاد مارچ اپریل ۲۰۰۵ء)

(۱۰۸)

یادوں کا چمن

سنہ اشاعت: ۲۰۱۲ء، صفحات: ۱۷۶، قیمت درج نہیں ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۷۶۰۰۱

حضرۃ الاستاذ مولانا حافظ مجیب اللہ ندویؒ کی شخصیت اگر چہ متنوع اوصاف وکمالات کا مجموعہ تھی لیکن ان کی تین حیثیتیں مصنف، فقیہ اور ماہر تعلیم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان تینوں حیثیتوں پر ان کے کارنامے بڑے وقیع ہیں۔

انہوں نے تقریباً دودرجن علمی، ادبی، سوانحی، تعلیمی اور فقہی کتابیں سپرد قلم کیں۔ فقہ ان کا خاص موضوع تحقیق وتصنیف تھا۔ ان کی کتاب اسلامی فقہ (تین حصے) گھر گھر پہونچ چکی ہے۔ اہل کتاب صحابہ وتابعین، تبع تابعین، اجتہاد اور تبدیلی احکام، فقہ اسلامی اور دور جدید کے مسائل، اسلامی قانون اجرت، فتاوی عالم گیری اور اس کے مؤلفین، اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات اور اسوہ حسنہ وغیرہ ان کی بڑی اہم علمی کاوشیں ہیں۔

فقیہ کی حیثیت سے ان کا شمار ملک کے چند نامور ترین فقہا میں ہوتا تھا۔ فقہی مسائل پر ان کی تحریریں قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ انہوں نے اعظم گڑھ اور بعض دوسرے اضلاع میں دار القضا قائم کر کے ملت کی بڑی خدمت انجام دی۔ وہ کئی فقہی اداروں کے رکن بھی رہے۔

ان کی ذات ملت کے درد سے عبارت تھی۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف وہ ایک لفظ سننے کے روادار نہ تھے اور جب ان پر کوئی افتاد پڑتی تو وہ بے خطر کود پڑتے۔

ملت کو تعلیمی زبوں حالی اور پس ماندگی سے نکالنے کے لئے انہوں نے اپنی پوری زندگی لگا دی اور سب صلاحیتیں لگا دیں۔ جامعۃ الرشاد کا قیام ہو یا ملی کونسل کی تاسیس، دینی تعلیمی کونسل ہو یا مذہبی و سیاسی تنظیموں سے وابستگی سب کا مقصد ایک تھا، ملت کی ترقی۔ زیر نظر کتاب ''یادوں کا چمن'' مولانا مرحوم کی اسی گونا گوں خدمات کا ایک مطالعہ ہے۔ فاضل مصنف ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی مدظلہ مولانا

مرحوم کے سب سے قریبی شاگرد ورفیق اور ہمدم دیرینہ ہیں۔وہ خود مولانا مرحوم کے تصنیفی وتالیفی کاموں میں شریک وسہیم اوران کی بزم کے روشن چراغ ہیں۔انہوں نے مولانا مرحوم کی یاد میں ان کی یادوں کا یہ چمن سجایا ہے۔اس میں ان کی شخصیت اور کارناموں کا ایک عمدہ اورخوب صورت مرقع آ گیا ہے۔البتہ اس کی حیثیت ایک متن کی ہے۔

محترمی ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی صاحب کی یہ خوب صورت کتاب مولانا مرحوم کے لئے اگرنذرانہ ہےتو میرے لئے ان کی یاد کا ایک بہانہ۔کئی بار پڑھ چکا ہوں مگر ہر بار ایک نیا منظرنامہ سامنے آجاتا ہے۔اس میں فاضل مصنف کے دلآویز اسلوب کا بھی بڑا دخل ہے۔

مولانا مجیب اللہ ندوی کی شخصیت اورخدمات پر یہ پہلی کتاب ہے۔امید ہے اس سے بھرپور دلچسپی لی جائے گی۔

سیرت نبویؐ

(۱۰۹)

بیعتِ عہد نبویؐ میں

جناب مولانا محمد ولی رحمانی صاحب

صفحات ۶۳۔ قیمت ۲۰؍ روپئے۔ سنہ اشاعت ستمبر ۲۰۰۱ء

ملنے کا پتہ: دارالاشاعت خانقاہ رحمانی مونگیر ۸۱۱۲۰۱ بہار۔

زیر نظر رسالہ میں بیعت کا مفہوم ومقصد، اقسام اور فائدے بیان کئے گئے ہیں۔ عہد نبویؐ میں بیعت رسول کے جو واقعات پیش آئے اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جس قدر اہتمام فرمایا اس کی تفصیلات بھی کتب احادیث سے قلم بند کی گئی ہیں۔

اپنے موضوع پر یہ ایک عمدہ، مفید اور معلومات افزا رسالہ ہے، فاضل مؤلف جناب مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی یہ کاوش قابل قدر اور لائق ستائش ہے۔

---

(۱۱۰)

تلخیص شمائل ترمذی

جناب ڈاکٹر ابرار اعظمی

صفحات ۱۳۳۔ قیمت ۳۵؍ روپئے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۴ء

ملنے کا پتہ: نونہال اکیڈمی خالص پور ضلع اعظم گڑھ ۲۷۶۱۳۸ (یوپی)

ادبی وتعلیمی میدان میں جناب ڈاکٹر ابرار اعظمی صاحب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں اِن کی مختلف النوع کاوشوں نے اہل علم وادب کو متوجہ کیا ہے۔ ان کی زندگی تعلیم وتربیت میں گذری ہے۔

ملازمت سے سبک دوشی کے بعد بھی ضعف اور پیرانہ سالی کے باوجود وہ برابر متفکر اور نت نئے کام انجام دینے میں مصروف ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ ان کی قوم تعلیم یافتہ اور اسلامی احکام کی پابند اور اسوۂ نبویؐ پر عمل پیرا ہو۔ ان کی یہ کاوش بھی اسی فکر و نظر کا ثمرہ ہے۔ اس میں انھوں نے شمائل ترمذی کے اردو ترجمہ مولانا کرامت علی جونپوریؒ کی تلخیص کی ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ اردو داں طبقہ بھی اس شاہکار سے پورے طور پر استفادہ کرے اور سیرت نبویؐ کو ہمہ وقت پیش نظر رکھے۔ امید ہے اس سے بھرپور استفادہ کیا جائے گا۔

---

(١١١)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ انور شاہ کشمیریؒ

ترجمہ حکیم عزیز الرحمٰن صاحب

صفحات ٢٠٢۔ قیمت درج نہیں۔ سنہ اشاعت ١٩٩٨ء۔ ناشر: مکتبہ فردوس مکارم نگر، لکھنؤ

فتنہ قادیانیت کی تردید اور اثبات حق کے لئے اہل علم و قلم اور ارباب نظر نے متعدد کتابیں سپرد قلم کی ہیں۔ یہ کتاب بھی انھیں میں سے ایک ہے لیکن فارسی میں ہونے کی وجہ سے اس سے استفادہ آسان نہ تھا، اس لئے جناب حکیم عزیز الرحمٰن صاحب نے اسے اردو کا جامہ پہنایا ہے اور ایک عمدہ مقدمہ بھی سپرد قلم کیا ہے جس میں ترجمہ کی روداد کے ساتھ خاص طور سے غلام احمد قادیانی کے الہامات اور پیشین گوئیوں کا جائزہ لیا ہے اور اس کے کذب وافتراء کو واضح کیا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری کی اس اہم کتاب سے فتنہ قادیانیت اور غلام احمد قادیانی کے خرافات پوری طرح سامنے آجاتے ہیں اور مسئلہ ختم نبوت کی وضاحت بھی خوبی کے ساتھ ہوجاتی ہے۔ فتنہ قادیانیت کا زور ابھی ٹوٹا نہیں ہے۔ اس فتنہ کا خاتمہ اور اس کا سد باب ایک اہم فریضہ ہے جس کے لئے یہ کتاب یقیناً مدومعاون ثابت ہوگی۔

اس فریضۂ حق کی ادائیگی کے لئے اہل علم کو جناب حکیم عزیز الرحمٰن صاحب کا شکر گزار ہونا چاہئے۔ البتہ ہم حکیم صاحب سے گزارش کرتے ہیں کہ دوسرے ایڈیشن میں اس کی زبان پر توجہ دی جائے مغلق اور ثقیل الفاظ نکال دیئے جائیں۔ لفظی ترجمہ کے بجائے اصطلاحی سلیس اور رواں دواں ترجمہ ہو، تاکہ نفس مسئلہ کو آسانی سے سمجھا اور سمجھایا جا سکے اور بعض مقامات پر جو عوامی الفاظ مقدمہ میں آ گئے ہیں (ملاحظہ ہو ص ۲۶) انھیں دور کرنا ضروری ہے۔ امید ہے اس کی طرف توجہ دی جائے گی۔

---

(۱۱۲)

ختامہ مسک

مترجمہ جناب مولانا حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی

صفحات ۲۵۲، قیمت وسنہ اشاعت درج نہیں۔ ناشر: مکتبہ فردوس مکارم نگر برولیا لکھنؤ ۔ ے

علامہ ابن حزم اندلسی کی جوامع السیرۃ النبویہ سیرت کی ایک اہم کتاب ہے۔ اب تک اسے اردو میں منتقل نہیں کیا گیا تھا، افادیت اور شہنشاہ کونین کے دربار میں اخلاص وعقیدت کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے جناب مولانا حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی صاحب نے اسے اردو کا جامہ پہنایا ہے۔

ابن حزم کس پائے کے سیرت نگار تے، اہل علم اس سے واقف ہیں۔ پانچویں صدی ہجری کی اس تصنیف کے اردو ترجمہ سے یقیناً اردو کے ذخیرہ سیرت میں ایک اہم اضافہ ہوا ہے۔ خصوصاً اردو داں طبقہ کے لئے یہ ایک مفید کتاب ہے۔ اس میں سیرت نبویؐ اور اس کے تمام اہم پہلو آ گئے ہیں، اس کی افادیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ یہ ترجمہ بھی حکیم صاحب کی دوسری کاوشوں کی طرح قابل تحسین ہے، البتہ اس پر سرے سے نظر ثانی نہیں کی گئی ہے، جس کی وجہ سے بعض جملے غلط چھپ گئے ہیں، کمپوزنگ کی غلطیوں سے بھی کوئی صفحہ خالی نہیں۔ ان کمیوں کے باوجود سیرت نبویؐ کے اس گراں قدر تحفے سے بڑھ کر اور کوئی تحفہ نہیں۔ امید ہے اسے آنکھوں کا سرمہ بنایا جائے گا۔ (ماہنامہ الرشاد اپریل، جون ۲۰۰۶ء)

(۱۱۳)

خطباتِ نبویؐ

مولانا حبیب الرحمٰن ندویؒ۔ مرتبہ مولانا عزیز الحسن ندوی صاحب

صفحات ۲۸۹۔ قیمت ساٹھ روپئے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۰ء

ناشر: ندوی برادرس صدر بازار ضلع مئو ناتھ بھنجن۔ یوپی

زیرِ نظر کتاب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند خطبات کو احادیث اور تاریخ وسیر کی کتابوں سے نقل کر کے بڑے مفید اور مؤثر انداز میں تشریح و وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جس کو مصنف مرحوم کے لائق صاحبزادوں نے سلیقہ سے مرتب کرا کے شائع کیا ہے۔ اس کے لئے وہ ستائش کے مستحق ہیں۔

مصنف کی ناوقت وفات سے یہ کتاب پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی تھی، اس لئے ضرورت ہے کہ اہل علم اس کی طرف توجہ دیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے خطبات جو اس میں نہیں آ سکے ہیں ان کو بھی اسی انداز سے یکجا کر دیں کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ انسانیت کی فلاح و کامرانی کا ضامن ہے۔ ظاہر ہے اس کام کی افادیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ باعث ہدایت و رحمت ہوگا۔

---

(۱۱۴)

سیرتِ نبویہؐ قرآن مجید کے آئینہ میں

جناب مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب

قیمت درج نہیں۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۲ء

ملنے کا پتہ: مرکز دعوت و ارشاد دار العلوم الاسلامیہ ضلع بستی (یوپی)

سیرتِ نبوی کا سب سے اہم اور بنیادی ماخذ خود قرآن مجید ہے۔ سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات گرامی کا ذکر قرآن پاک میں متعدد مقامات پر مختلف انداز سے آیا ہے۔ مورخین اور سیرت نگار اس کی روشنی میں سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں اخلاص وعقیدت کے نذرانے پیش کرتے رہے ہیں۔ زیرنظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس سلسلے میں حصہ پاجانا یقیناً فخر وسعادت کی بات ہے۔ لائق مصنف مولانا محمد اسجد قاسمی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے سیرت نبویؐ کے ان پہلوؤں کو جن کا ذکر قرآن پاک میں ہوا ہے سلیقہ سے پیش کردیا ہے اور جہاں ضرورت محسوس کی ہے احادیث اور تاریخ وسیر کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ کتاب کا اسلوب سادہ اور انداز اصلاحی وتعمیری ہے، اسوۂ حسنہ کے اس مرقع سے یقیناً ہر شخص کو فائدہ پہنچے گا۔

(الرشاد، اپریل مئی ۲۰۰۳ء)

---

(۱۱۵)

عہد نبویؐ کا مدنی معاشرہ (قرآن کی روشنی میں)

ڈاکٹر سید محمد لقمان اعظمی ندوی

مترجم ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی (علیگ) سنہ اشاعت دسمبر ۱۹۹۴ء۔ صفحات ۲۰۷،

سائز $\frac{۱۸\times۲۲}{۸}$ قیمت ۱۵۰/روپئے۔ ملنے کا پتہ: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، دہلی ۶۔

ڈاکٹر سید محمد لقمان اعظمی ندوی صاحب اسی مردم خیز خطۂ اعظم گڑھ سے تعلق رکھتے ہیں جس کے بارہ میں اقبال سہیل مرحوم کا یہ شعر زبان زد خاص وعام ہے۔

اس خطۂ اعظم گڑھ پہ مگر فیضانِ تجلی ہے یکسر
جو ذرہ یہاں سے اٹھتا ہے وہ نیر اعظم ہوتا ہے

ڈاکٹر لقمان صاحب نے ابتدائی تعلیم اسی ضلع میں حاصل کی، پھر دارالعلوم ندوۃ العلماء سے

فضیلت کیا، اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے مصر گئے جہاں سے انھوں نے بی اے، ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اس وقت ٹیچرز ٹریننگ کالج سعودی عربیہ میں شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے سربراہ کی حیثیت سے مامور ہیں۔

زیر نظر کتاب "مجتمع المدينة المنوره فی عصرالنبوة کمايصوره القرآن" ان کا تحقیقی مقالہ ہے جس پر انھیں قاہرہ یونیورسٹی مصر نے مرتبہ الشرف الاولی کے اعزاز کے ساتھ ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی ہے۔ اسی مقالہ کا سلیس اور رواں اُردو ترجمہ برادر گرامی ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی نے اُردو خواں طبقہ کے لئے کیا ہے۔

اس کتاب میں فاضل مصنف نے عہد نبویؐ کے مدنی معاشرہ کی تصویر کشی کی ہے اور یہ دکھایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور اخلاق عالیہ سے مدینہ طیبہ کے اندر کیسا معاشرتی انقلاب پیدا ہوا۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں کیا عملی اقدامات ہوئے، جن سے ایک معیاری اسلامی معاشرہ اور شریعت کے مطلوبہ صفات کا حامل کامیاب ترین معاشرہ وجود میں آیا۔ کتاب کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ فاضل مصنف نے اصل ماٰخذ قرآن کریم کو بنایا ہے۔ کتاب کا مقدمہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ نے لکھا ہے اور تقریظ ان کے استاذ و ممتحن ڈاکٹر یوسف عبدالقادر خلیف نے لکھی ہے۔ مصنف نے پیش لفظ میں کتاب کا مکمل تعارف اور اس سلسلہ میں اپنی تحقیق و جستجو کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

٧٠٧ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں چار ابواب اور دس فصلیں ہیں۔ پہلے باب میں مدنی معاشرے کی تاسیس کے مراحل کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس کے ضمن میں ہجرت، مساجد کی تعمیر، مواخات، جہاد اور غزوات و سرایا وغیرہ پر مفصل بحث ہے۔ دوسرے باب میں مدنی معاشرے کے تربیتی مراحل پر نظر ڈالی گئی ہے۔ مدنی معاشرے کی ارتقائی کیفیت تربیتی واقعات، ظہار و لعان اور واقعہ افک وغیرہ پر روشنی ڈالتے ہوئے بھی عمدہ بحث کی گئی ہے۔ تیسرے باب میں معاشرتی ڈھانچے کی تشکیل نو کو بیان کیا گیا ہے۔ جس میں خاندان کی حفاظت کے ذرائع، نکاح، حرمت زنا و شراب وقمار وسود اور فریضۂ زکوٰۃ، انفاق فی سبیل اللہ، نیز معاشرتی آداب، معاشرتی نظام کفالت اور اقتصادی پہلوؤں پر حسن ترتیب کے ساتھ عمدہ بحث کی گئی ہے۔ آخری باب میں مصنف نے مدنی معاشرہ اور اقلیات کے عنوان سے اظہار خیال کیا ہے۔ اہل کتاب اور منافقین کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا اسے بھی

فاضل مصنف نے قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

یہ کتاب اپنے موضوع سے انصاف کرتے ہوئے ایک عمدہ تحقیقی کارنامہ ہے۔اس کے لئے فاضل مصنف ، لائق ستائش ومبارک باد ہیں۔اردو ترجمہ کے لئے لائق مترجم بھی تبریک کے مستحق ہیں۔کتاب کی کتابت وطباعت بھی عمدہ ہے۔یہ کتاب باذوق قارئین کی نگاہ سےضرور گذرنا چاہئے۔

---

(۱۱۶)

غزوات نبویؐ کی اقتصادی جہات

جناب پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی ندوی صاحب

سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء،صفحات ۱۹۱، قیمت ۷۵/، کتابت وطباعت اعلیٰ

ملنے کا پتہ: ادارہ مطالعات اسلامی،مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (یوپی)

غزوات وسرایا سیرت نبوی کا اہم حصہ ہیں۔ چنانچہ سیرت نبویؐ پر ابتداءً جو کتابیں قلم بند کی گئیں ان کا نام اسی نسبت سے کتاب المغازی رکھا جاتا تھا۔غزوات وسرایا کے تعلق سے ایک معرکۃ الآراء بحث یہ ہے کہ کیا ان کا مقصد لوٹ مار اور حصول دولت غنائم تھا یا تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دینا مقصود تھا۔مستشرقین یہ الزام دیتے ہیں کہ مسلمانوں نے غزوات وسرایا کے ذریعہ کافی دولت جمع کی جس سے مدینہ اوراہل مدینہ کے اقتصادی ومعاشی حالات کو بہتر بنایا گیا۔

اس الزام کی تردید کا فریضہ علمائے اسلام نے انجام دیا ہے جس میں علامہ شبلی نعمانی کو خاص مقام حاصل ہے۔انھوں نے سیرۃ النبی کی ابتدائی دونوں جلدوں میں جابجا یہ فریضہ انجام دیا ہے تاہم وہ اس اہم کام کے لئے سیرت نبوی پر ایک جلد مخصوص کرچکے تھے تاکہ ان کا بخوبی ردابطال کیا جاسکے مگر وہ اس کو پورا نہ کرسکے۔

زیرنظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔فاضل مصنف پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی

صاحب مطالعہ سیرت میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔انھوں نے اس کتاب میں مستشرقین کے اسی الزام کی سائنٹفک انداز میں تردید کی ہے۔تمام غزوات وسرایا پر علاحدہ علاحدہ مفصل بحث کر کے ان میں حاصل شدہ اموال غنیمت کی مالیت کا اندازہ لگایا ہے۔ان کی تحقیق یہ ہے کہ اموال غنیمت کا مجموعی فراخدلانہ تخمینہ زیادہ سے زیادہ باسٹھ لاکھ درہم ہوسکتا ہے جبکہ ان غزوات وسرایا میں جو کچھ مال غنیمت حاصل ہوا اس کی حیثیت ان پر آنے والے اخراجات کے مقابلہ میں صفر سے بھی کم ثابت ہوتی ہے چہ جائے کہ ان سے مدینہ اور اہل مدینہ کے اقتصادی اور معاشی حالات بہتر بنائے جاتے۔فاضل مصنف کی اس تحقیق سے مستشرقین اور مخالفین اسلام کے الزامات کی مکمل تردید ہو جاتی ہے۔اس اہم تحقیقی کاوش پر فاضل مصنف اہل علم کے شکریہ کے مستحق ہیں۔

---

(۱۱۷)

ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سکندر احمد کمال

صفحات ۱۴۴۔ قیمت ۴۰/ روپئے۔سنہ اشاعت ۲۰۰۲ء

ملنے کا پتہ: ایجوکیشنل بک شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ (یوپی)

زیر نظر کتاب میں سیرت نبویؐ اور تاریخ اسلام کے ان واقعات کو موضوع بحث بنایا گیا ہے جن سے مصنف کے خیال میں مستشرقین اور مخالفین اسلام کو اہانتِ رسولؐ اور تاریخ اسلام پر تنقید وتنقیص کا موقع ہاتھ آجاتا ہے۔اس میں اختلافِ امت، نبوت کا علم قبل از نبوت، شق صدر، آپؐ کا امی ہونا، بحیرا راہب کا واقعہ، واقعۂ قرطاس، مباہلہ، واقعہ افک، آپؐ پر سحر، زانی کی سزا، تعدد ازدواج، عبداللہ بن ابی منافق کی نماز جنازہ اور اس کے لئے دعائے مغفرت وغیرہ موضوعات شامل ہیں۔

مذکورہ واقعات تاریخ میں محدثین اور مؤرخین کے یہاں کسی قدر اختلاف ضرور ہے مگر یہ خیال کہ ان واقعات کے سلسلہ کی تمام مرویات سرے سے غلط، موضوع بلکہ یہود ونصاریٰ کی وضع کردہ ہیں

درست نہیں۔مصنف کے مطالعہ و جائزہ کا اپنا ایک خود ساختہ اصول ہے۔مثلاً یہ کہ دین اسلام سے واقفیت کے لئے ضروری ہے کہ قرآن کو قرآن سے دیکھا جائے۔ان کے نزدیک آیات قرآنی کا مفہوم اور شان نزول کی تعیین احادیث سے درست نہیں کیوں کہ علماء نے کتب تفاسیر میں شان نزول بیان کرتے وقت ان روایات سے کام لیا ہے جو یہود و نصاریٰ کی وضع کردہ ہیں۔ان کا یہ بھی خیال ہے کہ مستشرقین اسلام اور گستاخانِ رسول کا اصل ماخذ محدثین اور مسلم مورخین کی تحریریں ہیں۔

تاریخ کے مذکورہ واقعات میں سکندر کمال نے صرف قرآن سے استدلال کیا ہے اور استدلال کا طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کا محض ترجمہ نقل کر دیا ہے۔ان کا یہ بھی خیال ہے کہ بعض واقعات کے سلسلہ میں مترجمین نے آیات قرآنی کے غلط ترجمے بھی کر دیئے ہیں مثلاً ایک جگہ مولانا محمود حسن صاحبؒ کے ترجمہ کو غلط ٹھہرایا ہے اور اپنی مرضی کے مطابق خود ترجمہ بھی کیا ہے۔اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انھوں نے خود ان واقعات کی تصویر کشی میں کتنی تحریف سے کام لیا ہوگا۔ چوں کہ احادیث اور شان نزول کو تحقیق اور گہرائی میں جائے بغیر یک قلم مسترد کر دیا ہے، اس لئے غلط نتائج اخذ کئے ہیں اور اصلیت و واقعیت تک ان کی رسائی ممکن نہ ہو سکی۔بہ ظاہر یہ کتاب ناموس رسولؐ کی حفاظت و صیانت اسلام اور تاریخ اسلام پر مستشرقین کے اعتراضات والزامات کی تردید میں لکھی گئی ہے۔مگر درحقیقت مصنف نے تمام الزامات محدثین کرام اور مورخین اسلام پر عائد کئے ہیں۔ترجمہ وتفسیر قرآن، تاریخ اسلام اور احادیث نبویؐ، محدثین اور مورخین پر اس قدر سخت ردوقدح اور تنقید وتنقیص مصنف کی کم علمی، کج فکری اور بد دیانتی کا پتہ دیتی ہے۔وہ اسلام اور اسلامی علوم وفنون بالخصوص علم الحدیث، اسماء الرجال، روایت و درایت اور اصول تاریخ نویسی وغیرہ سے سرے سے واقف نہیں۔ ان کی یہ کوشش امت میں اختلاف وانتشار کا باعث بن سکتی ہے۔

شعری مجموعے

(۱۱۸)

آئینہ کلیسا (شعری مجموعہ)

جناب سلیمان آصف صاحب

صفحات ۳۶۔ قیمت ۲۰؍ روپئے۔ سنہ اشاعت ۱۹۹۸ء

ملنے کا پتہ: مدرسہ حلیمہ فاؤنڈیشن ۳۲؍۲ رز بر گولر، وارانسی (یوپی)

جناب سلیمان آصف صاحب کے شعری مجموعہ تکبیر مسلسل کا گزشتہ شمارے میں تعارف کرایا جاچکا ہے۔ یہ ان کا دوسرا مختصر شعری مجموعہ ہے۔ اس میں انھوں نے کلیسا اور ارباب کلیسا کی کارستانیوں کو بیان کرتے ہوئے اسلامی اوصاف پر روشنی ڈالی ہے۔ آصف صاحب کی دوسری تخلیقات کی طرح آہنگ اقبال کا اثر اس میں بھی نمایاں ہے۔ البتہ کتابت میں بعض الفاظ کا املا غلط ہے جیسے رُہبانیت وغیرہ۔ اس پر مزید توجہ کی ضرورت تھی۔ امید کہ یہ شعری کاوش بھی مقبول ہوگی۔

---

(۱۱۹)

پرستش و عقیدت

جناب ڈاکٹر ابرار اعظمی صاحب

صفحات ۲۰۰۔ قیمت ۲۰۰؍ روپئے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۲ء

ناشر: نونہال اکیڈمی خالص پور، اعظم گڑھ (یوپی) پن ۲۷۶۱۳۸

جناب ڈاکٹر ابرار اعظمی صاحب ایک عرصہ سے دادِ سخن دے رہے ہیں۔ وہ منجھے ہوئے پختہ اور قادر الکلام شاعر ہیں۔ ان کی تخلیقات معیاری ادبی رسائل و جرائد شب خون الہٰ آباد، آج کل دہلی وغیرہ کی زینت بنتی رہی ہیں۔ انھوں نے مختلف اصناف سخن میں اپنے جوہر دکھلائے ہیں۔ زیر نظر شعری

مجموعہ حمد ونعت اور بعض اجلہ صحابۂ کرامؓ، صحابیاتؓ اور بزرگان دین کی مدح ومنقبت پر مشتمل ہے۔ دراصل یہ شاعر کی پرستش وعقیدت ہے جو انھوں نے بڑے اہتمام سے پیش کی ہے۔

پروردگار عالم کی مدح وثنا شعراء کا محبوب مشغلہ رہا ہے اور کیوں نہ ہو یہ کائنات اور اس کا ذرہ ذرہ، پتہ پتہ، بوٹا بوٹا اس کی قدرت وحاکمیت کا مظہر ہیں اور ہر چیز سے اس کا جلوہ آشکارا ہے۔ ابرار اعظمی صاحب نے مختلف انداز سے خدائے برتر کی تعریف وتوصیف بیان کی ہے جس سے خود ان کے مطالعہ فطرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

بوئے گل تو ہی اور گل تو ہی　　　رنگ بھی تو ہی آب وگل بھی تو ہی
غنچہ و گل کے درمیاں بھی تو　　　باد ہر صبح میں عیاں بھی تو ہی

اس مجموعہ میں متعدد حمد یہ نظمیں ہیں جن میں خدا کی قدرت وحاکمیت کے اظہار کے ساتھ شاعر اپنے عجز وانکسار اور خاکساری ودرماندگی کا ذکر کرتا ہے اور پھر سر بہ سجود اور دست بہ دعا ہونے کی کیفیتیں سراپا عجز وانکسار بنا دیتی ہیں اور شاعر قلب ونظر میں روشنی اور روح میں بالیدگی کا متمنی ہوتا ہے۔

ذہن کو میرے منور کردے　　　فکر کو میری مطہر کردے
میں کہ قطرہ ہوں سمندر کردے　　　اور اگر ذرہ ہوں گوہر کردے
خود کو ڈھونڈ رہا ہوں برسوں سے　　　دیدہ بینا میسر کردے

حمد کے بعد ابرار اعظمی نے شہنشاہ کونین کے دربار میں اخلاص وعقیدت کا نذرانہ پیش کیا ہے اور سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں اور گوشوں کو بیان کیا ہے اور ان تمام کوششوں میں ان کی محبت وعقیدت پورے طور پر جلوہ گر ہے۔ عظمت رسولؐ، آپ کی ہمہ گیر تعلیمات اور دعوت پیغام حق کی تفصیل، سب میں کیف ولذت کی جلوہ سامانی ہے جو ذوق ووجدان کو متاثر کرتی ہے۔

در نبی پہ بہ فیض مدحت نثار ہوتی ہیں میری آنکھیں
خرد کے دعووں کو رد کر اشکبار ہوتی ہیں میری آنکھیں
زباں مری اور نام اقدس جسارت ایسی کہاں سے ممکن
فقط درود وسلام اور گہر بار ہوتی ہیں میری آنکھیں

نعت گوئی اس لحاظ سے دشوارفن ہے کہ ذراسی سرمستی وسرشاری نعت کا ڈانڈا احمد سے ملادیتی ہے۔ بہت سے شعراءاس رہ گزر میں لغزش کھا گئے۔ جناب ابراراعظمی بھی اس کوچہ میں محفوظ نہ رہ سکے۔ مثلاً

میں بے کس ہوں مدد کیجئے خدا را یارسول اللہؐ
میں بے کس ہوں مجھے دیجئے سہارا یا رسول اللہؐ
مرا ادراک خاطی ہے، مرا وجدان عاصی ہے
بصیرت کی کرن دیجئے دوبارہ یارسول اللہؐ

بعض اوراشعار میں بھی یہ تسامح ہے فکر کے ساتھ بعض فنی خامیاں بھی درآئی ہیں۔مصرعوں کا بحر سے گرجانا بھی کم عیب نہیں، لیکن اس ضخیم مجموعہ میں چند خامیوں کا درآنا انسانی کمزوری کی طرح ہے۔ پرستش وعقیدت کے جذبات میں شاعر کا بےخودہونا غیرفطری نہیں تاہم شعورو ادراک کی کمی نہیں شاعر نے رسمی مدح وستائش کے بجائے حقیقی اورواقعی مدح کی ہے جس کی وجہ سے سیرت نبوی کے متعدد جلوے نگاہوں کو خیرہ کرتے ہیں، یہ پہلو مدح ومنقبت میں بھی نمایاں ہیں۔اس مجموعہ کا مطالعہ لطف ولذت کے ساتھ تقدس کے جذبات بھی پیدا کرتا ہے۔ (الرشاد جنوری فروری ۲۰۰۵ء)

---

(۱۲۰)

پھر کبھی آنا اے موت!

ڈاکٹر سیتا کانت مہاپاتر (آئی،اے،ایس)

مترجم راجندر سنگھ ورما، کتابت وطباعت عمدہ، طبع اول ۱۹۹۲ء۔صفحات ۱۳۸۔مجلد مع گردوپیش۔قیمت ۱۰۰/روپئے۔ناشر: امروز کتب مالیر کوٹلہ

ڈاکٹر سیتا کانت مہاپاتر اڑیا شعروادب کا ایک معروف ومعتبر نام ہے۔انھوں نے جدید اڑیا ادب کی بڑی خدمت کی اوراس کے شعری سرمایے میں گرانقدر اضافہ کیا ہے۔اب تک ان کی تیس

کتابیں چھپ کر مقبول ہو چکی ہیں۔

ڈاکٹر سیتا کانت مہا پاتر کو مختلف ادبی اعزازات سے نوازا جا چکا ہے۔ انھیں ساہتیہ اکاڈمی کا قومی ادبی ایوارڈ بھی مل چکا ہے۔ ان کی شعری تخلیقات انگریزی، فرانسیسی، جرمن، چیک اور عربی و اردو میں ترجمہ ہو کر عالمی طور پر خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ اردو میں یہ ان کا دوسرا شعری مجموعہ ترجمہ ہوا ہے۔ اس سے قبل ڈاکٹر کرامت علی کرامت نے ''لفظوں کا آسماں'' کے نام سے ان کی نظموں کا ترجمہ کیا تھا۔ جسے مکتبہ جامعہ دہلی نے شائع کیا تھا۔ زیر نظر مجموعہ ان کی دوسری کاوش ہے جسے اردو قالب کے پیرہن کی حیثیت حاصل ہوئی ہے۔ اس مجموعہ میں ان کی ۲۸ منتخب نظموں کا ترجمہ ہے جسے راجندر سنگھ ورما نے بڑی محنت اور سلیقہ سے اردو کا جامہ پہنایا ہے، بقول ڈاکٹر نثار احمد فاروقی ''ترجمہ بہت اچھے اور شائستہ لفظوں میں ہوا ہے۔ یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ترجمہ کرنے والے نے اصل متن سے بہت قریب رہنے کی کوشش کی ہے۔'' (ص۱۶) مگر بقول فاروقی صاحب ''ترجمہ کتنی ہی احتیاط اور مہارت سے کیا جائے وہ اصل سے کمتر ہی رہتا ہے۔''

مہا پاتر آدی باسی لوک ادب کے بہترین ترجمان تھے۔ اس مجموعہ میں ان کی اصل فکر اور احساسات و خیالات واضح طور پر سمجھے جا سکتے ہیں۔ راجندر سنگھ ورما نے شاعری کا ترجمہ شاعری میں کر کے قند مکرر کا لطف پیدا کر دیا ہے۔ امید ہے ادبی حلقوں میں یہ کتاب قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ (ماہنامہ الرشاد، اعظم گڑھ، فروری مارچ ۱۹۹۴ء)

---

(۱۲۱)

تکبیر مسلسل (مجموعہ کلام)

جناب سلیمان آصف صاحب

صفحات ۱۳۶۔ قیمت ۱۰۰/روپئے۔ سنہ اشاعت ۱۹۹۸ء

پیشکش: مدر حلیمہ فاؤنڈیشن وارانسی

جناب سلیمان آصف صاحب کہنہ مشق شاعر ہیں۔ ان کے متعدد مجموعہ ہائے کلام طبع و اشاعت کی منزل سے گزر کر مقبول ہو چکے ہیں۔ زیرِ نظر مجموعہ کلام ان کی نظموں، غزلوں اور قطعات پر مشتمل ہے۔

اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا شعری ذوق بڑا صاف ستھرا اور بلند ہے۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں انتہائی غور وفکر کے بعد کہتے ہیں۔ ان کے اشعار ان کے دل کی آواز ہیں اور ان میں بڑا خلوص ہے۔

جناب سلیمان آصف صاحب سخن گو سے بڑھ کر سخن شناس ہیں۔ انھوں نے علامہ اقبال کے افکار وخیالات اور ان کی شاعری کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کیا ہے۔ ان کی شاعری پر علامہ اقبال کے واضح اثرات ونقوش ثبت ہیں۔ بعض نظمیں تو انھیں سے متاثر ہو کر انھیں کی بحروں میں کہی گئی ہیں۔ اصطلاحات وتشبیہات اور استعارات وتلمیحات تک کا تتبع اس مجموعہ کلام میں موجود ہے۔ ڈاکٹر محمد محمد آبادی نے سچ لکھا ہے کہ ان کی نظمیں، غزلیں، قطعات اور شعری مجموعے سب کے سب علامہ (اقبال) کی جلوہ طرازیوں کے عکاس نظر آتے ہیں۔ (۳۴)

ان کی شاعری اسلامی ادب کا نمونہ قرار دیئے جانے کے لائق ہے۔ اس پس منظر میں ان کی نظمیں خاص طور سے مطالعہ کے لائق ہیں۔ نکتہ توحید، جنرل ضیاء الحق، خودی، بابری مسجد اور بھارت کا مسلمان وغیرہ نظمیں تو بار بار پڑھنے کے لائق ہیں۔ نظم بابری مسجد کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

بابری مسجد ترے سارے نشان لازوال
تیری تجلی میں ہے سوز نفس کا کمال
تیرے تصور سے ہے جلوہ دنیا ودیں
تجھ سے مسلمان میں ہے رنگ جمال وجلال
نظم جہاں میں بتا کیا یہ تغیر نہیں
ٹھوکریں مارے اگر بچہ شاہیں کو زاغ

میری نظر کو ہے کیوں اب بھی یہی جستجو
کون ہے روشن ضمیر کون ہے روشن دماغ

آخر میں ایک منظوم مکالمہ ہے جس میں شاعر نے علامہ اقبال کے اشعار پر سوالات قائم کر کے انھیں کے اشعار سے جوابات تلاش کئے ہیں۔ یہ دلچسپ مکالمہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

اسلامی حمیت وغیرت اور ادب اسلامی سے لبریز جناب سلمان آصف کا یہ مجموعہ کلام ہر شخص کے قلب ونظر کی تازگی اور حلاوت کا باعث ہوگا۔

---

(۱۲۲)

تنویر سخن

جناب رحمت الٰہی برق اعظمی

صفحات ۳۶۰۔ قیمت ۲۰۰/ روپے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۳ء

ملنے کا پتہ: ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی ۹/ ۵۹۸ ذاکر نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

علم وادب کے ہر شعبے میں اعظم گڑھ کی خاک نے متعدد ارباب علم کمال پیدا کئے جن کی تابانی سے آسمان علم وادب اب تک منور ہے۔ ان روشن ستاروں کے جلو میں بہت سے ایسے ارباب شعر وسخن بھی پیدا ہوئے جن کی روشنی کو گردش ایام نے فصیل شہر تک محدود رکھا، حالانکہ وہ اپنے فضل وکمال کے اعتبار سے درجۂ امتیاز پر فائز تھے۔ جناب رحمت الٰہی برق اعظمی کا شمار ایسے ہی ناموران اعظم گڑھ میں ہوتا ہے۔

برق اعظمی ۱۹۱۱ء میں اعظم گڈھ شہر کے محلّہ باز بہادر میں پیدا ہوئے۔ یہیں شاعری کا آغاز ہوا، یہیں ملازمت کی اور اسی کی خاک کا پیوند ہوئے۔ اس لئے ان کے شعری کمالات سے ادبی دنیا ناواقف رہی حالانکہ وہ فطری اور قادرالکلام شاعر تھے۔ فی البدیہہ شعر کہتے تھے۔ زبان وبیان پر بے پناہ قدرت رکھتے تھے۔ ان کی شاعری میں دلی اور لکھنوٴ دونوں دبستانوں کے عناصر جلوہ گر ہیں۔ بلکہ

واقعہ یہ ہے کہ ان دونوں کی آمیزش سے انھوں نے اپنے کلام میں ایک نیا رنگ وآہنگ پیدا کرلیا تھا جس میں فکروفن دونوں کی جلوہ گری ہے۔

برق صاحب کو شعروشاعری کے فن پر مکمل عبور حاصل تھا۔ اس لئے انھوں نے جس صنف میں چاہا طبع آزمائی کی۔ اس مجموعہ میں بھی ان کے ہر طرح کے نمونے موجود ہیں۔ البتہ انھیں قصیدہ گوئی اور غزل کہنے میں خاص ملکہ تھا اور جس بحر میں چاہتے تھے بے تکلف شعر کہتے تھے۔ ان کے اشعار میں بڑی دل کشی بھی ہے اور رعنائی وزیبائی بھی، شگفتگی بھی ہے اور برجستگی بھی، جدت بھی ہے اور کیف وسرمستی بھی، سوز وگداز بھی ہے اور رنگینی بھی، دقت پسندی بھی ہے اور سہل ممتنع بھی، تشبیہات واستعارات کا استعمال بھی ہے اور سادگی وپرکاری بھی، غرض ان کی شاعری میں تمام جلوے نظر آتے ہیں جو ان کی شاعرانہ عظمت کے شاہد ہیں۔ زیر نظر مجموعہ میں بھی یہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو قاری کے لئے لذت ذہن کے ساتھ ان کے ذوق جمال کا باعث ہیں۔ چند اشعار بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔

برق یہ کہہ کر بالآخر سوگیا　　اس کو پاتا ہے وہی جو کھوگیا

پھیل کر سایہ ہوا مانند نور　　نور جب سمٹا تو سایہ ہوگیا

مرکے ہم اے برق پائیں گے حیاتِ جاوداں　　ہے بقا کا پیش خیمہ اختتام زندگی

آج تو وضع بدلنے کے لئے کہتے ہو　　کل کہوگے کہ تمہیں نام بدلنا ہوگا

دیکھا کسی کو رنج والم میں جو مبتلا　　ہم بھی شریک اس میں برابر کے ہوگئے

سکتے کا ساعالم دم گفتار ہوا ہے　　ایسا بھی محبت میں کئی بار ہوا ہے

قضا کا نام ہے بدنام مفت میں ورنہ　　مجھے تو برق غم زندگی نے مارا ہے

جاتا تو ہے اس جلوہ گہِ ناز میں اے دل　　کیا ہوگا اگر ضبط کا یارا نہ رہا

ارباب ذوق کے لئے یہ شعری مجموعہ غور وفکر کے ساتھ سامانِ لطف ولذت کا بھی کام دے گا۔

---

(۱۲۳)

دست رس

جناب نثار جیراج پوری صاحب

صفحات ۱۶۰۔ قیمت ۱۵۰/روپے۔ طبع اول ۲۰۰۱ء

ملنے کا پتہ: جناب نثار احمد جیراج پوری ۶۷ جالندھری اعظم گڑھ (یوپی)

اعظم گڑھ کے قصبات ومواضعات اپنی مردم خیزی کے لئے معروف ہیں۔ان کی خاک سے متعدد اہل علم وفضل وکمال اورارباب علم ودانش ادیب وشاعر ونقاداٹھے اورآسمان علم وادب پرآفتاب وماہتاب بن کر چمکے۔

علامہ شبلی کے مولدومنشا بندول سے متصل جیراج پورایک قدیم آبادی ہے۔اس کی خاک کے ذروں نے بھی آسمان علم پر تابانی کی ہے۔مولوی عبداللہ جیراج پوری (استاذ علامہ شبلیؒ) مولوی سلامت اللہ صاحب جیراج پوری،مولوی اسلم جیراج پوری،محبوب الرحمٰن کلیم،مسعودالرحمٰن کلام اورفیض الرحمٰن اعظمی وغیرہ کا تعلق اسی گاؤں سے ہے۔ضیاءالرحمٰن اعظمی، نیاز جیراج پوری اور جناب محمد شمیم جیراجپوری صاحب وائس چانسلر مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد اسی گاؤں کے فرد ہیں اوراپنے اپنے میدانوں میں اپنے جوہر دکھلا رہے ہیں۔زیرنظر شعری مجموعہ کے خالق جناب نثار جیراج پوری صاحب کا تعلق بھی اسی گہوارۂ علم وادب سے ہے۔وہ شبلی کالج کے کامرس کے لائق استاذ ہیں لیکن مادری زبان کی خدمت کوفریضۂ اول سمجھتے ہیں، یہ ان کا دوسرا شعری مجموعہ ہے۔اس سے پہلے صدائے شکست دل شائع ہوکراہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔یہ ان کی غزلوں کا مجموعہ ہے۔اس سے ان کی شاعری کا بھرپور اندازہ ہوتاہے، ان کا مطالعہ ومشاہدہ بڑا وسیع ہے، وہ ذاتی تجربات ومشاہدات ہی پراکتفانہیں کرتے بلکہ کائنات اورفطرت کا بھی مطالعہ کرتے ہیں۔روزمرہ کے مسائل ومصائب بھی ان کی شاعری کے موضوعات ہیں گویا وہ حصارذات میں محدودنہیں بلکہ ان کے غوروفکر

میں آفاقیت اور لامحدودیت ہے۔

نثار صاحب روایت پرست بھی ہیں اور روایت شکن بھی۔ انھیں قدامت وجدت دونوں سے لگاؤ ہے، ان کے نزدیک نہ قدامت ہر معنوں میں بری شی ہے اور نہ جدت، لیکن نثار صاحب کی سب سے بڑی خوبی ان کے کلام کی سادگی وسلاست روانی اور شگفتگی ودل آویزی ہے جو ان کے ایک ایک شعر سے جھلکتی ہے ممکن ہے اہل علم کو کچھ خامیاں بھی نظر آئیں مگر ان کی شعر وادب سے مسلسل دلچسپی، تخلیقی عمل اور ریاضت اس بات کی ضامن ہے کہ وہ ایک روز اپنا ایک خاص مقام بنالیں گے، چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

دیکھنے میں یوں تو سادہ ہے ماں کا آنچل مگر کشادہ ہے

شب کی آنکھوں میں یہ نمی کیوں ہے سارا ماحول ماتمی کیوں ہے

چاند افسردہ کہکشاں خاموش کس قدر ہے یہ آسماں خاموش

غزلوں کا یہ مجموعہ ان کے حوصلوں اور امنگوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں کیف وسرور کے عناصر بھی ہیں اور درد وکسک کے جذبات بھی، عہد حاضر کے حقائق اور اس کا تجزیہ بھی ہے سچ ہے۔ وہ اپنے دامن کو اپنے عہد کے شعلوں سے نہ بچا سکے۔ اس کا مطالعہ لطف ولذت سے خالی نہیں۔ (ماہنامہ الرشاد، فروری، مارچ ۲۰۰۷ء)

---

(۱۲۴)

شکستِ حرف

جناب حباب ہاشمی صاحب

صفحات ۱۶۸۔ قیمت ۸۰/روپئے۔ سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء

ملنے کا پتہ: حباب ہاشمی ای ای/ ۳۸ جی، ٹی، پی نگر کریلی (ضلع الہ آباد) یوپی

جناب حباب ہاشمی صاحب منجھے ہوئے پختہ اور قادر الکلام شاعر ہیں۔ ان کا شعری ذوق رچا

اور نکھرا ہوا ہے۔ زیرنظر مجموعۂ غزلیات انھیں کی کاوش فکر ہے۔ روایت کے مطابق اس کا آغاز حمد ونعت سے کیا گیا ہے۔ ادبی دنیا میں ہر سال سیکڑوں شعری مجموعے زیورطبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آتے ہیں مگر ان میں کم ایسے ہوتے ہیں جو ذوق ووجدان کو متاثر کرتے ہوں۔ حباب ہاشمی کا یہ شعری مجموعہ انھیں کم شعری مجموعوں میں سے ایک ہے۔

اس مجموعے سے ثابت ہوتا ہے کہ ہاشمی صاحب کو غزل گوئی میں بڑی مہارت اور دسترس حاصل ہے۔ وہ اس کے رموز ونکات سے بخوبی واقف ہیں، الفاظ وبیان کے ساتھ ان کی پرواز تخیل بلند ہے۔ ان خوبیوں کی وجہ سے ان کی غزلوں میں اثر اور تغزل پیدا ہوگیا ہے۔ کیف واثر، سنجیدگی ومتانت بھی ان کے کلام کی بڑی خوبیاں ہیں۔فراق کے الفاظ میں ''سنجیدگی کا دامن حباب کی شاعری کے ہاتھ سے کبھی نہیں چھوٹتا، اسی وجہ سے ان کی شاعری بدعت اور بداحتیاطی سے محفوظ رہی ہے۔ لہجے میں یہ سنجیدگی اس تہذیب یا کلچر کی نشاندہی کرتی ہے جسے ہم فن شاعری کا اصلی جوہر کہہ سکتے ہیں، یہ سلامت روی شکست حرف میں شاعر کے پاؤں کو کہیں پھسلنے نہیں دیتی، شاعر نے غم محرومی ناآسودگی کو چیخ وپکار، ہاؤ ہو یا شور وغل سے بالکل بچالیا ہے۔ اس صفت کو ہم شاعرانہ رکھ رکھاؤ کہہ سکتے ہیں۔'' (پیش لفظ ص ۱۱)

ایک بڑی خوبی زبان وبیان پر دست رس ہے جس کی وجہ سے ان کے اشعار سادہ ہونے کے باوجود پر کشش اور دلکش ہیں۔ فکری اعتبار سے جگ بیتی آپ بیتی ہوگئی ہے۔

---

(۱۲۵)

عرفان محبت

مرتبہ ابو رفاعہ قاسمی صاحب

صفحات ۴۸۔ قیمت ۸/روپے۔ شائع کردہ: ادارہ السنۃ نزد جامع مسجد، جمیل آباد قصبہ پھول پور۔ الٰہ آباد (یوپی)

علماء ومشائخ، بزرگانِ دین اور مشاہیر اہل علم وقلم کی خوب صورت اور روح پرور نعتوں کا یہ دلکش مجموعہ بڑا روح پرور ہے۔انتخاب میں حسن سلیقہ نظر آتا ہے،لیکن تعجب ہے کہ علامہ اقبال احمد خاں سہیل مرحوم کی مشہور نعت موج کوثر اس انتخاب میں رہ گئی۔ یہ کمی کھٹکتی ہے۔نعت کے اس مجموعہ میں ضرور شامل ہونی چاہئے۔

---

(۱۲۶)

کہیں کچھ نہیں ہوتا

شاعر: جناب شاہد ماہلی

صفحات ۱۴۷۔ قیمت/۱۰۰ روپے۔سنہ اشاعت ۲۰۰۳ء

ملنے کا پتہ: معیار پبلی کیشنز کے۳۰۲ تاج انکلیو، گیتا کالونی، نئی دہلی ۱۱۰۰۳۱

اعظم گڑھ کے قصبات ومواضعات اپنی مردم خیزی کے لئے پورے ملک میں معروف ہیں ان کی خاک سے علم وفن اور شعروادب کی متعدد وممتاز اور نامور شخصیتیں اٹھیں اور اپنے اپنے میدانوں میں شہرت وناموری حاصل کی۔ نامور ادیب ونقاد سید احتشام حسین کی وجہ سے قصبہ ماہل محتاج تعارف نہیں۔غالب انسٹی ٹیوٹ کے ڈاکٹر جناب شاہد ماہلی کا تعلق بھی اسی سرزمین سے ہے۔یہیں کے ادبی ماحول میں ان کے ادبی ذوق کی نشوونما ہوئی، گزشتہ چالیس برس سے وہ دادِ سخن دے رہے ہیں۔ان کے اس ادبی مذاق کے ساتھ ادبی وابستگی کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ماہلی صاحب کو نثر ونظم دونوں پر قدرت حاصل ہے۔انھوں نے متعدد تحقیقی مضامین لکھے ہیں اور تقریباً ایک درجن کتابیں مرتب کی ہیں۔ان کی صاف ستھری سادہ اور پرکار نثر متاثر کرتی ہے لیکن ان کا اصل میدان شعروشاعری ہے۔اس میں ان کے جوہر زیادہ کھلتے ہیں۔ وہ عرصے سے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کررہے ہیں۔اب تک ان کے دو شعری مجموعے ''منظر اور پس منظر'' اور سنہری اداسیاں شائع ہوکر ارباب ذوق سے دادِ تحسین وصول کرچکے ہیں۔زیرِ نظر مجموعہ ان کی تیسری

کاوش اور پیش کش ہے۔اس میں ۳۹ نظمیں اور ۲۷ ؍غزلیں شامل ہیں۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں نظموں سے خاص لگاؤ اور انس ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ ان میں بڑی گہرائی اور گیرائی ہے۔ان کی فکر میں بھی تنوع ہے۔ وہ اپنے اردگرد کے ماحول اور فضا جس میں وہ خود سانس لیتے ہیں، ان سے پوری طرح متاثر ہیں اور انھیں کو سمیٹ کر اپنی نظموں میں پیش کرتے ہیں۔ یہ بڑی خوبی کی بات ہے محض تخیلات کی دنیا میں پرواز کرنے پر وہ یقین نہیں رکھتے۔اس کے برعکس وہ محسوسات کو شعری جامعہ پہناتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ کائنات کا مطالعہ ذات کے حوالے سے کرتے ہیں اور چونکہ ان کے شعور واحساس میں شدت زیادہ ہے۔اس لئے نظموں میں سبک خرامی کے باوجود آتش احساس بھڑک جاتی ہے اور کہتے ہیں:

دور تک الفاظ کا پھیلا ہے زہر
چار سو مفہوم و معنٰی کے مکاں
شاہراہیں خیال وفکر کی
کوچہ فہم وشعور
ہے یہ اندیشہ
کسی دن پھٹ نہ جائے
میرے سینے کا کوئی
آتش فشاں

وہ سماجی تضادات سے متفکر ہیں۔انھیں اپنے تہذیبی اور سماجی اثاثے کی بھی فکر ہے مگر شعور ولاشعور سے وہ برسر پیکار ہیں اور یہی وہ عناصر ہیں جن سے ان کی نظموں کی روح توانا ہے۔ان کی نظموں کا دوسرا خوب صورت پہلو یہ ہے کہ وہ پے چیدہ سے پے چیدہ مسائل کو آسان لب و لہجے میں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ جاذبیت اور شگفتگی آخر تک باقی رہتی ہے، لیکن ماہلی صاحب کی شاعری کے جوہر ان کی نظموں سے زیادہ ان کی غزلوں میں ظاہر ہوتے ہیں، ذات وکائنات کی تمام نیرنگیاں اس میں جلوہ گر ہیں ۔

حاشیے پر کچھ حقیقت کچھ فسانہ خواب کا
اک ادھورا سا ہے خاکہ زندگی کے باب کا

دنیا کی بے ثباتی نیا موضوع نہیں لیکن لہجے اور طرز ادا کی جدت نے اس میں جونکھار پیدا کیا ہے وہ ماہلی صاحب کی شعری دست رس کا غماض ہے۔صحیح یہ ہے کہ وہ اپنی غزلوں میں فکر وخیال کے تنوع کے ساتھ الفاظ کے برمحل اور صحیح استعمال، نغمگی ،ترنم اور تغزل پیدا کر دیتے ہیں، جو قاری کے وجدان پر اثر انداز ہوتا ہے اور یہی وہ خوب صورت پہلو ہے جس کی وجہ سے ماہلی صاحب کی شاعری جدید لب و لہجے کے باوجود کلاسک کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔کلاسک اور جدت کا یہ خوبصورت امتزاج ان کی غزلوں کا نمایاں وصف ہے۔چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ذرہ ذرہ دشت کا مانگے ہے اب بھی خوں بہا
منہ چھپائے رورہاہے قطرہ قطرہ آب کا
جنس گراں تھی خوبی قسمت نہیں ملی
بکنے کو ہم بھی آئے تھے قیمت نہیں ملی
ایک بے معنی تجسس اک بے معنی خلش
اک شعلہ سا لپکتا جسم میں اکثر لگے
وہ اور لوگ تھے جو مانگ لے گئے سب کچھ
یہاں تو شرم تھی دست طلب اٹھا نہ مرا

ماہلی صاحب کی شاعری مختلف نشیب وفراز سے گزری ہے جس کا اثر صاف طور پر محسوس ہوتا ہے لیکن شعوری طور پر انھوں نے اپنی الگ شناخت بنانے کی کوشش کی ہے۔ترقی پسندی جدیدیت اور مابعد جدیدیت سے ان کے سابقے پڑے ہیں لیکن یہ مسافر کسی پڑاؤ پر ٹھہرا نہیں۔''کہیں کچھ نہیں ہوتا''میں بھی ان کی یہ لے محسوس کی جاسکتی ہے۔وہ افادی ادب کے قائل ہیں،اسی لئے ان کی شاعری میں مفید عناصر کی بہتات ہے،اس لئے یہ کہنا کہ ان کا یہ شعری مجموعہ بھی انفرادیت کا حامل ہے اور ایک اضافے کی حیثیت رکھتا ہے بے جانہ ہوگا۔امید ہے یہ شعری مجموعہ شوق کی نظروں سے

پڑھا جائے گا۔(الرشاد جولائی اگست ۲۰۰۴ء)

(۱۲۷)

مصحف دوراں (مجموعہ کلام)

خلیل الرحمٰن چشتی

صفحات ۲۰۷۔مجلد مع گردوپوش۔ قیمت؍۱۲۵ روپئے۔

ناشر: ایوان ادب ۱۹/ مرکز جی ۸۔اسلام آباد

شعروشاعری کی دنیا میں کچھ لوگ ہر عہد میں ایسے پیدا ہوتے رہے ہیں جنھوں نے اپنے عہد کے ماحول اور روش سے ہٹ کر اپنی ایک الگ روش اور شناخت بنائی اور طوفان بلاخیز میں اپنی الگ قندیلیں روشن کیں۔ جناب خلیل الرحمٰن چشتی کا شمار ایسے ہی شعراء میں ہوتا ہے۔''مصحفِ دوراں'' ان کا پہلا مجموعۂ کلام ہے مگر اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں فنی قدروں اور شعری روایات سے بخوبی واقفیت ہے۔

اس کی ابتداء حمد باری تعالیٰ سے ہوئی ہے اور پھر دربارِ رسالت میں عقیدت کے پھول نچھاور کئے ہیں۔ جگہ جگہ احادیث کا منظوم ترجمہ بھی کیا ہے۔اس کے بعد نظموں کا ایک طویل سلسلہ ہے جس میں چند نظمیں تو بار بار پڑھنے کے لائق ہیں۔مثلاً انتظار، ایمان کی بہار، شمالی امریکہ میں مقیم مسلمان، دیوار مصلحت اور نیو ورلڈ آرڈر وغیرہ پھر بناء غزل کے عنوان سے غزلوں کا سلسلہ ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

مری قوم کتنی بگڑ گئی مری سلطنت ہی اجڑ گئی
مجھے دیس دیس کا درد ہے میں نفَس نفَس اداس ہوں

صداقت سے حیرانیاں بڑھ گئیں
ہماری پریشانیاں بڑھ گئیں

غزلوں کے بعد اپنی رباعیات وقطعات کو شاعر نے جمع کر دیا ہے اور ان کی شاعری میں انھیں جس صنف سخن میں سب سے زیادہ مہارت وقدرت حاصل ہے۔ وہ ان کے قطعات ہیں۔ ایک قطعہ ملاحظہ ہو:

پنجاب ہے، بنگال ہے، گجرات، دکن ہے
جاپان ہے، اٹلی ہے، عراق اور یمن ہے
کافر کے کئی روپ سیاہ، سرخ، گلابی
مومن کا کوئی رنگ ونسب ہے نہ وطن ہے

فکری اعتبار سے جناب خلیل الرحمٰن چشتی اسلامی شاعر ہیں۔ ان کے ہر شعر سے مذہب کی خوشبو نکلتی ہے۔ قوم وملت کی زبوں حالی، معاشرہ کا فساد اور بگاڑ اور اسلام کی آفاقیت پر ان کے اشعار بہت ہی فکر انگیز ہیں اور قاری کو وہ دعوت فکر وعمل دیتے ہیں۔ ''مصحف دوراں'' کا مطالعہ ہر شخص کو کرنا چاہئے۔ امید ہے ارباب ذوق اس کی پذیرائی کریں گے۔

---

(۱۲۸)

نشاط غم

جناب راشد اعظمی صاحب

صفحات ۱۴۹۔ قیمت/۱۰۰ روپئے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۵ء

ناشر: البلاغ پبلی کیشنز ۱۰/اعظمی اپارٹمنٹ N-1 ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر نئی دہلی ۱۰۰۲۵

جدید رنگ وآہنگ شاعری اور یورپ سے درآمد اصناف سخن نے معیار ومذاق کی ساری سرحدیں مٹادی ہیں۔ قدیم رنگ تغزل جسے اردو شاعری کی آبرو قرار دیا گیا ہے، اسے اوراق پارینہ تصور کیا جانے لگا ہے۔ حالانکہ شاعری کی اصل روح جو ذوق ووجدان کو متاثر کرتا ہے، تغزل اور

شعریت ہے۔قدیم رنگ تغزل جسے اب کلاسک کا درجہ حاصل ہے، شاعری کی جان ہے۔جس سے موجودہ شعری منظر نامہ خالی ہے۔ چندایک انگلیوں پر گنے جانے والے شعراء ضرور ایسے ہیں جنھوں نے اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود قدیم رنگ تغزل کو خیر باد نہیں کہا۔ راشد اعظمی صاحب انھیں خال خال اشخاص میں سے ایک ہیں۔ان کا ذوق شعری بلند اور نکھرا ہوا ہے، وسعت فکر اور موضوعات میں تنوع ہے۔ ہر شعر دامن دل کھینچ لیتا ہے۔شعر کی یہی سب سے بڑی خوبی ہے کہ وہ ذوق ووجدان اور روح پر اثر انداز ہوجائے۔

راشد نشاط غم کی بہاریں اسی کی ہیں
راس آگیا ہے جس کو غم معتبر کوئی

راشد اعظمی نے اپنے خیالات اور تجربات ومشاہدات کو سلیقے سے شعر کا قالب عطا کیا ہے۔ سلاست وروانی، اظہار خیال کی سادگی، کوثر وتسنیم سے ڈھلی ہوئی زبان اور شاعر کی ندرت فکر، سلامتی طبع نے ان کے اشعار کو جولانی عطا کی ہے۔واقعہ یہ ہے کہ راشد کا کلام اصغر گونڈوی کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔

اگر برباد ہونا ہے تو یوں برباد ہوجائے
کہ خاک آشیاں سے اک چمن آباد ہوجائے
اب اس سے بڑھ کے پستی آدمی کی اور کیا ہوگی
کسی کی شادمانی سے کوئی ناشاد ہوجائے

وفا پر جان دے کر زندگی کو جاوداں کرلے
نہیں تسکین دل ممکن تو پھر تسکین جاں کرلے

وہی انداز، وہی شعریت، وہی تغزل جو اصغر کا کمال سمجھا جاتا ہے، راشد کے یہاں اور نکھرا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ انھوں نے دقت نظر سے اپنے شعری سرمایہ کا مطالعہ کیا ہے، استفادہ کیا ہے اور اپنی راہ جدا بنانے کی کوشش کی ہے۔اس دور میں یقیناً انھیں یہ انفرادیت حاصل ہے۔

خوبصورت غزلوں اور چند نظموں کا یہ مجموعہ جدید لب و لہجے کی شاعری کے اس دور میں ایک بہترین شعری مجموعہ ہے۔ خاص طور سے جنھیں شعریت اور تغزل کی تلاش رہتی ہے، ان کی ضیافت اور تسکین کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ (الرشاد اپریل جون ۲۰۰۶ء)

---

(۱۲۹)

ننھے منے چراغ

جناب ضیاء الرحمٰن اعظمی صاحب

صفحات ۹۷۔ قیمت بیس روپئے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۱ء

ملنے کا پتہ: ۹۴/ چکلہ تکیہ شہر اعظم گڑھ۔ (یوپی)

اس وقت اعظم گڑھ جن صاحبان علم وادب کی وجہ سے شہر ادب کی حیثیت رکھتا ہے، ان میں ایک جناب ضیاء الرحمٰن اعظمی صاحب کی شخصیت بھی ہے۔ وہ اردو کے معروف اہل قلم، افسانہ نگار اور قادر الکلام شاعر ہیں۔ انھیں شعر وادب کا ذوق ورثہ میں ملا ہے، ان کے والد مولوی مسعود الرحمٰن کلاؔم اور دادا مولوی محبوب الرحمٰن کلیؔم کا شمار اردو کے معروف شعراء میں ہے، ان کے بھائی فیض الرحمٰن اعظمی مرحوم وعبید الرحمٰن اعظمی کو بھی شعر وادب سے خاص تعلق تھا۔

ان کا پہلا شعری مجموعہ چہچہ نامہ کے نام سے شائع ہوا تھا۔ الرشاد کے صفحات میں ان کی کتاب تاریخ جیراج پور کا ذکر آچکا ہے۔ اب ان کی تازہ پیش کش بچوں کے لئے ہے۔ اس میں انھوں نے ان نظموں کو جمع کر دیا ہے جو انھوں نے وقتاً فوقتاً بچوں کے لئے لکھی تھیں اور بچوں کے رسائل میں شائع ہوئی تھیں۔ یہ دلکش اور مفید نظمیں بچوں کی امنگوں اور حوصلوں کو پر پرواز عطا کرتی ہیں۔ انمیں نغمگی بھی ہے اور بے ساختگی۔ بچوں کی ذہنی ساخت اور دلچسپی کا خیال بھی ہے اور پڑھنے والے بچوں کے لئے یہ کتاب تحفہ اور انعام ہے اور مدارس ومکاتب تک یہ کتاب ضرور پہنچنی چاہئے۔ شاعر کا یہی مقصد بھی ہے۔

عبادات

(۱۳۰)

اسلام میں دعا کا نظام

مؤلفین: مولانا محمد حسن ندوی صاحب، مولانا اخلاق احمد کریمی

صفحات ۱۵۸ قیمت ۶۰/ روپئے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۳ء

ملنے کا پتہ: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند سہارنپور

لب پہ ہر تمنا اور آرزو جب دعا بن کر آتی ہے تبھی زندگی کو شمع کی صورت دی جاسکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں دعا کو عبادت کا مغز قرار دیا گیا ہے۔ افادیت کے پیش نظر اس کتاب میں دعا کا مفہوم ومقصد، اہمیت وافادیت، اس کے اقسام، دوسرے مذاہب میں دعا کی حیثیت، دعا کی ترغیب، آداب دعا، اس کے اثرات وفوائد، قبولیت دعا وغیرہ عنوانات پر قرآن وحدیث سے روشنی ڈالی گئی ہے، مختلف حالات وواقعات روزمرہ اور شب وروز کی دعائیں انبیاء کرام اور شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی دعائیں بھی اس میں نقل کردی گئی ہیں۔ وضو، اذان، نماز، روزہ، حج، قربانی، جنازہ، عیدین اور بعض دوسری عبادتوں میں جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں انھیں بھی مع ترجمہ نقل کردیا گیا ہے۔ ضمناً ان عبادات کے بعض مسائل واحکام بھی مؤلفین نے قلم بند کردیئے ہیں۔ دعا پر مشتمل بعض شعراء کا کلام بھی درج کیا گیا ہے۔ غرض اس کتاب میں دعا کے تقریباً تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے، اس موضوع پر متعدد کتابیں ہیں باوجود اس کے یہ ایک اہم اور بہترین کتاب ہے، اس کی افادیت میں شبہہ نہیں۔

اس کتاب کے مؤلفین جامعۃ الرشاد کے لائق استاذ ہیں۔ علوم دینیہ پر ان کی گہری نظر ہے۔ اس کتاب سے بھی ان کے وسعت مطالعہ، محنت، عرق ریزی اور سلیقہ جمع وترتیب کا اندازہ ہوتا ہے۔ البتہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کتاب کا کون سا حصہ کس مؤلف کے قلم سے ہے۔ اس کی وضاحت ضروری تھی۔ پیش لفظ حضرت مولانا مجیب اللہ ندوی اور تقریظ مفتی عبداللہ صاحب کے قلم سے ہے، جس سے

کتاب کی افادیت ظاہر ہے۔لائق مؤلفین اس مفید کتاب کے لئے قابل مبارک باد ہیں۔(الرشاد مئی جون۲۰۰۵ء)

---

(۱۳۱)

حقیقت ذکر

مولانا شاہ ظفر احمد صدیقی جون پوری

صفحات۳۲۔ قیمت۲۰؍روپئے۔سنہ اشاعت۲۰۰۳ء

ناشر:ابوذر انصاری المجمع الکرامتیہ ،تاڑتلہ۔جون پور(یوپی)

یہ کتابچہ حضرت مولانا شاہ صوفی ظفر احمد صدیقی جون پوری کا ایک وعظ ہے جوانھوں نے ضلع نواکھائی بنگلہ دیش میں دس ہزار کے مجمع میں فرمایا تھا۔اس میں موصوف نے ذکر کی حقیقت بیان فرمائی ہے،قرآن وحدیث کے ساتھ مستجاب الدعوات،صلحاء اورصوفیاء ومشائخ کے حالات وواقعات سے مثالیں دے کرحقیقتِ ذکراوراس کی اہمیت،افادیت اورضرورت کا احساس دلایا ہے۔یہ اگر چہ نامکمل ہے تاہم افادیت سے خالی نہیں۔تصوف وسلوک کی راہ طے کرنے والوں کے لئے یقیناً یہ ایک مفید کاوش ہے۔

---

(۱۳۲)

دینی نصاب

از شیخ ابوبکر بن جابرالجزائری،مترجم جناب مولانا مفتی عبدالقدوس رومی،صفحات۵۶۹۔

قیمت۱۳۰؍روپئے۔سنہ اشاعت۲۰۰۴ء۔ناشر:مکتبہ دارالمعارف۔بی۵۳۹۔وصی آباد

الہ آباد۲۱۱۰۰۳(یوپی)ہند

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے استاذ شیخ ابوبکر الجزائری ممتاز عالم وداعی اور مصنف ہیں، مکتبہ دارالمعارف الٰہ آباد ان کی کئی کتابوں مثلاً ''المرآۃ المسلم'' ''نداء ات الرحمٰن لاھل الایمان وغیرہ کا ترجمہ شائع کر چکا ہے۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو موصوف کی کتاب ''کتاب المسجد و بیت المسلم'' کا اردو ترجمہ ہے، اس میں انھوں نے اسلامی عبادات اور تعلیمات کو قرآن وسنت کے حوالے سے خوبصورت اور شستہ پیرایہ بیان میں دل نشیں کرایا ہے، یہ دراصل روز مرہ کا ایک نصاب تعلیم ہے، جس میں اسلام کی تعلیمات کو اختصار کے ساتھ قلمبند کیا ہے، اس کی ترتیب یومیہ ہے، پہلے دن قرآن اور دوسرے دن حدیث کی تعلیم کا اہتمام کیا گیا ہے، اس طرح قرآن وحدیث کے ذریعہ اسلامی تعلیم وتربیت کے مختلف اصول وآداب بیان کئے گئے ہیں یہ کتاب چھ ماہ محرم تا جمادی الثانیہ کے لئے ہے، اس کی دوسری جلد بقیہ چھ مہینوں کی تعلیمات پر مشتمل ہوگی۔

یہ کتاب اس لائق ہے کہ تمام لوگ اس کا مطالعہ کریں۔ مسجدوں اور گھروں میں اس کی تعلیم دیں، یقیناً اس سے علم وعمل میں اضافہ ہوگا۔ اس بیش قیمت کتاب کا اردو ترجمہ جناب مولانا مفتی عبدالقدوس رومی صاحب مفتی شہر آگرہ کے قلم سے ہے، لفظی ترجمہ کے بجائے محض ترجمانی کی گئی ہے جس سے اصل کی دلکشی بھی آگئی ہے، مربیوں کے لئے علاحدہ ہدایات درج کی گئی ہیں، پیش لفظ حضرت مولانا قمر الزماں صاحب کے قلم سے ہے، جس سے کتاب کی اہمیت واضح ہے۔

---

(۱۳۳)

قنوت نازلہ منسوخ ہے یا محکم؟

جناب مفتی محمد صادق مبارک پوری صاحب

صفحات ۳۰، قیمت درج نہیں، سنہ اشاعت محرم الحرام ۱۴۲۴ھ

شائع کردہ الحاج ممتاز احمد صاحب پورہ صوفی، مبارک پور ضلع اعظم گڑھ

مصیبت میں قنوت نازلہ پڑھنے کو بعض لوگوں نے بدعت کہنا شروع کیا اور یہ ثابت کرنے

لگے کہ قنوت نازلہ منسوخ ہوچکی ہے۔اس موقف کی تردید میں مفتی صاحب نے یہ رسالہ لکھا ہے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ قنوت نازلہ منسوخ ہے نہ بدعت، بلکہ ایک متفق علیہ عمل ہے،انھوں نے اپنے موقف کی تائید میں احادیث کے ساتھ خلفائے راشدین کے اسوہ اور ائمہ حدیث وفقہ اور مجتہدین امت کے آراء واقوال سے بھی استدلال کیا ہے۔آخر میں معترضین کے دلائل کا جائزہ لے کر پوری طرح ان کی غلط فہمی واضح کردی ہے۔خدا کرے اس رسالہ سے معترضین کی غلط فہمیاں دور ہوجائیں۔عجب معاملہ ہے امت کی کشتی منجدھار میں ہو،سفینہ ڈوبنے کے قریب ہو، ایسے نازک حالات میں دعاوبدعا کے فرق میں الجھنے کا حوصلہ واقعی اس امت کے افراد کے ہی بس کی بات ہے کہ اس پر بھی ضرورت بحث مباحثے بلکہ مناظرے ومجادلے کی ہوجاتی ہے۔(الرشاد جنوری ۲۰۰۴ء)

---

(۱۳۴)

مسئلہ ایصال ثواب

جناب مولانا مفتی جمیل احمد نذیری

صفحات ۲۰۸۔ قیمت ۶۵/روپئے۔ناشر: مکتبہ صداقت نوادہ مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ

یہ کتاب ان لوگوں کے جواب اور تردید میں لکھی گئی ہے جو ایصال ثواب، مردوں کی طرف سے قربانی اور حج کو ناجائز اور حرام قرار دیتے ہیں۔فاضل مصنف مولانا مفتی جمیل احمد نذیری صاحب جو فقہ وفتاویٰ اور دینی علوم پر گہری نگاہ رکھتے ہیں، انھوں نے قرآن وحدیث، اقوال سلف اور مختلف فتاوٰں کی روشنی میں ان کے موقف کی تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ایصال ثواب نہ صرف جائز ہے بلکہ یہ معمول بہ رہا ہے۔انھوں نے ایصال ثواب کے طریقے کی بھی نشاندہی کردی ہے۔یہ مفید اور قیمتی کتاب امید ہے منکرین ایصال ثواب کے لئے صافی ثابت ہوگی۔کتاب ناشر کے پتے سے دستیاب ہے۔(الرشاد دسمبر ۲۰۰۴ء)

---

(۱۳۵)

نماز

جناب مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی

صفحات ۱۰۹۔ قیمت درج نہیں، سن اشاعت درج نہیں

ملنے کا پتہ: دار العلوم الاسلامیہ بستی۔(یوپی)

زیر نظر کتاب میں اسلام کی سب سے جامع عبادت نماز کی اہمیت وافادیت اس کی قسمیں، خشوع وخضوع، ظاہری وباطنی فوائد اوراس کے فضائل ومسائل وغیرہ پر لائق مصنف نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اوراسے بندگی کا اعلیٰ ترین مظہر قرار دیا ہے۔ یہ تمام مباحث قرآن وحدیث اور سیرت وتاریخ سے ماخوذ ہیں۔نماز کے فضائل ومسائل پر سیکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ جناب مولانا محمد اسجد قاسمی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں جنھوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور حق یہ ہے کہ حق ادا کر دیا ہے، فاضل مصنف کا یہ خیال درست ہے کہ موجودہ ذلت ونکبت کے متعدد اسباب میں ایک اقامت صلوٰۃ کے فرض سے غفلت بھی ہے۔

مصنف نے اس کتاب کی ترتیب میں متعدد مصادر سے استفادہ کیا ہے۔نماز کے موضوع پر یہ ایک بھرپور کتاب ہے جو ہر شخص کے لئے مفید ہے۔ خاص طور سے طلبہ کے لئے ایک عمدہ کتاب ہے۔اس کے مطالعہ سے یقیناً علم وعمل میں اضافہ ہوگا۔

(۱۳۶)

اہل حدیث اور تقلید فرقہ بندی

جناب مفتی جمیل احمد نذیری صاحب

صفحات ۸۸ قیمت ۲۵/روپے، سنہ اشاعت ۲۰۰۲ء ناشر: جمعیۃ علماء مہاراشٹر، وزیر بلڈنگ

دوسرا منزلہ ۱۷۹، ابراہیم رحمت اللہ روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۳

کتاب وسنت کے ہوتے ہوئے مسلمانوں میں بعض مسائل کی بنیاد پر متعدد فرقے وجود میں آ گئے جس کی وجہ سے بعض اوقات اختلاف وانتشار کا بازار بھی گرم ہو جاتا ہے جس کا نقصان اور ضرر کسی فکر مند سے پوشیدہ نہیں۔ زیر نظر رسالہ میں بتایا گیا ہے کہ فرقہ بندی کیا ہے اور فرقے کیسے وجود میں آتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اہل حدیث فرقہ کے خیالات کا جائزہ لیا گیا ہے، اصولی اور فردعی اختلافات کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ ائمہ اربعہ کے اختلافات فردعی تھے نہ کہ اصولی۔ فرقوں کا وجود اصولی اختلاف کی وجہ سے ہے اور اہل حدیث چونکہ اصول میں اختلاف رکھتے ہیں اس لئے وہ ایک فرقہ ہیں، اس سلسلہ میں انھوں نے اہل حدیث علماء کی تحریروں سے بھی استدلال کیا ہے۔

تقلید کیا ہے اور کون لوگ مقلد ہیں اس پر بھی بحث کی گئی ہے اور تقلید ائمہ اربعہ کو ترجیح دی گئی ہے۔ مفتی صاحب نے اختلافی مسائل کو بڑے سلجھے ہوئے انداز میں بیان کیا ہے۔ خدا کرے اس سے خیر کا پہلو مضبوط ومقبول ہو۔

---

(۱۳۷)

ایک فکری فساد اور اس کا علاج

جناب حکیم محمد ایوب صاحب

سنہ اشاعت: ۱۹۹۵ء، صفحات: ۱۳۶، قیمت: ۲۵ روپے

ملنے کا پتہ: فلاحی بک ڈپو، مسافر خانہ روڈ تکیہ، اعظم گڑھ

پچھلے دنوں ماہنامہ الرشاد کے صفحات میں جناب عنایت اللہ اسد سبحانی کی کتاب حقیقت رجم پر تبصرہ ہو چکا ہے اور قارئین کو یاد ہوگا کہ اس کتاب میں انہوں نے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ ہر دو قسم کے زانیوں کی سزا محض سو کوڑے بتائی ہے جو جمہور کے متفقہ موقف کے برعکس ہے۔ اس کتاب میں ان کے موقف کی اچھے انداز میں تردید کی گئی ہے اور جمہور علمائے امت کے مسلک کی حمایت کی گئی ہے اور مولانا سبحانی کی کتاب کو خوارج کے دلائل سے متاثر بتایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس کتاب کو مجموعہ اغلاط بتاتے ہوئے اس کے بارے میں مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب کا یہ تبصرہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ''حقیقت رجم کو اغلاط و تلبیس کے مجموعہ کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں دیا جا سکتا''۔ مولانا سبحانی کے ہفوات کی تردید میں جناب حکیم محمد ایوب صاحب کی یہ کتاب نقش اول ہے تاہم علماء کے ذمہ اس مجموعہ اغلاط و تلبیس کا تفصیلی جائزہ لینا ابھی باقی ہے۔

حکیم صاحب کی یہ دعا بہت مؤثر اور دل دردمند کی آواز ہے کہ ''اے مالک! جامعۃ الفلاح بلریا گنج کا قیام فکر مودودی اور تحریک اسلامی کے فروغ کے لیے ہوا تھا، مالک! ان کے طلبہ و طالبات کو انکار حدیث، انکار سنت اور خارجیت سے بچا''۔

یہ کتاب ہر اس شخص کے مطالعہ میں ضرور رہنی چاہیے جس کسی نے مولانا سبحانی کی کتاب کا مطالعہ کیا ہو۔ خدا کرے کہ اس فتنہ کا خاتمہ ہو، ورنہ یہ سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کے اٹھائے

ہوئے فتنوں کے مقابلہ میں زیادہ خطرناک ہوگا کیوں کہ اس سے دین کے تئیں تشکیک کا دروازہ کھلتا ہے۔

جناب حکیم محمد ایوب صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بروقت اس خطرناک فکری فساد کی تشخیص کی اوراس کے علاج کے لیے کمربستہ ہوئے۔ خدا کرے اس مہلک مرض کے اثرات کا ازالہ ہواور خود حقیقت رجم کے مؤلف کے لیے یہ دوائے شافی ثابت ہو۔

---

(۱۳۸)

تحقیق سے تحریف تک

مولانا انیس احمد فلاحی مدنی

سنہ اشاعت ۱۹۹۶ء۔صفحات ۳۳۳۔ قیمت ۷۰/روپئے۔

ملنے کا پتہ: حیات نو جامعۃ الفلاح بلریا گنج، اعظم گڑھ (یوپی)

قارئین الرشاد مولانا محمد عنایت اللہ اسد سبحانی کی کتاب حقیقت رجم کی حقیقت سے بخوبی واقف ہیں، ملک میں الرشاد ہی نے پہلی بار ان کی منفرد تحقیق کی جانب توجہ مبذول کرائی تھی، پھر اسی کے صفحات میں برادرگرامی ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی صاحب نے اس کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ پیش کیا تھا۔اس سلسلہ میں جناب حکیم محمد ایوب صاحب مدظلہ کی کتاب ''ایک فکری فساد'' کا ذکر بھی ان صفحات میں آچکا ہے۔ان مبسوط اور جامع کتابوں کے ذریعہ سبحانی صاحب کی کتاب کی حقیقت واضح ہوچکی ہے مگر پھر بھی یہ گوشہ اب بھی تشنہ تھا کہ سبحانی صاحب نے اپنی منفرد تحقیق کے لئے جو اصول وضع کئے تھے ان کی حقیقت وحیثیت کیا ہے۔ زیرنظر کتاب میں فاضل مصنف مولانا انیس احمد فلاحی مدنی صاحب نے انھیں اصولوں کا جائزہ پیش کیا ہے۔

یہ کتاب چھ فصلوں پر مشتمل ہے۔شروع میں مولانا محمد طاہر مدنی صاحب شیخ الحدیث جامعۃ الفلاح کے قلم سے تقدیم ہے۔ پیش لفظ جناب حکیم محمد ایوب صاحب کے دردمند قلم سے ہے۔ لائق

مؤلف نے پہلی فصل میں سبحانی صاحب کے خودساختہ اصولوں کی بے ثباتی کا ذکر کیا ہے۔دوسری فصل میں سبحانی صاحب کے بعض شبہات کا ازالہ پیش کیا ہے۔تیسری فصل میں اقوال وآثار کی توجیہ میں سبحانی صاحب کی سخن سازی کی وضاحت ہے۔ چوتھی فصل میں احادیث رجم پر اعتراضات کے جوابات لکھے ہیں۔فصل پنجم میں سبحانی صاحب نے واقعات رجم پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کی کم مائیگی ثابت کی ہے۔آخری فصل میں سبحانی صاحب کی علمی بددیانتی وغیرہ کی تفصیل ہے۔اس تحقیقی کتاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ سبحانی صاحب نے اپنے غلط موقف کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کس قدر سنگین علمی غلطیاں کی ہیں۔

لائق مصنف مولانا انیس احمد فلاحی مدنی صاحب مبارکباد اور شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے امت کی جانب سے یہ علمی فرض کفایہ ادا کیا اور حقائق کے سامنے شاگردی کے فرض کو قربان کردیا۔

فاضل مصنف کی گو یہ پہلی کوشش ہے کہ تاہم کتاب کا انداز بیان خالص علمی، سنجیدہ اور متانت سے پُر ہے۔طرزتحریر شستہ وشگفتہ اور علمی نثر کا نمونہ ہے۔

اللہ کرے زور قلم اور ہو زیادہ

اس گرانمایہ تحقیق وتنقید کے بعد امید ہے سبحانی صاحب اور ان کے ہم نوا اپنے موقف پر وسیع القلبی سے نظر ثانی کریں گے۔قارئین کے لئے اس کتاب کا مطالعہ یقیناً نفع بخش ہوگا۔

---

(۱۳۹)

تحفۂ تراویح

جناب مولانا عبدالرحیم فلاحی صاحب

سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء، صفحات ۱۰۲، قیمت درج نہیں، کتاب وطباعت مناسب۔

ملنے کا پتہ: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا (مہاراشٹر)

تراویح میں قرآن پاک کے سننے اور سنانے کا اہتمام پوری طرح کیا جاتا ہے مگر عام طور سے

لوگ قرآن پاک کے مفہوم ومدعا سے ناواقف ہوتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ قرآن ہم سے کیا کہہ رہا ہے اس لئے ضرورت تھی کہ تراویح میں تلاوت قرآن کے ساتھ بعد نماز تراویح اس کا خلاصہ پیش کردیا جائے۔ بعض ائمہ مساجد اور علماء کے یہاں اس کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے مگر یہ بات عام نہ تھی، چنانچہ مولانا عبدالرحیم فلاحی صاحب نے یہ رسالہ ترتیب دے کر اسے عام کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبولیت بخشے۔ آمین۔

۲۷؍حصوں میں سوا پارہ کے لحاظ سے اس رسالہ میں پورے قرآن پاک کا خلاصہ پیش کردیا گیا ہے۔ امید ہے حفاظ اور قراء اور ائمہ مساجد اس سے خاطر خواہ دلچسپی لیں گے۔

---

(۱۴۰)

جرائم اور اسلام

مولانا محمد جرجیس کریمی صاحب

صفحات ۲۲۴۔ قیمت ؍۸۵ روپے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۵ء۔ ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز۔ ڈی ۳۰۷، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵۔

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔ اس میں جہاں زندگی کے دوسرے اصول وقوانین کا واضح ذکر ہے، وہیں جرائم کی سزا کا بھی تعین کیا گیا ہے۔ زیرنظر کتاب میں لائق مصنف نے موجودہ دور کے جرائم اس کے اقسام اور ان کی خطرناکی کی نشاندہی کرتے ہوئے اسلامی نقطۂ نظر سے ان کے تدارک کی تدابیر اور اس سلسلے میں اسلام کا جو موقف ہے اس کی وضاحت کی ہے۔ پانچ ابواب پر مشتمل اس کتاب میں تفصیل سے جرائم کی صورت حال، اس کے معاشی مذہبی، سماجی، سیاسی، نفسیاتی، ماحولیاتی اور صنعتی اسباب اور نتائج ونقصانات اور خطرات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ انسداد جرائم میں موجودہ قوانین کی ناکامی کی تفصیل بھی قلم بند کی گئی ہے۔ پھر تفصیل سے جرم وسزا کے بارے میں اسلام کے نقطۂ نظر کی وضاحت کی گئی ہے۔ اسلام نے جرائم کے تدارک کے لئے جو تدابیر اختیار کی ہیں اس کا ذکر بھی تفصیل

سے ہے۔اس میں اسلام کے تصور زندگی، عبادات، اخلاق ومعاملات سے معاشرے کو جرائم سے پاک کرنے میں جو مدد ملتی ہے اس کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ اسلام نے عدل وانصاف کے لئے جو قوانین وضع کئے ہیں انھیں بھی لائق مصنف نے لکھے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ موضوع کا شاید ہی کوئی ایسا پہلو ہو جو تشنہ رہ گیا ہو۔ اسلامی سزاؤں پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ ان کے جوابات بھی اس میں آ گئے ہیں، اپنے موضوع پر ایک عمدہ کتاب جس کا ہر شخص کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ ضرورت ہے کہ اسے دوسری زبانوں میں منتقل کیا جائے تا کہ برادران وطن بھی اس کی اہمیت کا اندازہ کر سکیں اور بڑھتے ہوئے جرائم کی روک تھام میں اس سے مدد لیں۔ اس کی اہمیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ فتنوں کے اس دور میں ہر شخص متفکر ہے کہ آخر اس کا علاج کیا ہو، اس میں شبہ نہیں کہ دنیا اسلام ہی کے اصول وقوانین زندگی سے ہم آہنگ ہو کر امن وسلامتی کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ اس گراں قدر مقالے کے لئے فاضل مصنف قابل صد ستائش ہیں۔ (الرشاد ستمبر اکتوبر ۲۰۰۵ء)

---

(۱۴۱)

حقیقت رجم: ایک تنقیدی جائزہ

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی صاحب

سنہ اشاعت ۱۹۹۶ء۔ صفحات ۱۱۲۔ قیمت ۲۵/ روپئے۔

ناشر: فردوس پبلی کیشن ۱۸۱۷ حوض سوئیوالان، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲۔

سزائے رجم کے متعلق حقیقت رجم کے مصنف مولانا محمد عنایت اللہ اسد سبحانی نے جن خیالات کا اظہار کیا تھا، اس کی تردید واصلاح میں متعدد مضامین ومقالات ملک میں سپرد قلم کئے گئے تھے ان میں سب سے عمدہ اور مدلل مقالہ ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی صاحب نے لکھا تھا جو ماہنامہ الرشاد کی کئی اشاعتوں میں مسلسل شائع ہوا ہے، اسی کو مصنف نے افادہ عام کی غرض سے کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے۔

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی نے اپنے اس بلند پایہ مقالہ میں یہ ثابت کیا ہے کہ سبحانی صاحب نے خوارج کی تائید میں نص قرآنی کا کس طرح انکار کیا ہے اور کس طرح احادیث کے پرخچے اڑائے ہیں، اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ نہ صرف قرآن واحادیث اور واقعات کا مفہوم غلط نکالنے بلکہ ترجمہ میں بھی بددیانتی سے کام لیا گیا ہے۔ اقتباسات اور حوالے نقل کرنے میں بھی دھاندلی کی گئی ہے اور خوارج اور اپنے موقف کی حمایت میں علمی تحقیق کے تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے۔

فاضل مصنف نے کتاب کے تضادات اور اس سے عہد نبویؐ کی جو مسخ شدہ تصویر ابھرتی ہے اسے بھی پیش کیا ہے، سبحانی صاحب نے اپنے موقف کے مؤیدین کی جو فہرست پیش کی تھی لائق مصنف نے اس کا بھی جائزہ لیا ہے۔ اس فہرست میں سوائے امام بخاریؒ کے سب کے سب اسمائے گرامی چودھویں صدی ہجری کے علماء کے ہیں، ان میں سے کسی کا وہ موقف نہیں جو سبحانی صاحب کا ہے۔ باحیات علماء سے جب حقیقت حال دریافت کی گئی تو معلوم ہوا کہ مولانا سبحانی نے غلط طریقے سے ان کا نام اپنی فہرست میں شامل کرلیا ہے۔ ان میں بعض تو مولانا عنایت اللہ سبحانی اور ان کی منفرد تحقیق سے واقف بھی نہیں، چنانچہ انھوں نے اس سے اپنی برأت کا اظہار کردیا ہے۔

مولانا سبحانی نے ایک خط میں الرشاد کو کم ظرف قرار دیا ہے، حالانکہ اصلیت یہ ہے کہ خود سبحانی صاحب کا ظرف جامعۃ الرشاد کا مستعار ہے اور اسی کی بدولت وہ خود صاحب ظرف ہوئے ہیں۔

اس تجزیہ کے مطالعہ کے بعد یہ تاثر مزید قوی ہوگیا کہ اس کتاب کے ذریعہ اسلام میں تشکیک وابہام پیدا کرنے کی منصوبہ بند کوشش کی گئی ہے۔ ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے یہ علمی کام انجام دیا، اس کے لئے وہ حضرات علماء کے شکریہ اور تحسین کے مستحق ہیں۔

خدا کرے یہ جائزہ حقیقت رجم کے مصنف اور ان کے حامیوں کے لئے دلیل راہ ثابت ہو۔ اس کا مطالعہ کم از کم اس شخص کے لئے ناگزیر ہے جس نے ''حقیقت رجم'' کا مطالعہ کیا ہو۔

---

(۱۴۲)

حقیقت رجم

کتاب وسنت کی روشنی میں

جناب مولانا محمد عنایت اللہ اسد سبحانی

صفحات ۳۰۰۔ قیمت ۳۵؍روپئے۔ ناشر: ادارہ احیائے دین، بلریا گنج اعظم گڑھ۔

شریعتِ اسلامیہ میں رجم اس سزا کو کہتے ہیں جس میں شادی شدہ زانی کو پتھروں سے مار مار کر ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ یہ سزا قرآن پاک کے اشارات اور متواتر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور یہ سزا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اور آپ کے بعد خلفاءِ راشدین کے زمانہ میں کئی بار یہ سزا دی گئی ہے اور اسی بنا پر اس کے حد شرعی ہونے پر جمہور علماء متفق الرائے ہیں اور اسے اجماعی مسئلہ سمجھتے ہیں، اس کا انکار خارجی فرقہ کے علاوہ کسی نے نہیں کیا ہے۔

زیرِنظر کتاب میں نو ابواب کے تحت حد زنا سے متعلق بحث کی گئی ہے جس کا خلاصہ خود صاحب کتاب کے الفاظ میں یہ ہے۔

(۱) اسلام میں حد زنا کے سلسلے میں شادی شدہ اور غیر شادی کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے۔ ان دونوں کے لئے شریعت میں ایک ہی حد ہے اور وہ ہے سو کوڑے۔

(۲) قرآنی آیات اس سلسلہ میں نہایت واضح صریح اور قطعی ہیں۔ وہ اس سلسلے میں نہ کسی تبیین کی محتاج ہیں اور نہ کسی تخصیص کی متحمل ہیں۔

(۳) اس سلسلہ میں قرآن پاک سے جو حکم ملتا ہے صحیح احادیث سے بھی وہی حکم ثابت ہے۔ قرآن وحدیث میں اس باب میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ تعارض جو کچھ ہے وہ صرف ہمارے سمجھنے میں ہے۔

(۴) رجم حد زنا نہیں بلکہ مجرمین، مفسدین اور محاربین کی سزا ہے۔ اس کے حد زنا ہونے پر

اجماع کا دعویٰ غلط اور تاریخی حقائق کے خلاف ہے۔

(۵) عہد رسالت یا عہد خلافتِ راشدہ میں جن لوگوں کو رجم کیا گیا وہ زنا کے جرم میں ایک بار نہیں بلکہ کئی کئی بار ماخوذ ہوئے تھے اور وہ سب شادی شدہ نہیں بلکہ بہت سے غیر شادی شدہ بھی تھے اور انھیں رجم خود انھیں پاک کرنے کے لئے نہیں بلکہ ان سے سماج کو پاک کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔

(۶) ماعز اسلمی اور ان کے علاوہ جن کو بھی رجم کیا گیا ان میں سے کسی کے بھی صحابی یا صحابیہ ہونے کی کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے بلکہ ایسے لوگوں کو صحابی یا صحابیہ کہنا صحابیت کے بلند مقام سے بے خبری کی دلیل ہے۔ (ص ۲۷۹ تا ۲۸۱) مصنفِ کتاب کے مذکورہ بالا خلاصہ ہی سے اس کتاب کے موضوع اور معیارِ تحقیق کا اندازہ ہوتا ہے، یہ کتاب متضاد اور منتشر خیالات کا مجموعہ ہے، چنانچہ اس کا آغاز عربی کی اس عبارت سے کیا گیا ہے:

الرجم حقيقة ظاهرة ثابتة حقيقة جاء بها الكتاب وجاء ت بهاالسنة واجمعت عَليها الامة۔	رجم ایک ثابت شدہ حقیقت ہے جس کا ذکر قرآن مجید اور سنتِ نبوی میں ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے۔

مصنف ایک طرف یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ کتاب اسی نقطۂ نظر کی تفصیلی تشریح ہے مگر کتاب کا یہ تضاد ملاحظہ ہو کہ دوسری طرف اپنے خلاصہ میں وہ خود یہ کہتے ہیں کہ اس کے حد زنا ہونے پر اجماع کا دعویٰ غلط اور تاریخی حقائق کے خلاف ہے۔

مصنف کے نزدیک رجم، حد زنا نہیں بلکہ مجرمین مفسدین اور محاربین کی سزا ہے۔ کیا مصنف اپنے اس نتیجۂ فکر کے بارے میں یہ دعویٰ کرسکتے ہیں کہ اس پر امت کا اجماع ہے اور کیا قطاع الطریق اور محاربین کی سزا دینے کا کوئی ایک واقعہ ہی مصنف پیش کرسکتے ہیں؟ معلوم نہیں یہ بات کہاں سے نکالی گئی کہ یہ سزا مفسدین اور محاربین کے لئے ہے۔ جب کہ صاحب تدبر قرآن مولانا امین احسن اصلاحی سے پہلے کوئی بھی شخص اس منطقی استدلال سے واقف نہ تھا، پھر خود مصنف نے اپنے موقف کی تائید میں جو چند لوگوں کے نام گنائے ہیں کیا ان چند لوگوں کے خیالات کی بناء پر اجماع کا انکار کیا جاسکتا ہے جب کہ ان میں سے کسی کی کوئی واضح تحریر موجود نہیں ہے۔

سزاءِ رجم کے بارے میں پہلی صدی ہجری ہی سے خوارج کو یہ اشکال رہا ہے کہ جب اس سزا کا ذکر قرآنِ مجید میں نہیں ہے تو پھر اس کو کیسے تسلیم کیا جائے مگر ان کے اس خیال کے برعکس جمہورِ امت نے رجم کو ایک ثابت شدہ حقیقت تسلیم کیا اور خوارج کی نفی کی، بعد کی صدیوں میں کبھی یہ موضوع زیر بحث نہیں لایا گیا البتہ برصغیر میں ادھر چند سالوں میں یہ موضوع کچھ نئے انداز سے اٹھایا گیا، مثلاً بعض لوگوں نے کہا کہ رجم حد نہیں بلکہ تعزیر ہے جو ہر مجرم پر لاگو نہیں کی جائے گی بلکہ حاکم وقت جس کو چاہے گا رجم کرائے گا اور ایک مکتبۂ فکر نے یہ دعویٰ کیا کہ رجم کا تعلق زنا سے ہے ہی نہیں بلکہ یہ مجرموں کی سزا ہے وغیرہ۔ مگر یہ تمام تاویلات سلف کے نقطۂ نظر کے خلاف ہیں اور انھوں نے اس سزا کے بارے میں جو موقف اختیار کیا ہے اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس طرح کے خیالات منظر عام پر آئے تو علماء نے اس کی تردید کی، پچھلی دہائی میں یہ فتنہ پاکستان میں اٹھا تو وہاں کے چھبیس علماء کا ایک مشترکہ بیان سلف کی تائید میں شائع ہوا۔

(ملاحظہ ہو ترجمان القرآن اپریل ۱۹۸۱ء)

ہندوستان میں حضرت الاستاذ مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی مدظلۂ نے اس قسم کے شاذ اور غیر معروف نقطۂ نظر کے تعاقب کا جو فریضہ انجام دیا ہے، اس کے لئے ماہنامہ الرشاد کی قدیم فائلیں دیکھی جاسکتی ہے۔

زیرِ نظر کتاب کا سب سے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اس میں اپنے مزعومہ خیال کی تائید میں واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ خاص طور پر احادیث کے نقد و جرح میں مصنف کا جو طریقہ کار ہے وہ حد درجہ غیر عملی اور سوقیانہ ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں ان کے بارے میں محض ظن کی بنا پر یہ الزام عائد کیا گیا ہے کہ ان پر حد زنا جاری کی گئی۔ (ص۹۰)

حضرت ماعز اسلمیؓ ان کے بعد اس مکتبۂ فکر کی جانب سے دوسرے صحابیِ رسولؐ ہیں جن کی کردار کشی کی گئی ہے۔ قرآن پاک کی صراحت کے خلاف کوئی حدیث موجود ہو اور اس کی توجیہ نہ ہو سکتی ہو تو اسے ضرور رد کر دیا جائے گا مگر متواتر احادیث اور اجماع کو ماخذ نہ ماننا یقیناً انکارِ حدیث اور گمراہی ہے۔

اس کتاب میں کتاب و سنت اور عملِ متواتر کی نہیں بلکہ فرقۂ خوارج کی فکر کی نمائندگی کی گئی

ہے۔طرفہ تماشا یہ ہے کہ لوح کتاب پر قرآنی آیت مَـا اٰتَـاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَانَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا لکھی ہوئی ہے اور پوری کتاب مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ کے خلاف ہے۔سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کتاب لکھ کر احیاءِ دین کا کون سا اہم اور ضروری فریضہ انجام دیا گیا ہے۔

---

(۱۴۳)

راہِ اعتدال

جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب

صفحات ۲۴، مجلد۔سنہ اشاعت ۱۹۹۸ء، کتابت وطباعت معیاری، قیمت درج نہیں۔

ملنے کا پتہ: دارالعلوم سبیل السلام پوسٹ بالا پور، حیدرآباد دکن۔(اے پی)

اس کتاب میں فقہائے اسلام اور غیر مقلدین کے مابہ النزاع مسائل کا ذکر ہے۔مثلاً تقلید، ہاتھ باندھنے کی جگہ، امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی تلاوت، آمین بالجہر یا بالسر، رفع یدین، تراویح کی رکعتیں، مساجد میں عورتوں کی نماز، ایک مجلس کی تین طلاق، مصافحہ کا مسنون طریقہ وغیرہ۔

فاضل مصنف نے قرآن واحادیث کی روشنی میں فقہائے اسلام کے موقف کی تائید وحمایت کی کوشش کی ہے مگر اس بحث وتجزیہ میں کتاب کے نام کا اثر دکھائی دیتا ہے، البتہ کہیں کہیں لہجہ ذرا سخت ہوگیا ہے جس سے اجتناب کیا جا سکتا تھا۔

موجودہ حالات میں خاص طور سے فروعی مسائل میں کوشش یہی ہونی چاہئے کہ یہ خالص فقہی مباحث امت میں انتشار وتلخی کا باعث نہ بنیں۔

جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب ایک ہوش مند عالم اور اہل قلم ہیں، خصوصاً فقہ پر ان کی نظر وسیع ہے، یہ کتاب بھی ان کی اس خصوصیت کا آئینہ ہے، اس سے یقیناً استفادہ کیا جائے گا۔

---

(۱۴۴)

ربا کیا ہے؟

علامہ اقبال احمد خاں سہیل

تحقیق ڈاکٹر ظفر الاسلام خاں۔ تقطیع متوسط، مجلد۔ صفحات ۴۳۰

قیمت ۱۲۰/ روپے۔ سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء۔ کتابت وطباعت عمدہ

ملنے کا پتہ فاروس میڈیا اینڈ پبلشنگ۔ (پرائیویٹ لمیٹڈ) پوسٹ بکس ۹۷۰۱ ڈی ۸۴ ڈی

ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵ (انڈیا)

دبستان شبلی کے قادر الکلام اور نامور شاعر علامہ اقبال احمد خاں سہیل علوم جدیدہ کے ساتھ علوم دینیہ میں بھی وافر دستگاہ رکھتے تھے۔ عصری علوم کی تحصیل وتکمیل سے پہلے انھوں نے علوم دینیہ کی تکمیل علامہ شبلیؒ اور علامہ حمید الدین فراہیؒ جیسے اکابر سے کی تھی۔ ان کے مشغلہ شعر وسخن اور وکالت نے انھیں فرصت نہ دی کہ وہ ان علوم کی طرف متوجہ ہوں تاہم ان کے زمانہ میں جب سود کی بحث چھڑی تو انھوں نے بعض اہل علم کی خواہش پر اس خالص فقہی موضوع پر داد تحقیق دی جو ۱۹۳۶ء میں حقیقۃ الرباء کے نام سے شائع ہوئی، عرصہ سے یہ کتاب نایاب تھی، ڈاکٹر ظفر الاسلام خاں نے تحقیق ومراجعت کے بعد اس غرض سے شائع کیا ہے کہ اس موضوع پر غور وخوض کے بعد کسی نتیجے تک پہنچا جا سکے۔

سہیل صاحب نے تفاضل فی الجنس، رباء الفضل اور رباء النسیہ کے بارے میں قرآن واحادیث اور آثار کی روشنی میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ سود اور رباء ہم معنی نہیں، اور مراطلت وبیع وصرف کے احکام کو رباء سے مخلوط کر دیا گیا ہے۔ موجودہ تجارت اور فقہی رباء مختلف چیزیں ہیں۔ آیات رباء میں بیع سلف سے متعلق جو ربا ہے وہ حرام ہے۔ دارالحرب میں غیر مسلموں سے سودی معاملت اور سرکاری بینک وغیرہ کا سود جائز ہے۔

سہیل صاحب کے یہ خیالات بظاہر مسلک جمہور کے خلاف نظر آتے ہیں تاہم موجودہ دور

کے تجارتی معاملات، عالمی معیشت واقتصادیات اور نت نئے تجارتی اصول وآداب کے پس منظر میں اس موضوع پر مجتہدانہ فہم وبصیرت کے ساتھ غور وفکر لازمی ہے۔سہیل صاحب نے جن بنیادوں پر مذکورہ بالا خیالات کا اظہار کیا ہے وہ یقیناً بحث کے متقاضی ہیں۔آخر میں بطور ضمیمہ مولانا سید طفیل احمد مصنف مسلمانوں کا روشن مستقبل کے قلم سے ہے۔طبع نو میں پیش لفظ ڈاکٹر مقبول احمد (کلکتہ) نے لکھا ہے۔افادیت کے پیش نظر اس کے عربی وانگریزی ترجمے ''فاروس'' نے شائع کئے ہیں۔امید ہے سود کے موضوع پر بحث وتحقیق اور کسی متفقہ موقف کی راہ میں یہ کتاب ضرور معاون ہوگی۔

---

(۱۴۵)

عزیز الفتاویٰ معروف بہ الفوز العظیم

مولانا شاہ ظفر احمد صدیقی صاحب،صفحات ۳۲۰۔قیمت ۱۱۰/روپئے۔

سنہ اشاعت ۱۹۹۶ء۔ناشر:ابوذر انصاری المجمع الکرامتیہ ملاٹولہ جونپور۔(یوپی)

حضرت مولانا کرامت علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ نے رشد وہدایت اور اصلاح وتبلیغ کا جو مثالی کارنامہ انجام دیا اہل علم اس سے بخوبی واقف ہیں،انھیں کے خانوادے کے ایک بزرگ حضرت مولانا شاہ ظفر احمد صدیقی جونپوری گزشتہ پچاس برسوں سے اصلاح وتبلیغ میں مصروف ہیں،وعظ اور ارشاد کے ساتھ تصنیف وتالیف کے ذریعہ بھی مسلمانوں کی صلاح وفلاح کے لئے کوشاں رہتے ہیں،دفع الھفوات،مصباح السنہ،حاشیہ مفتاح الجنہ،تنویر الظلام،خیر الذکر الخفی،من وعن اور سیماء المسلمین وغیرہ کتابیں ان کے قلم سے نکل چکیں ہیں۔زیر نظر کتاب بھی ان کی بڑی کاوش ہے،یہ اصلاً ان کے تقریباً ایک سو چالیس فتاوے کا مجموعہ ہے جو انھوں نے مختلف عنوانات اور موضوعات کے تحت سپرد قلم کئے ہیں،اس سے ان کی فقہی بصیرت کے ساتھ ژرف بینی اور گہرے شعور وادراک کا اندازہ ہوتا ہے۔

یہ فتاوے متعدد لحاظ سے بڑے اہم ہیں،بقول مولانا مجیب اللہ ندوی مدظلہ انھوں نے فتویٰ نویسی کی اہم ذمہ داری کو بدرجہ اتم پورا کیا ہے،اس کے مطالعے سے یقیناً دینی اور فقہی معلومات میں

اضافہ ہوگا۔اس کا مقدمہ اسلامی فقہ کے مصنف حضرت مولانا مجیب اللہ ندوی مدظلہ کے قلم سے ہے۔ امید ہے کہ اس سے بھرپور استفادہ کیا جائے گا۔

---

(۱۴۶)

مجسموں کا مسئلہ

جناب مولانا عبدالعلیم اصلاحی صاحب

صفحات ۴۳۔ قیمت وسنہ اشاعت درج نہیں۔ ملنے کا پتہ: مکتبہ الاقصیٰ، سعید آباد حیدرآباد۔

افغانستان کے طالبان حکمرانوں نے جب یہ فیصلہ کیا کہ افغانستان کو بتوں اور مجسموں سے پاک ہونا چاہئے اور جب بت شکنی کی اس مہم میں بامیان کا گوتم بدھ کا غالباً سب سے قدیم اور طویل القامت مجسمہ بھی زد میں آیا تو بت پرستوں اور بت فروشوں نے روایتی غم وغصہ کا اظہار کیا۔ سیاسی مصلحتوں نے کچھ اور لوگوں کو بھی ان کی صف میں شامل کردیا چنانچہ تہذیب وتمدن کی بربادی یا عہد وسطیٰ کی بربریت کے نام پر یا کسی نے خود اسلام کی رواداری کی دہائی دے کر آواز میں آواز ملائی۔ زیرنظر کتاب میں افغانستان کے اس واقعہ کے پس منظر میں بت سازی، بت شکنی اور بت فروشی وغیرہ کا قرآن وحدیث اور تاریخ کے واقعات کو جائز اور درست قرار دیا اور بعض اہل قلم مولانا وحیدالدین خاں صاحب وغیرہ کے بیانات کا بھی جائزہ لے کر ان کے موقف کو غلط ثابت کیا ہے۔ جذبہ خالص کے باوجود خود مولانا عبدالعلیم صاحب نے جس جذباتی انداز میں یہ کتابچہ لکھا ہے وہ مناسب نہیں کہیں کہیں منصف مزاج اہل قلم کے بجائے افغان حکمرانوں کے وکیل معلوم ہوتے ہیں حالانکہ ہونا صرف یہ چاہئے تھا کہ وہ قرآن وحدیث کے حوالہ سے مجسموں کی حیثیت اور بت شکنی وبت فروشی جیسے موضوعات کی وضاحت کردی جاتی، اس معمولی کمی کے باوجود اس کا مطالعہ سودمند ثابت ہوگا۔ مصنف اپنے موقف کی وجہ سے یقیناً لائق ستائش اور قابل مبارک باد ہیں۔

---

(۱۴۷)

مسائل میراث

جناب حافظ محمد مصطفیٰ صاحب، بی کام

صفحات ۱۵۳۔ قیمت ۲۵/ روپئے۔ سنہ اشاعت اکتوبر ۱۹۹۴ء

ملنے کا پتہ: ادارہ تعمیر حافظ منزل، خیرآباد۔ مالیگاؤں ضلع ناسک۔ ۴۲۳۲۰۳

علوم اسلامیہ میں علم الفرائض کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ خاص مسلمانوں کا ایجاد کردہ ہے تاہم معاشرہ میں میراث ووصیت سے عام بے اعتنائی کی وجہ سے اس علم سے بھی اشتغال کم ہوتا گیا، فقہ کی کتابوں میں ایک باب کی حیثیت سے یہ ضرور موجود ہے لیکن اور مسائل واحکام کی طرح اس علم میں اردو میں کتابیں بہت کم لکھی جاتی ہیں۔

ہندوستان میں عام طور سے حکومت کے نظام میراث پر ہی عمل کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں احکام شریعت پر بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ اس کوتاہی بلکہ بدعملی کی بڑی وجہ یہی ہے کہ عام مسلمان یہ جاننے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے کہ اسلام نے تقسیم میراث کے کیا اصول وضوابط مقرر کئے ہیں۔

اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے جناب حافظ محمد مصطفیٰ صاحب نے یہ کتاب لکھی ہے اس میں انھوں نے علمائے احناف کے مطابق میراث کی تقسیم اور خاندان کے مختلف افراد کے اسلامی حقوق عام فہم اور سادہ زبان میں مرتب کردیئے ہیں جس سے ہر شخص بآسانی میراث کی تقسیم اور ہر فرد کے اسلامی حقوق سمجھ سکتا ہے۔ اس کے لئے لائق مرتب مبارکباد اور ستائش کے مستحق ہیں۔

مرتب چونکہ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ جدید علم الحساب سے بھی واقف ہیں، اس لئے ان حسابی مسائل کو اچھے اور آسان انداز میں پیش کیا ہے۔

البتہ غلامی، ولاء، دارین، ذمی، مستامن، معاہد، حربی، دارالاسلام، دارالکفر، دارالحرب اور دارالامن اور بعض دوسرے مسائل کو اس لئے نظرانداز کردیا گیا ہے کہ ان مسائل کا عام آدمی سے کوئی

تعلق نہیں۔ یہ صحیح ہے لیکن کتاب کو اپنے موضوع پر جامع اور مفید تر بنانے کے لئے کتاب میں ان موضوعات کا اضافہ کیا جاسکتا تھا۔ البتہ کتابت وطباعت ناقص ہے۔ کتابت کی متعدد غلطیاں ہیں۔ دوسرے ایڈیشن میں ان کی تصحیح ضروری ہے۔

---

(۱۴۸)

مصافحہ کا مسنون طریقہ

جناب مولانا مفتی جمیل احمد نذیری صاحب

صفحات ۹۵۔ قیمت درج نہیں۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۲ء۔ ناشر: جمعیۃ العلماء مہاراشٹرا۔

وزیر بلڈنگ دوسرا منزلہ ۱۷۹، ابراہیم رحمت اللہ روڈ ممبئی ۴۰۰۰۰۳

اس رسالہ میں مصافحہ کا مفہوم اور اس کا اجر وثواب بیان کرنے کے بعد بتایا گیا ہے کہ مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے کیا جائے بعض لوگ ایک ہاتھ سے مصافحہ کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ مفتی صاحب نے ان کے موقف کی تردید کی ہے اور ان تمام مسائل واعتراضات کا تنقیدی جائزہ لے کر مدلل طور پر ان کے نقطۂ نظر کی غلطی واضح کی ہے۔ اپنے موقف کی تائید وحمایت میں کتاب وسنت اور اقوال سلف سے دلائل فراہم کئے ہیں البتہ بعض مقامات پر عوامی زبان کا استعمال ہوا ہے مثلاً ''ٹھوسم ٹھاس کے قائل'' وغیرہ۔ اسی طرح بعض طنزآمیز جملے بھی گراں گزرتے ہیں۔ یہ بجا کہ یہ ان تحریروں کے جواب میں ہیں جو ان سے بھی زیادہ تند وتلخ ہیں مگر اپنا طرز عمل تو ع ''پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے'' کے مصداق ہونا چاہئے۔

---

(۱۴۹)

ندوۃ العلماء کا فقہی مزاج اور ابنائے ندوہ کی فقہی خدمات

مولانا منور سلطان ندوی

صفحات ۴۶۸، قیمت ۱۵۰/روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۴ء

ناشر: المعہد العالی الاسلامی، تعلیم آباد قبا کالونی، پہاڑی شریف روڈ، حیدرآباد، ۵۰۰۰۰۵

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نظریہ فقہ اور فضلائے ندوہ کے فقہی کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بلاشبہ ندوہ مسلمانوں کا قابل فخر کارنامہ ہے۔ اس تحریک اور فضلائے ندوہ نے علم وفن کے متعدد میدانوں میں گراں قدر خدمات انجام دیں اور گذشتہ صدی میں مسلمانوں کی زبردست رہنمائی کی۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس کی عظیم الشان خدمات کی تاریخ قلم بند کی جائے، تاریخ ندوۃ العلماء کے بعد بھی یہ ضرورت باقی تھی۔ زیرنظر کتاب اس سلسلے کی پیش رفت ہے۔

اس میں تحریک ندوہ اور دارالعلوم کے قیام وتاسیس کی مختصر تاریخ کے ساتھ اس کی مختلف النوع خدمات، نظریہ فقہ، ابنائے ندوہ اور ان کی فقہی کاوشوں کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے۔ چند ابھرتے ہوئے نوجوان فقہاء کی خدمات کے ذکر سے ان کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور فقہ کے مختلف پہلوؤں پر ندوہ کی مجموعی فقہی خدمات کی تفصیل آگئی ہے۔ بانیان اور وابستگان ندوہ کے علاوہ مندرجہ ذیل کی خدمات کا بطور خاص جائزہ لیا گیا ہے۔

(۱) مولانا سید سلیمان ندویؒ (۲) مولانا عبدالسلام ندویؒ (۳) مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی (۴) مولانا رئیس احمد جعفریؒ (۵) مولانا عبدالقدوس ہاشمی ندویؒ (۶) مفتی سعید صاحب ندوی (۷) مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (۸) مولانا شہاب الدین ندویؒ (۹) مولانا مجیب اللہ ندوی مدظلہ (۱۰) مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (۱۱) مفتی ظہور ندوی (۱۲) مولانا ناصر علی ندوی (۱۳) مولانا شفیق الرحمٰن ندویؒ۔

یہ وہ نام ہیں جنھوں نے فقہ پر کتابیں لکھیں اور اپنی اجتہادی حیثیت سے کام لے کر جدید مسائل کا حل پیش کیا اور شریعت کی بالادستی کو قائم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ خصوصاً حضرۃ الاستاذ مولانا مجیب اللہ ندوی مدظلہ کے فقہی کارنامے بہت اہم اور وقیع ہیں، بالخصوص ان کی فقہی تصنیفات سرمایۂ علم وفن میں گراں قدر اضافہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ لائق مصنف نے ان کا اچھا تعارف کرایا ہے۔

اس طویل اور مبسوط کتاب کے لئے فاضل مصنف مبارک باد کے مستحق ہیں۔ انھوں نے یہ مقالہ انتہائی محنت اور سلیقہ مندی سے مرتب کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ موضوع کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے، البتہ جمع وترتیب میں ان کے قلم سے بعض سہو بھی ہوئے ہیں، مثلاً ''رحمت عالم'' کو مولانا عبدالماجد دریابادی کی تصنیف لکھا گیا ہے، حالانکہ سب واقف ہیں کہ یہ علامہ سید سلیمان ندوی کی تصنیف ہے۔ اسی طرح فقہا کی ترتیب میں بھی فرق مراتب قائم نہ رہ سکا، پوری کتاب میں شبلی فقیہ کا نام تک نہیں آیا۔ علامہ شبلی نے ندوہ میں جو علمی وتعلیمی کارنامے انجام دیئے ان کا بھی خاطر خواہ ذکر نہیں ہے۔ وقف علی الاولاد کی تحریک کو انھوں نے جس انداز سے برپا کیا اور کامیاب ہوئے، اس کی تفصیل بھی جیسی چاہئے نہیں لکھی گئی۔ بعض ایسے لوگوں کا ذکر شہ سرخیوں میں ہے جن کا کوئی قابل ذکر کام نہیں اور بعض قابل ذکر لوگوں کا نام ضمنی طور پر آیا ہے، مثلاً مولانا عمیر الصدیق ندوی جو ''تذکرۃ الفقہاء اور مسلمان عورت کا نان ونفقہ اور سپریم کورٹ کا فیصلہ'' وغیرہ کے مصنف کا ذکر۔ نوجوان اور ہونہار مصنف کی غالباً یہ پہلی کاوش ہے، اس لئے اس طرح کی کمیوں کا در آنا باعث تنقید نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مصنف نے موضوع کا حق ادا کردیا ہے۔ اس اہم مقالہ کی تصنیف وتالیف اور طباعت کے لئے فاضل مقدمہ نگار محترم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب بھی لائق صد ستائش ہیں کہ انھیں کی کوششوں سے یہ اہم مقالہ سپرد قلم ہوکر شائع ہوا۔

---

(۱۵۰)

ہندوستان اور مسئلہ امارت

جناب مولانا عبدالصمد رحمانی صاحبؒ

صفحات ۱۴۰، قیمت درج نہیں، سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء طبع سوم

ملنے کا پتہ: امارت شرعیہ، بہار واڑیسہ پھلواری شریف پٹنہ۔ بہار

۱۹۱۷ء میں جب مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ نے امارت شرعیہ کے قیام کی ضرورت سمجھی اور اس کے لئے عملی جدوجہد کا آغاز کیا تو اس موضوع پر متعدد اہل علم نے موافق ومخالف مضامین لکھے۔ان میں ایک مولانا عبدالصمد رحمانی بھی شامل تھے۔جنھوں نے اس کی حمایت میں شرعی نقطۂ نظر سے جائزہ لیا اور قرآن واحادیث ،فقہائے امت کی تصریحات وفتاویٰ اور تاریخ کی روشنی میں امارت شرعیہ کی اہمیت وضرورت اور افادیت کی عمدہ وکالت وترجمانی کی جو مولانا سید سلیمان ندویؒ کے گراں قدر مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئی۔ زیرنظر کتاب اسی کا تیسرا ایڈیشن ہے جس سے اس کی معقولیت اور مقبولیت معلوم ہوتی ہے۔

اشاریہ

اشخاص

○○○

کتب ورسائل

(ب)

○○○

مقامات

اشاعتی ادارے

تنظیم/تحریک/ادارے

یونیورسٹی

○○○

مصنف کی دوسری کتابیں

۱-	اسہل التجوید	1986
۲-	تذکرۃ القراء	1996
۳-	علم الترتیل	1996
۴-	علامہ سید سلیمان ندوی بحیثیت مورخ	2001
۵-	دارالمصنفین کی تاریخی خدمات	2002
۶-	اشاریہ ماہنامہ الرشاد	2004
۷-	عظمت کے نشاں	2005
۸-	ساحلوں کے شہر میں	2006
۹-	شاہ معین الدین احمد ندوی۔حیات وخدمات	2007
۱۰-	متعلقاتِ شبلی	2008
۱۱-	مطالعات ومشاہدات	2010
۱۲-	کتابیاتِ شبلی	2011
۱۳-	شبلی سخنوروں کی نظر میں	2012

ترجمہ

۱۴-	رحمتِ عالم (اُردو سے ہندی)	2009
۱۵-	ہندتو (ہندی سے اُردو)	2010

تحقیق وتدوین

۱۶-	اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر	1999
۱۷-	موازنہ انیس ودبیر	2004
۱۸-	کاروانِ رفتگاں	2008
۱۹-	تاریخ اعظم گڑھ	2011

ADABI DAIRA, AZAMGARH
email : azami408@gmail.com
Website : www.drmiazmi.webs.com